

جاء الحق زهواً الى الباطل كان زواجا

الحمد والمنة لله الشكر والنعمة که رسالتش بر حق و کلامه جمیل و در دستگیران الهام و سوره نقض کلام قره مجید

اشناک اللمی بازن الکتاب الملقبه بتضخیک لانا على تحقیق الکلام

سنة
هجری ۱۲۸۵

مستحی
معلوم که راقم الحروف
و این اثبات الهام و تبیین
از باب دست و کلام کرم
است و این رساله اخوان دینی
است که از مطلقش از حق و کلام
تفاوتش با ال تمسب و حد و حدیث
چون اینست خود اینها نیست
که کلام و سبب از کتاب و دست
ای که این است و در دست یافت
از اینجهت و طایفه و سبب
و این حق و ان اوقات و توضیح
توضیح و در این اوقات و توضیح
فلسفه و تفسیر و در این اوقات
که اینست و در این اوقات
مستحی

در زمان محمود قاجار و در این زمان تأیید صدری صاحب شاد و خشی عبدالحی صاحب لاهوری و شیری الشیرازی

مطبع ریاض الشریعین با همتا شریف احمد مصمم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل البيعة موجب الرضوان والسلام وخص بعض عباده
بالحديث والايمان والصلوة والسلام على من بيعته بيعت الرحمن بحكم الله
الذين فيهم من فازوا بتكليف الغيب الاعلام من الامم الخبايا من الملأ الاعين
بعد حمد وصلوة کے ہر اداوار دینی کو واضح ہو چوسند بارہ سواٹھا نون ہجری میں
رسالہ مولفہ مولوی غلام علی قصوری راقم الحروف کی نظر سے گزرا راقم نے
تحقیق اول سے آخر تک بغور و فکر تمام اسکا مطالعہ کیا۔ اغلاط لفظی اور اختلال
اور مخالفت اور نقص کلام کے سوا یہ بڑا نقص نظر آیا کہ اسکی تعلیمات سراسر طریقہ
کے برخلاف ہیں اور مصنف کو اہل اہل سے عداوت قلبی اور عناد ہے پھر خیال
یہ خود اپنی فہم کا تصور ہو۔ احتیاطاً پانچ نسخے رسالہ مذکورہ کے خرید کر نامی گرامی
خدمت میں روانہ کئے چنانچہ ایک رسالہ خدمت مولانا سید محمد زید حسین صاحب
دوسرا خدمت سید نواب صدیق حجت خان صاحب تیسرا خدمت شریف مولوی محمد حسین
صاحب لاہوری چوتھا خدمت سامی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی اور
رسالہ اپنے مطالعہ کے واسطے رکھا تاکہ مکرر نظر کیجاوے چونکہ محض احقاق حق منظور تھا
یہی نظر انصاف سے دیکھا اور دیگر نبرگان سے جو اپنے وقت میں اساتذہ فن حدیث تھے

ہیں استصواب کیا۔ الحمد للہ کہ سبکی رائے میری رائے سے موافق اور متفق ہوئی
یہ ایک بڑے معتبر دوست کے خط سے معلوم ہوا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب
سلمہ اللہ نے مولوی غلام علی کے رسالہ کو دیکھ کر یہ بھی کہا کہ ہم آج تک مولوی غلام علی
کو عالم جانتے تھے مگر اسکی اس تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل علم سے عاری ہے
اور محض جاہل اور مولوی بدیع الزمان کو فرمایا کہ آپ جلدی اسکا رو لکھیں اور
وہ رسالہ بھی انہیں کو دیدیا۔

نقل خط مولوی محمد حیر حسین صاحب

از عاجز محمد حیر حسین بمطالعہ گرامی مولوی عبد الجبار سلمہ الغفار عن شرا الاشراہ
بعد از سلام علیکم درجہۃ اللہ و برکاتہ واضح باد کہ نامہ نامی معہ رسالہ شخص معلوم یہ
کاشف مدعا گردیدہ مشار الیہ از مذاق اہل شرح صدو یخیر ہم من الظلمات الی النور و شرح ہمایا
آن رسوخ رہت لہذا در رسالہ او احتمال بالامال و واقع شدہ لغسم باقیل۔ بے بصیرت
چہ شناسد سخن کامل را پختہ و شیرین مذاق دل رسوخ کیست۔ لازم کہ آن صاحب از
نتمسکات کتاب و منت و کلام کلمت از سلف و خلف متحققین بعد از ان احسن مجلدی
لطیف و زخیر تحریر آوردہ آؤینہ گوش ہر بہوش سازند کہ حق حقیق از شائبہ باطل متمیز
بودہ پیرا چل اہل سلوک گردود

نقل خط مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی

از محمد عبدالحی عفی اللہ عنہ سجدت شریف مولوی عبد الجبار صاحب و ام کطفہ
سلام سنون الاسلام قبول باد پور و رعایت نامیون منت و مرہون مودت گشتم
ترجمہ والد مرحوم آن مکرم کہ سابقا ارسال فرمودہ بودند رسید انشاء اللہ تعالیٰ آمین و ج

خواہم کرد۔ رسالہ قصوریٰ پر از قصور و فتورست ہدیٰ الہدٰی مصنف مسیل الہدیٰ لعلش
تفرغے پیدا گشتہ چو اب جاہلان باشد خموشی۔ معہذا انشاء اللہ بوقت فرصت تو
کردہ خواہ شد۔ مولوی محمد حسین صاحب لاہوری کے خط کا خلاصہ یہ
کہ آپ کا رسالہ مسئلہ ہیکر پانچ پانچ اور مطالعہ میں آیا سولے شرفہ قلیلہ امرسریہ کے کیسے نزدیک
پسندیدہ اور قابل اعتبار نہ ہوگا۔ راقم نے بوقت تحریر جواب اپنی شیخ کی صیت
کو مد نظر رکھا اور کتاب الہدٰی و سنت رسول اللہ صلعہ اور اقوال اور آثار کا ہر امت
کے سوا اور کسی چیز سے تمسک نہ کیا اور بحکم الدین النصیحة قصوریٰ کی غلطیوں اور
مغالطات کو حسبہ مدظاہر کر دیا۔ اور اخلاط لفظی سے سوائے چند مقامات کے
تعرض نہیں کیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فقیر کی سعی کو قبول فرماوے اور داخل زمرہ انصاف
دین کرے اور یہہ توفیق بخشے کہ معترضین علی السنۃ کے اعتراضات اور اہل غلو
کی تحریفات اور اہل باطل کے توہمات اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کر دے اور اس
رسالہ کو تمام اہل اسلام کے لئے باعث ہدایت کرے اور عاجز کو خطا اور زلل سے
بچا دے اور واضح رہے کہ عبارت تحقیق الکلام بعنوان لفظ مغالطہ نقل کیجا دیگی
اور جواب لفظ ہدایہ لکھا جائیگا۔ اب اصل مقصود کو شروع کرتا ہوں اور خداوند
کریم سے اعانت چاہتا ہوں۔ **مغالطہ** اور یہ چار مذہب حنفی شافعی
مالکی جنبی کیسے ہیں اور کب سے بنے ہیں الی قولہ خود بخود معلوم ہو گیا کہ یہ سب بدت
اور مستحشر ہیں **ہدایہ** مذہب اربعہ حق ہیں اور انکا آپس کا اختلاف ایسا
جیسا صحابہ کرام میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا باوجود اختلاف کے ایک دوسرے
بغض و عداوت نہیں رکھتے اور باہم سب و شتم نہیں کرتے مثل خوارج اور روافض
کے صلحا اور ائمہ دین کی محبت جہد و ایمان ہے اور عداوت اونکے طریقہ خوارج کا اور ایک
مذہب کے واسطے تعصب کرنا شیعہ گوگوں کی طرز ہے صراط مستقیم مابین افراط و تفریط کی

آیتوں کو بنظر ترمیم بردیکھو غافلون کی نسیان سبب دلیل اور خرابی کا فرمایا اور خشوع
کنیوالمون کی نماز موجب فلاح اور خلاصگی اور حضرت رسالت فرماتے ہیں ان العبد
لینصرف من صلاتہ ولہ یکتب لہ منها الا نصفہ الا ثلثہا حتی قال الا عشرہا
خدا کا بندہ نماز پڑھ کر فارغ ہو بیٹھتا ہے (اور نائمہ اعمال میں) اسکے لئے نماز میں سے بھی
نصف لکھا جاتا ہے کبھی تہائی ہی پاس تک فرمایا کبھی دسواں حصہ رواہ اصحاب الشنن
یہی بیشی ثواب کا بہ سبب قلت اور زیادت خشوع اور حضور نمازی کی ہے ورنہ
بحسب ظاہر تو سب نمازی برابر ہیں ان لصوص پر اگر کہ نصف غور کرتا تو بمشیت الہی
شاید حقیقت امر اس پر منکشف ہو جاتی **مغالطہ** یہ اشغال پیری مرید کی
شرح میں کچھ اصل نہیں رکھتے **ہدایہ** ایسا کہنا محض غلط ہے بڑی زیادتی
کی بات ہے صوفیہ کلام کے اکثر اشغال اذکار قرآنہ اور ادعیہ نبویہ ہیں اور مراقبات
بحکم لصوص ثابت نہیں جنسے دل کو حیوۃ اور نور حاصل ہوتا ہے اور رجوع الی اللہ اور
انابت اور انقطاع اور خشیت اور تذلل پیدا ہوتا ہے مراقبہ معیت اور قرب صمدیت
بہت آیات قرآنی سے ثابت ہے جیسے وہو معکم لیسما کنتم وہ تمہارے ساتھ
ہے جہاں کہیں تم ہو اور آبیہ و نحن اقرب الیہ من جبل الورد ہم انسان کی طرف
اسکی رگ جان سے زیادہ قریب ہیں اور آیه قل هو اللہ احد اللہ الصمد پس مصنف
کا اشغال و اذکار کو بے اصل کہنا بے علمی کا سبب ہے بیشک امر محدث اور بدعی خواہی
کسی قوم میں مروج ہو شرعاً کچھ قدر نہیں رکھتا اور عند اللہ ایک جو برابر نہیں صوفیہ کا
ایجاد ہو یا کسی اور کا احداث اس طایفہ کی نسبت بڑی غنیمت ہے مقام انقطاع و تذلل
و خشیت و تذلل و قناعت توکل و انابت کا حاصل ہونا سوائے التزام اشغال و اذکار
مروجہ طایفہ صوفیہ ثابتہ من سنت النبویہ کے بہت مشکل ہے اور ان کی برکت سر
ان صفات محمودہ کا حاصل ہونا بہ تجربہ ثابت صحرا و امر بدیہی الثبوت کا انکار (فرط القضا)

۱۱

مغالطہ اتفاقاً میں رسالہ قول الجلیل الخ ہدایہ اسکا جو بحث شریعت

میں انشاء اللہ بتفصیل لکھیں گے اسکا کہہ سحر کر دینکی حاجت نہیں مغالطہ

پہر قاعدہ محدثین پر اطلاع پائی وہ قاعدہ یہہ ہے کہ جس امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا
یا کیا اور اصحابوں نے اسکو بالاجماع کیا اور ترک کیا وہ قول اور عمل حکم منسوخ ہر نہایت

ہدایہ جس امر کا ترک باجماع صحابہ بنقل صحیح ثابت ہو جاوے تو بموجب قاعدہ

محدثین کے اسکا متروک العمل ہونا دلیل نسخ ہے اور اگر کسی کو عمل صحابہ کی روایت پہ سحر

تو اس کے عدم علم سے منسوخ ہونا لازم نہیں آتا بے خبری کا نام جہالت ہے اور جہالت نص

کی نسخ نہیں ہو سکتی اور مصنف کا یہی دعویٰ ہے کہ مجھے علم آمد صحابہ کی بیعت کے

معاملہ میں کوئی روایت نہیں ملی اور اسی جیلہی کا نام چل ہے مصنف یہ نہیں کہہ سکتا

کہ ترک بیعت صحابہ سے بالاجماع ثابت ہے قدیر اور انشاء اللہ تعالیٰ قریباً ضمن ممبر

ہم اس قاعدہ کو مفصلاً ذکر کریں گے مغالطہ ۶ اسی طرح مسئلہ صفات

ایک بزرگ کے ذریعہ سے رسالہ حمویہ تصنیف شیخ الاسلام عبدالسلام ابن تیمیہ کا کہ

مختوش اور بہت غلط تھا مہم کو مل گیا اسکو بھی سخت غم ہو مطالعہ کیا اور اس کے مضامین

پر واقف ہوا اور عقاید متکلمین کے کہ مدت عمر سے مرکوز خاطر تھے اس کے فضل سے

بالکلیہ زایل ہو گئے ہدایہ یہ بزرگ وہی شخص ہے جس کے طعن عجیبی

کے واسطے مصنف نے یہ رسالہ بنایا ہے خود اقرار کرتا ہے کہ ایک بزرگ کے طفیل

رسالہ حمویہ صاف تہہ آیا جو مصنف کے درستی عقاید کا سبب ہوا اور سچے شکرانہ نعمت

کے یہ رسالہ جو مجبورہ طعن و تشنیع ہے لکھا کہ چھپوایا و ما نفقوا الا ان اغناهم اللہ

وہ رسولہ من فضله فان یتوبوا لایک خیر لہم الا لایہ آپ کو علاوہ درجہ اجتہاد کے

مصنفین اور علم تاریخ میں ہی بڑا دخل ہے لکھتے ہیں (رسالہ حمویہ تصنیف شیخ الاسلام

عبدالسلام بن تیمیہ کا) اور وہ اصل میں احمد بن عبدالحمیم کی تالیف ہے اسکی دسی

مشہور ہے کہ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا: الا یا ایہا الساقی اور کاسا ونا ولہا
مغالطہ ۷ اور ہاتھ سے ہاتھ لے کر ملا نا اس عہد کے علامات اور امارات
 میں نفس بیعت میں داخل نہیں **ہدایہ** بیعت کے وقت میں ہاتھ پکڑنا عقد و عہد
 فعلی ہے جس سے تاکید و پختگی عہد لسانی کی مقصود ہوتی ہے اور عقد فعلی عقد لسانی
 کی علامت اور نشانی نہیں بلکہ ایک مستقل عہد **عقد المؤمن کا خذ الکف**

مومن کا زبانی وعدہ (پختگی میں) مانند پکڑنے ہاتھ کی ہے (جیسے اقرار کے وقت ہاتھ
 پر ہاتھ مارتے ہیں اور اسکو پکا وعدہ سمجھتے ہیں) مومن کا زبانی وعدہ ایسا ہے عقد لسانی
 جبکہ عقد فعلی سے قوت و بجا دے محض عقد لسانی سے ضرور زیادہ معتبر اور مضبوط
 ہوگا **میکل اللہ حقوق الیدین** جنہوں نے پیغمبر خدا صلعم سے بیعت کی انکو حق میں فرمایا
 اکتے ہاتھ پر اسد کا ہاتھ ہے اس آیت سے عہد فعلی کی کس قدر عظمت اور بزرگی ثابت ہو
 ہے اگر ہاتھ میں ہاتھ لینا محض علامت عہد لسانی ہو تا تو اس قدر فضیلت نہ ہوتی مگر
 بات سمجھنے کیواسطے عقل درکار ہے طرفہ یہ ہے کہ یہاں ہاتھ میں ہاتھ لینا علامہ ٹھہرایا
 اور صفحہ ۲۹ میں زایدات بتلایا ہے اور صفحہ ۳۰ میں مسنون بلکہ صفحہ ۶ میں طریقہ حسنہ نبویہ
 لکھ دیا ہے ان عبارتوں کو راقم نے نمبر (۱) اور نمبر (۲) اور نمبر (۳) میں بعینہ نقل

کئی میں **مغالطہ ۸** اور بیعت مروجہ یعنی پیری و مریدی کے علامات
 غیر مختصر ہیں بعضوں نے اس عہد کے علامات چار اہر و کی صفائی ٹھہرائی ہے اور بعضوں
 نے سر کے تھوڑے سے بال کتر لیا اور بعضوں نے داغ کندھے پر دیا اور کوئی بنگ کا
 پیالہ دیا ہے اور کوئی کنبہ اور قلابہ ہاتھ میں ڈال لیتا ہے جب یہ نوبت علما تک
 پہنچی اور علماؤں نے دیکھا کہ اس کسب کا طہر اخرج ہے تو انہوں نے ان سب واپس
 کو چھوڑ کر پہلے پیری و مریدی کے علامت خرقدینا شروع کیا انتہی مختصر **ہدایہ**
 کس کتاب میں لکھا ہے اور کون کہتا ہے کہ رواج خرقد سے پہلے علامت بیعت یہ تھکتا

تھی اگر دعویٰ ہے تو کسی کتاب کا حوالہ دو ہم کہتے ہیں کہ یہ قول سراسر جھوٹ ہے اگر
 تمہارا کہنا ٹھیک ہو تو پھر ان منکرات و اہیات کو ملحق بالسنۃ و جنات کہنا چاہئے
 کیونکہ اتباع تبع تابعین میں خرقہ کا عام طور پر رواج ہو گیا تھا اگرچہ جلال الدین رحمہ اللہ
 اختلاف الفرق ربو صل الحق فرمیں اور مولوی عبد العزیز ملتانی نے (کوثر النبی میں
 علی مرتضیٰ سے اعطاء خرقہ کے تصحیح کی ہے اور بعض محدثین نے سند خرقہ کیل بر جلیل
 تک جو حضرت مرتضیٰ کے اصحاب سے تھے اور اوہیں قرنی تک جو اصحاب عمر فاروق رضی
 تھے بصحت پہنچا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں سخاوی سے استبا
 کو نقل کیا ہے اور شیخ قطانی نے حافظ ابن حجر سے مکر محدثین کو ان روایات کی تصحیح
 میں گفتگوئے قول صحیح و راجح یہ ہے کہ رواج خرقہ شیخ جنید رحمہ اللہ کے ہم عصرون سے تھا جیسا
 کہ شیخ شہاب الدین سہروردی اور صاحب ننباہ نے بعد بحث کثیر کے اور نواب حسین
 صاحب نے اس قول کو صحیح اور راجح کہا ہے اور ولادت و وفات شیخ جنید ماہ ثالثہ میں
 ہے یا فعی وغیرہ اہل تواریخ نے اس کے ساتھ تصریح کی ہے ہم عصر امام احمد اور بخاری کے
 ہیں اور وہ اتباع تبع تابعین میں سے ہیں جبکہ خرقہ اتباع تبع تابعین سے ثابت ہے
 تو دیگر و اہیات معاذ اللہ بقول مصنف افعال صحابہ و تابعین ٹھہرے اور پھر انکو
 و اہیات کہنا خطا و جنون ہے۔ **مغالطہ** اسکے بعد جب انہوں نے اس
 امر میں خسارہ دیکھا کیونکہ ایک دن میں سیکڑوں مرید بجاتے ہیں اور روپیہ بہت
 خرچ ہوتا ہے **ہدایہ** یہ تمہاری بدظنی ہے خوب عادت پکڑی ہے اپنے
 نفس کا تزکیہ کرنا اور ایمہ دین کو عیب لگانا۔ مقام غور ہے کہ اس طریقہ کے پیشوا ناند
 شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ و حضرت جنید بغدادی و حضرت بانیزید بطنی
 و امثال انکے پیروی مریدی واسطے عروج اور عزت دنیا کے کرتے تھے جیسا مصنف
 کہتا ہے اور یہ کہنا کہ بخل کے باعث خرقہ پہنانا چھوڑ دیا اس پر یہ مثال صادق آتی ہے

کل اناء یفرشع بما فیہ ایسے کام علماء ظاہر پرست کے ہوتے ہیں جو کین کا حق بھی کہا جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ صوفیہ کلام متوفیق ملک علامہ رحمہ دینار کو بھیکری برابر نہیں سمجھتے۔ ہر طرف سے مال بشتا رہا ہے اور خلق اللہ پر فی سبیل اللہ نثار کر دیتے ہیں اگرچہ پہلے منقولات کا اعتبار نہ ہو تو بقیۃ الاولیاء فخر الاصغیر المعروف عبد الغفران رضی اللہ عنہ کا حال اپنے دل اور دیگر معصرون سے دریافت کرو۔

ع

مغالطہ ۱۰ اس واسطے سوچ کر کے بیعت کو کہ ایک طریقہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھا شروع کیا **ہدایہ** بیعت مسنونہ کو خود ہی طریقہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پر بدعات میں شمار کرنا اس قسم کی فریب دہی ہے جیسے محد کہا کرتے ہیں جو کوئی بدعت شرک اور عبادت غیر اللہ سے خالی نہیں تمام مذہبوں میں عبادت غیر اللہ کا رواج ہو گیا ہے کوئی ستارہ پوچتا ہے کوئی پتوں کو جھنڈے قبور اولیاء کو پوجتے ہیں اور بعض فرشتگان خدا کو کوئی انبیاء کو معبود و کپڑا ہے کوئی کعبہ درجہ اسود اور مقام اسراریم کو مسجود ٹھہراتا ہے ایک لٹکا جاتا ہے اور ایک زیارت قبور انبیاء و اولیاء و بیت اللہ کو کسی نے مندر مکان کو کھٹھ کو مانا اور کیسے بیت اللہ اور ساجد کو واجب التعظیم جانا غرض ایسے تبلیغات و شبہات سے لوگوں کے دلوں میں شک ڈالتے ہیں اور حق و باطل کو خلط کر کے طرف الحاو کی لیجاتے ہیں جو سنت حضرت رسالت سے بتواتر لفظی و معنوی ثابت ہوا و سکود بدعات مستحذہ صوفیہ میں شمار کرنا اہل الحاد کا کام ہے خدا عز و جل ہم کو اور مصنف کو اس سے بچا دے **مغالطہ ۱۱** بیعت کرنے میں ہر فریق نے اپنا اپنا طریق علیحدہ علیحدہ مقرر کیا کیسے ہاتھ میں ہاتھ لیکر مرید سے کلمہ شہادت پڑھا اور سجدہ ایمان کرنا شروع کیا اس میں اشارہ یہ ہے کہ سوائے پیری و مریدی کے انسان کافر ہوتا ہے اور قبل از بیعت بے ایمان تھا **ہدایہ** کلمہ شہادت جو نماز اور خولہ اور اذان و دیگر مقامات میں پڑھا جاتا ہے بیشک اس سے سجدہ ایمان کی حاجت پُر

۱۱

اب تم کھو کیا ان مقامات میں کلمہ پڑھنے سے پہلے آدمی کا فرہوتا ہے اور یا ایمان والے کے حق میں کلمہ پڑھنا لغو ہے۔ مصنف پچارہ کو ظاہر کیا کہ کلام اللہ سے ہی خبر نہیں۔ ایسی لاف زنی کی کیا ضرورت تھی (کہ قرآن و حدیث کی حارست سے قوت استنباط پیدا ہوئی) آپ کی تصنیف ہی آپ کے دعویٰ کو چٹھلاتی ہے۔ تصنیف گواہ اورست کہ قولش درست نیست شاید پارہ اول ہی نہیں پڑھا کہ **قَالَ لَرَبِّ الْعَالَمِينَ** تا بعد از ہوا میں رب العالمین کی کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حکم الہی تجرید اسلام کرے تو بقاعدہ مصنف لازم ہوگا کہ اس سے پہلے معاذ اللہ حضرت ابراہیم کا فریتہ اور یا پروردگار کا کہنا اور حضرت ابراہیم کا ماننا لغو تھا اعادنا اللہ من اللہ و اسوں جب غریب کو پہلے پارہ کنی خبر نہیں تو سورہ نمل کا قصہ کہان سے جانتا ملکہ سبائے کہا **اسْمُكَ مَعَ سُلَيْمَانَ** **لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** میں اسلام لائی ساتھ سلیمان کے واسطے اللہ رب العالمین کے اور اس آیت کریمہ سے پہلے بے **وَأَوْفَيْنَا الْعَالَمِينَ** قبل از کے **مَّا مَسْلُمِينَ** اور ہم اس سے پہلے جان چکے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت سلیمان کے روبرو اسلمت مع سلیمان کہا اس سے پہلے ہی مشرف باسلام تھی تجدد ایمان پر طعن کرنا دلیل ہے اوپر بے خبری مصنف کے مسائل قرآنیہ سے قرآن مجید میں حکم ہے ساتھ تجدید ایمان کے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ** اسی ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر یعنی اے ایمان والو تجدید ایمان کرو اللہ کے سچے بندہ ہر وقت تجدید ایمان کرتے رہتے ہیں حافظ ابن قیم نے مدارج میں لکھا ہے **وكان شيخنا الاسلام ابن تيمية اذا ثنى عليه في وجهه يقول والله اني الى الان اجد داسلامي كل وقت وما اسلمت بعد اسلامي جدًا**

یہ تو بتلائے کہ نماز کی دعائیں ماثورہ ہی یا دہین یا نہیں آپ کے اختصار نماز سے
تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاید سنا جاتے ہو حضرت رسالت کو مع و مسجد میں فرمایا کرتے
بَاکِ الْمُنْتِ وَالْاَسْلَمَتِ اور حکم دیتے کہ سوتے وقت کہو اَمْنَتِ
بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ

میں ایمان لایا تیری اُس کتاب پر جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا کیا
اس تجرید ایمان سے زمانہ سابق کا کفر لازم آدیکھایا کلام لغو ہوگی آنحضرت فرماتے ہیں
افضل الذکر **لا اِلهَ اِلَّا اللہ** رواہ الترمذی وابن ماجہ افضل ذکر ہے
لا الہ الا اللہ پڑھنا اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی لیے پروردگار تو مجھے سکھایا کوئی دعا
جیسے ساتھ میں تجھ کو پکاروں پس حکم ہوا **قل لا اِلهَ اِلَّا اللہ** تو کہہ لا الہ الا اللہ
رواہ البغوی نے شرح السنۃ ان احادیث سے فضیلت کلمہ توحید کی ثابت ہے
یہ ایسا ورد ہے کہ رب العالمین نے اپنے رسول کو اسکی ملامت کا حکم دیا اور رسول خدا
نے امت کو سکھایا اسکا انکار فیضان غیبی سے حرام کی علامت ہے۔ کیا آپ ورد کلمہ شہاد
کو تحصیل حاصل سمجھتے ہیں یا بخوف لزوم اقرار کفر بزبان سابقہ کلمہ پڑھنے سے منکر ہیں۔

۱۳

مغالطہ ۱۲۔ اور کوئی اس طرح کہہ نہ کہہ میں ہاتھ لیکر خود الحمد پڑھتا ہے
اور بعض انکار دیگر مرید سے کہتا ہے کہ توبہ کی میں گناہوں سے اور کہتا ہے اے بیٹا
نماز پڑھنا روزہ رکھنا انتہی مختصر **ہدایہ** مصنف کی عبارت میں کنقد
تقدیر تاخیر ہوا ہے مگر کچھ مضمر مطلب نہیں مقصود حاصل ہے مصنف کی خوبی
دیکھو جو تعلیم فاتحہ اور تاکید نماز و روزہ اور توبہ اور ذکر الہی کو بدعات و کفریات مستحیثہ
میں داخل کرتا ہے ان تعلیمات اور اشغال پر طعن کرنا شایانِ سوسن نہیں حضرت رست
اپنے اصحاب کو فائزہ تعلیم کرتے صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت نے ابوسعید رضی اللہ عنہ
کو فرمایا **اَلَا اَعْلَمُکَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ**

ھی السبع المثانی والقرآن العظیم کیا میں نہ سکھاؤں تجھے سب طہری
 درجہ والی سورت قرآن میں وہ الحمد سر رب العالمین اسکا نام ہے سبع مثانی اور یہی ہے
 قرآن عظیم ترمذی میں ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ارشاد کیا واللہ فی نفسہ
 بیدہ ما انزلت فی التورہ ولا فی الانجیل ولا فی الزبور
 ولا فی القرآن مثلہا قسم ہے اس ذات کی جو میری جان اُسکے قبضہ میں ہے
 سورۃ فاتحہ جیسی کوئی سورت تورات اور انجیل اور زبور اور قرآن مجید میں نہیں نازل
 کی گئی اور وارمی اور بیہقی نے روایت کیا ہے فی فاتحۃ الكتاب شفاء
 من کل داء سورۃ الحمد میں ہر بیماری سے شفا ہے اس تعلیم اور بیان فضیلت سے
 یہی مقصود تھا کہ اسکا التزام کریں اور وظیفہ پکڑیں **مغالطہ ۱۳** اور عورتوں کی
 بیعت کا یہ طریق نکالا ہے کہ ایک برتن میں پانی ڈالکر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں داخل کرکے
 یا کپڑا ایک طرف سے آپ پکڑ کر اور دوسری طرف سے عورت کو کپڑا ناؤ ہی اڈکا جو چھپے
 نہ کور ہوئے اُسکو پٹانے الی قولہ اور صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلعم نے عورتوں سے
 قولی بیعت کی یہ فعال مستحضر نہیں کئے **ہدایہ** ثم جو کہتے ہو کہ صوفی لوگ
 عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہیں یہ محض افتراء اور بہتان علی زمرۃ الاصفیاء
 ہے کیسے کہی ایسا نہیں کیا ہاں اتنی بات بعض مشائخ سے منقول ہے کہ وقت
 عہد سانی کے ایک بڑے برتن میں پانی ڈالکر اسکی ایک طرف میں پیر ہاتھ رکھتا تھا
 اور دوسری طرف عورت بیعت کر نیوالی اور کہی بوقت بیعت کپڑے کا ایک کنارہ
 آپ پکڑتے ہیں اور دوسرے کنارہ اُسکو پکڑنے کا حکم دیتے ہیں فی الجملہ اس عمل کو سطل
 کچھ تو سنت میں سند ہے عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جابر قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ابایح النساء وجا بقدر ماء فغس يدیه فیہ
 ثم یغس لیدیهن فیدہا رواہ عن عمر بن شعیب وہ نقل کرتے ہیں اپنے باپ

وہ اوسکے دادا سے کہا اوس نے تھے رسول اللہ صلعم جبوقت بیعت کرتے عورتوں سے منگاتے ایک پیالہ پانی کا پہر ڈالتے ہاتھ اپنا اسمین پہر ڈباتین عورتین اپنی ہاتھ اُٹھین روایت کیا ہے اسکو ابن سعد اور ابن مردویہ نے اور ابن اسحاق نے مغازی میں عن الشَّعْبِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبَايِعُ النِّسَاءَ وَوَضَعَ عَلَى يَدِهَا ثَوْبًا آخِرَهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ سَعْدٍ وَابُو دَاوُدُ وَدُرِّي الْمُرَّادِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقُ الْيَافِئِيُّ اور روایت ہے امام شعبی سے کہا اوس نے تھے رسول اللہ صلعم بیعت کرتے عورتوں سے اور رکھہ لیتے کپڑا اپنے ہاتھ پر اس روایت کو بیان کیا ہے ابو داؤد اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن سعد نے اگرچہ یہ روایت مرسل ہے مگر بہت محدثین کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے آئندہ ہم اس مسئلہ کو انشاء اللہ تعالیٰ ہدایت ممبر ۹ تفصیل لکھیں گے۔ مصنف صاحب بلوغ المرام اپکا مبلغ علم ہے اگر کوئی مسئلہ بلوغ المرام میں نظر نہ آیا تو حکم لگا دیا کہ اس مسئلہ کا کہین وجود نہیں اور لوگوں کے تکفیر کیواسطے قول صاحب تتمہ الفتاویٰ کو کافی جانتا ہے صوفیہ جن کے افعال و اقوال کے لئے فی الجملہ کتاب و سنت سے استناد ہے اُن پر طعن کرنا اور خود ایک کٹ ملا کے کہنے سے مستیج کبار کو کا فر بنانا عجیب طرح کا اجتہاد ہے خود رافضییت و دیگران رانصیحت مغالطہ ۱۴۔ پس یہ عاجز انشاء اللہ تعالیٰ ان سب امور مفصلہ بالا کا علیحدہ علیحدہ بدلائل قرآنیہ و احادیث صحیحہ یا حسنہ جواب دیتا ہے انشاء اللہ کوئی ضعیف حدیث اسمین داخل نہ کرے گا **ہدایہ** مصنف نے ایفاء وعدہ نہیں کیا دلائل قرآنیہ و احادیث صحیحہ تو درکنار کسی محل جواب میں حدیث ضعیف بلکہ موضوع یا کسی عالم کا قول کہ نہیں لایا جس قدر ہے اپنی طرف سے خیال بند ہی ہے جو سراسر پوچ ہے **مغالطہ ۱۵** رسول اللہ صلعم تارک مستحبات کو بھی ملامت کرتے تھے جیسا کہ ایک انصاری اور سخی ماری بنانیوالے سے معروض کیا اور اس سے بروگردانی فرمائی حالانکہ اونچا گھر بنانا حاجت کیواسطے مباح ہے

ہدایہ سو اپر کے افاقہ میں ہی مصنف کے حواس درست نہیں ہوتے
 دیکھو مستحب امر کی مثال بیان کر رہے ہیں اور گے چکلا دیکھو مباح کہتا ہے انصاری کے
 قصیدین ترک مستحب فعل مباح کا ذکر نہیں۔ انصاری کا بالا خانہ زاید از حاجت تھا اور
 حضرت رسالت عمارت فضول کو منع اور حرام فرمایا کرتے دیکھو اسی حدیث میں ہے
 اما ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا ما لا یجنی الا ما لا بد منه ہر عمارت
 بنانیولے پر وبال ہے مگر جسکے بنائے سو چارہ نہ ہو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اگر
 انصاری کا بالا خانہ بنا بر حاجت ہوتا تو کچھ محل ملاست نہ تھا اس پوری حدیث کو پکڑ کر
 سمجھ میں آجا دیکھا کہ انصاری نے فضول عمارت بنا کر ارتکاب مرموع کیا تھا اسوا سطح
 حضرت نے اعراض فرمایا نہ ترک استحباب پر **مغالطہ ۱۶** سو چہون کے بال بڑھا
 والون پر اور بالون کٹے دھونے والون پر کپڑے میلے رکھنے والے پر اور ایک پانوں
 ننگا اور ایک پانوں میں جو تہ پہنکر چلنے والے پر اور سخا صر کر نیولے پر وغیر ذلک سخت
 ملاست کرتے تھے **ہدایہ** یہ سب مہنیاں شرعی ہیں مصنف صاحب کو
 امر مباح ومنہی عنہ کی تمیز نہیں اور دعویٰ اجہتا وہ ہے انہی اور منع کے دلائل
 سے سنئے ترمذی اور نسائی اور احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسالت نے
 فرمایا من لہ یاخذ من شاربہ فلیس مباحا جو شخص اپنے سوچہ میں نہیں کترے وہ
 ہمراہ نہیں اور احمد و نسائی نے روایت کیا من کان لہ شعر فلیکرمہ جو شخص
 بال کہتا ہو پس چاہئے عزت سے رکھے اسکو اس میں اکرام کا امر ہے اور امر وجوب کو
 چاہتا ہے اور یہ بھی احمد و نسائی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے ایک شخص کا
 لباس میلہ دیکھ کر فرمایا اما یجد هذا ما یفسل بہ ثوبہ کیا اسے کچھ میسر نہیں آتا
 جس سے دھو دے اپنے کپڑے۔ میکہ کپڑوں سے دوسروں کو بدبو آتی ہے اور پوسے
 پاس لے مسلمانوں اور ملائکہ کو ایذا پہنچتی ہے ایذا رسانی ممنوع اور مذموم ہے تو میلہ

یہی ضرور ممنوع ہونا چاہئے اور برہ روایت متفق علیہ ثابت و لا یمیش احدکم فی
 فعل واحد کوئی شخص ایک ہی جو نہ پہنک نہ چلے یہ سب کام اس واسطے ممنوع ہیں
 کہ انہیں مشابہت بزمہ مفہوران خدا ہے اعاذنا من غضبہ و موچہون کے بڑھانے
 میں تشبہ بالجوس ہے اور بالکبیرے اور میلے کپڑے رکھنے کو عادت شیطان فرمایا اور
 ایک جو نہ پہنک نہ چلنا یہ بھی فعل البلیس بتایا اور تخاصر کو فرمایا کہ اس طرح اہل ذریعہ آرام کیا
 کرینگے اور تشبہ بالیہود سے چونکہ انہی مشابہت اختیار کرنے معصیت تھی تو مرتکب
 معصیت پر ملامت فرمائی **مغالطہ ۱۷** ابلکہ فرمایا منی مرغیب عن سنتی فلیس
 منی **ہدایہ** رغبت عن الشئ کے معنی ہیں ایک چیز سے بیزار ہونا اور نفرت کرنا
 یہ نہیں کہ ترک کر نیکو رغبت عن الشئ کہیں تارک بیعت کو مصداق اس حدیث کا نہ تھا
 جاوید کا کہ جو مصنف کی طرح منکر ہے وہی مصداق ٹھہر گیا تارک مستحب کو اس وعید کا مورد
 ٹھہرانا بعید ہونا کام ہے صحیح حدیث میں ہے ان الله یحب ان یوتی رخصۃ کھایا
 ان یوتی عنایمہ بیشک اسد جلشانہ پسند کرتا ہے اس بات کو جو اسکی رخصتوں پر
 عمل کیا جاوے جیسا پسند کرتا ہے غریمتوں پر عمل کر نیکو غریم کے معنی ہیں مستحبات بحکم
 اس حدیث کہ جیسا کہ عمل مستحبات پسندیدہ حضرت الہی ہے ویسا ہی انکار ترک بھی مرضی
 خداوندی ہے جب پروردگار کسی امر کی اجازت دے تو حضرت رسالت کیونکر منع
 اور وعید فرمادین گے **مغالطہ ۱۸** اور عبداللہ بن عمر کو ترک تہجد پر ملامت کی
ہدایہ حضرت صلح نے اس عمر کو ترک تہجد پر ملامت نہیں فرمائی اگر آپ
 اس حدیث کو نقل کر دیتے تو ہمیں یہی یقین آجاتا۔ البتہ اس مضمون کی حدیث تو ہے کہ
 عبداللہ مرد صالح ہے کاش تہجد گزار ہوتا م لفظ کاش لفظ تمنی ہے کلمہ ملامت نہیں۔
مغالطہ ۱۹ اور یہ معیت جو ابتداء سے تافیح کہ رسول اللہ صلح کر تے رہے سنت
 موکدہ سے بڑھ کر واجب کے حد کو پہنچتی ہے اور معلوم ہے بالبداہت کہ کسی صحابی نے دو بڑ

۱۷

۱۸

۱۹

رسول صلعم کے یہ عمل آپس میں نہیں کیا مثل السلام علیکم جو آپس میں کرتے تھے اگر یہ سنت سنت مستفیضہ ہوتی تو رسول کریم نے صحابہ کرام کو آپس میں بیعت کرنے کا کیون حکم نکلیا ہوتا **ہدایہ** اس کلام سے مصنف کی یہ غرض ہے کہ رسول صلعم تو بیکار مستحب بلکہ فعل مہل جس کے اقرار کرنا والے کو غلامت کیا کرتے تھے اراکان بیعت کو غلامت کیوں نہ کہ یہ تھے مگر اہل دعویٰ ثابت کرنا چاہتے تھے ہاں دعویٰ ثابت نہیں ہوا اور مسئلہ بیعت کی تفریع اسپر کردی کہ اگر بیعت سنت مستفیضہ ہوتی تو ضرور رسول صلعم صحابہ کرام کو حکم دیتے کہ آپس میں بیعت کیا کرو بناؤ فاسد علی الفاسد کر کے سنت فعلی اور تقریری کا مصنف نے انکار کر دیا شاید تمہاری نزدیک سنت قولی کے سوا دوسری قسم کی کوئی سنت نہیں اتنا ہی نہیں جانتے کہ مسئلہ بیعت ان مسائل میں سے ہے جو خصوصیت رکھتی ہیں ساتھ ارا اور بہتر کے جیسے خلافت امارت قضا امامت ان کاموں کے واسطے ایک ہی شخص مقرر ہوتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک امام یا خلیفہ یا قاضی بن جائے مصنف خوش فہم یہاں لکھتے ہیں (یہ بیعت جو ابتداء سے نافذ تھی کہ رسول اللہ صلعم کرتے رہے اور صفحہ ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ بیعت قوبہ واستغفار کے اول امر میں تھی یعنی قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک ہوئی) حافظہ اور لیاقت ہو تو ایسی ہو ایک صفحہ میں کچھ لکھتے ہیں دوسرے میں کچھ ان دونوں باتوں کی غلطی ہم ہدایہ (ممبر ۷) میں واضح بیان کر چکے ہیں **ہدایہ** یہ تمہارا قاعدہ تمام اہل اسلام سے برخلاف ہے اگر اس قاعدہ کو تسلیم کریں تو نام فعلی اور تقریری سنتوں سے انکار کرنا پڑے گا۔ ہزاروں امور شرعی حضرت رسالت صلعم کے فعل سے یا کسی کو کوئی کام کرنا دیکھا کہ سکوت فرمانے سے ثابت ہیں ان سے اگر انکار کیا جاوے تو دو ثلث شریعت سے انکار لازم آتا ہے بہت سائل شرعی ہیں کہ وہ افعال شایع کئے گئے اور امام تبرغیب و تاکید نہیں فرمائی مگر مصنف وجہ اہم حدیث کے نزدیک مستحبات و مندوبات سے ہیں مثلاً نفعیہ میں اخلاص لیسلمہ مصائب حوادث کے وقت قنوت کا پڑھنا

اور اگر کسی کو مراد اس بیعت سے ہے کہ
شیخ نے کہا کہ اسے جو بیعت اسلام اور
جو اراکان بیعت کو غلامت کیوں نہ کہ یہ تھے
مگر اہل دعویٰ ثابت کرنا چاہتے تھے ہاں دعویٰ
ثابت نہیں ہوا اور مسئلہ بیعت کی تفریع
اسپر کردی کہ اگر بیعت سنت مستفیضہ ہوتی
تو ضرور رسول صلعم صحابہ کرام کو حکم دیتے
کہ آپس میں بیعت کیا کرو بناؤ فاسد علی
الفاسد کر کے سنت فعلی اور تقریری کا
مصنف نے انکار کر دیا شاید تمہاری
دیکھ کر دیا شاید تمہاری نزدیک سنت قولی
کے سوا دوسری قسم کی کوئی سنت نہیں اتنا
ہی نہیں جانتے کہ مسئلہ بیعت ان مسائل میں
سے ہے جو خصوصیت رکھتی ہیں ساتھ ارا اور
بہتر کے جیسے خلافت امارت قضا امامت ان
کاموں کے واسطے ایک ہی شخص مقرر ہوتا
ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک امام یا
خلیفہ یا قاضی بن جائے مصنف خوش فہم
یہاں لکھتے ہیں (یہ بیعت جو ابتداء سے
نافذ تھی کہ رسول اللہ صلعم کرتے رہے
اور صفحہ ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ بیعت
قوبہ واستغفار کے اول امر میں تھی یعنی
قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک
ہوئی) حافظہ اور لیاقت ہو تو ایسی ہو
ایک صفحہ میں کچھ لکھتے ہیں دوسرے
میں کچھ ان دونوں باتوں کی غلطی ہم
ہدایہ (ممبر ۷) میں واضح بیان کر چکے
ہیں **ہدایہ** یہ تمہارا قاعدہ تمام اہل
اسلام سے برخلاف ہے اگر اس قاعدہ کو
تسلیم کریں تو نام فعلی اور تقریری
سنتوں سے انکار کرنا پڑے گا۔ ہزاروں
امور شرعی حضرت رسالت صلعم کے فعل
سے یا کسی کو کوئی کام کرنا دیکھا کہ
سکوت فرمانے سے ثابت ہیں ان سے اگر
انکار کیا جاوے تو دو ثلث شریعت سے
انکار لازم آتا ہے بہت سائل شرعی ہیں
کہ وہ افعال شایع کئے گئے اور امام
تبرغیب و تاکید نہیں فرمائی مگر مصنف
وجہ اہم حدیث کے نزدیک مستحبات و
مندوبات سے ہیں مثلاً نفعیہ میں اخلاص
لیسلمہ مصائب حوادث کے وقت قنوت کا
پڑھنا

جلد مخدین انکو سنت جانتے ہیں اور مصنف کا ان پر عمل بھی مصنف و اہل حیران مسائل
 میں سے ایک مسئلہ پر ترغیب و تاکید ثابت کرے ایسی مثالیں بہت ہیں مگر خوفِ حق
 اسی پر اکتفا کیا گیا **مغالطہ ۲۱** اور جس امر کو پیچھے جاری کنیکی مرضی تھی اور اپنے
 خاصہ کی نفی کرنی تھی اپنے روبرو کسی اور سے کرادیا **ہدایہ** یہ قاعدہ پہلے کا
 سے بھی ٹیکہ غلط ہے ومان سنت فعلی اور تقریری سے انکار تھا اور یہاں سنت فعلی
 سے ہی انکار کر دیا گیا وہی فعل سنت ہوگا جسکا حکم حضرت دیکھ اپنے روبرو عمل کرادین
 بیعت الخلافت جسکو ثم سنت مانتے ہو اس قاعدہ کے موافق سنت نہ ہوگی کیونکہ حضرت
 پیغمبر خدا نے کسی کو حکم نہیں کیا کہ ہمارے روبرو ابوبکر یا عمر یا عثمان یا علی کے ہاتھ پر بیعت کرو
 بہت دعائیں حضرت نماز میں اور صبح و شام و دیگر اوقات میں پڑھتے اور کسی کو حکم نہ فرماتے
 کہ تو ہمارے سامنے پڑھ حالانکہ تمام علماء اُمت کا ان کی سنت مستفیضہ ہونے پر اتفاق ہے
 یہ سب قواعد مصنف کے خانہ ساز نہیں مسلمانوں میں سے کوئی قائل نہیں ہے **مغالطہ ۲۲**
 جیسا جماعت عبدالرحمن اور ابوبکر سے کرادی **ہدایہ** یہ مثالیں مفید مدعا نہیں
 کیونکہ حضرت پیغمبر خدا نے عبدالرحمن کو امامت کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ بحالت نہ موجود ہونے پر حضرت
 کے امام ہو گئے تھے یہ واقعہ اس طور پر ہوا کہ حضرت سفر میں تھے حضرت عبدالرحمن اور چند
 اصحاب گئے نکل گئے آنحضرت پہنچے نہ تھے کہ نماز فجر کا وقت ہو گیا عبدالرحمن نماز پڑھانے
 لگے ایک ہی رکعت ہوئی تھی کہ اتنے میں آنحضرت تشریف لائے اور دوسری رکعت میں داخل
 جماعت ہوئے اور آنحضرت بسبب غلبہ مرض کے مسجد تک نہ چل سکے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت
 سونپا اور ابوبکر جماعت ہو رہی تھی تو کس قدر آنحضرت نے مرض میں تخفیف دیکھی اور سجدہ
 میں تشریف لے گئے اور ابوبکر صدیق چھپ چھپا اُٹھو اور آنحضرت نے امامت کرا لی پس یہ قول مصنف
 کا (اپنی روبرو کسی اور سے کرادی جیسا کہ جماعت عبدالرحمن اور ابوبکر سے کرادی) سراسر غلط
 ہے جبکہ شوق تحقیق ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم کو ملاحظہ کرے دیکھنے سے مصنف صواب

کی درایت روایت ظاہر ہو جائیگی۔ اگر یہ سبیل منزل ہم ان واقعات کو جیسا مصنف نے بیان کیا ہے اسی طرح مان لین تو یہی مفید مطلب نہیں کیونکہ کثیر علماء کے نزدیک حجت واجبہ ہر چنانچہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ میں وجوب کو ثابت کیا ہے اور امر سنوں کو امر واجب پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے مگر مصنف تصور علم کے سبب بغیر نہیں کر سکتا **مغالطہ ۲۳** جب بیعت کئی کسیکو ترغیبی غیبی نہ کسی سے کہائی تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر مستفیضہ نہ تھا **ہدایہ** جب بنی اس دعویٰ کا ہم اچھی طرح سے ہدایہ (ممبر ۲) میں باطل کر چکے ہیں پس بنی اس پر آپ ہی باطل ہو چکی چکا کہ بیعت کی تاکید و ترتیب آیات و احادیث سے ہم ہدایہ نمبر (۳۷) اور نمبر (۸۰) میں بخوبی ثابت کر چکے ہیں **مغالطہ ۲۴** وجہ دوم یہ کہ اگر رسول اللہ صلعم کا بیعت کرنا اس پر دال ہو تا کہ میرے پیچھے ہی یہ امر جاری رہے تو ضرور صحابہ کرام بعد وفات رسول اللہ صلعم کے کسی کو اس کام پر مقرر کر دیتے جب انہوں نے کسی کو اس کام پر مقرر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے خاتمہ سمجھا ہے **ہدایہ** یہ دعویٰ غلط ہے صحابہ کرام نے اول ابوبکر صدیق اؤن کے بعد عمر فاروق ازان بعد حضرت عثمان انسے پیچھے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی کیا مصنف کو خلفائے راشدین کی خلافت اور بیعت سے یہی انکار ہے دیکھو سب مفسرین اس آیت کریمہ کو مفسر کفر بعد از لاک فاو لئلاک ہم الفاسق پس جس شخص نے انکار کیا بعد اسکے پس وہی بہین فاسق منکران خلافت خلفاء اربعہ کے حق میں وعید مبتلا ہے بن اب مصنف یہ کہہ سکا جو یہ بیعت قبول خلافت کی تھی یعنی عہد اس بات کا کہ ہم بغاوت نہ کریں گے اسکے جواب میں ہم روایات کتب حدیث پیش کر رہے ہیں اہل انصاف کو معلوم ہو جاوے گا کہ حق بجانب کس کے ہر صحیح بخاری میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بوقت خلافت خلیفہ سویم مشورت صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور بیعت کے وقت یہ کہہ ابا یعلک علی سنۃ اللہ وسنۃ رسولہ

۲۳

۲۴

والخلفائین من بعدہ یعنی میں تیری بیعت کرتا ہوں کتاب خدا و سنت رسول
و طریقہ شیخین پر اور امام احمد کے روایت میں ہے ابایعنا علی کتاب اللہ و سنتہ
و سائرۃ ابی بکر و عمر میں تیری بیعت کرتا ہوں اور یہ کتاب اسدا و
سنت رسول اسدا و طریقہ ابوبکر و عمر کے جس بیعت کا ان روایتوں میں ذکر ہے یہ بیعت
تقویٰ ہے خلافت وغیرہ امور شرعیہ سب اس میں داخل ہیں۔ اور عباد اللہ بن خطلہ امیر
مدینہ نے وقتہ الحوہ میں لوگوں سے ساتھ مرنے کے بیعت لی یہ قصہ بخاری میں موجود
اور یہ بیعت بیعت خلافت کے سوا اور ہی بیعت تھی۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا

۲۵

فقالہ من نور مغالطہ ۲۵ اور نیز اگر یہ سنت مستفیضہ ہوتی اور خاصہ نہ ہوتا
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محروم نہ رکھتے بلکہ کل سے کرتے **ہدایہ** اسکو
دلیل خصوص ٹھہرا نکال جبروت ہی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو احکام شرعیہ میں دست
انداژ کرنے پر ٹھہری دلیری ہے حکم شرعی کی تخصیص سوائے حکم شارع کے کسیکے لای سے نہیں ہو سکتی
ایسے موقع پر کوئی آیت یا حدیث پیش کرنا ضروری ہے کچھ نہ ہو تو استتہا و کیواسطے
قول سلف صالحین یا متاخرین نقل کرنا چاہئے تھا جب الکو سند کیواسطے کوئی بات نہ ملی
تو گھر سے قاعدہ بنانے شروع کئے اور اوسے سے سنت مستفیضہ کو خاص کر دیا۔ یہ یاد
رہے کہ ایسی جبروت خلاف شان دیانت ہے۔ نہایت افسوس کہ مقام ہے کہ مصنف صاحب
اس قول پر (صحابہ کو اس سے محروم نہ رکھتے بلکہ کل سے کرتے) یہی کوئی سند نہیں لائے اگر
یہ بات صحیح ہے تو امام بنام تلامذین کہ فلاں فلاں صحابی سے آنحضرت نے بیعت نہیں لی
البتہ آنحضرت کا کل اصحاب سے بیعت کرنا سنا صحیح ثابت ہے صحیح بخاری میں ہے کہ برو نہ
غزوہ خندق آنحضرت نے سب مہاجرین و انصار کے واسطے دعائی مغفرت کی تو سب کے
یہ عرض کیا یٰ اھل الذین بائعوا اھلکم علی الاسلام ما بقینا الا انکم ہم وہ لوگ ہیں
جنہوں نے بیعت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک ہم زندہ رہیں گے اور اس معرکہ میں

شرک اور چوری اور زمانہ کر دے کہنے کہا مان پس عمر فاروق نے باہر کھڑے دروازہ کے اندر ہاتھ بٹھایا اور پہننے ہی انہی طرف ہاتھ پھیلائے۔ ان روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے تمام مردوں اور عورتوں پر بیعت کی مصنف کو لازم ہو کر اپنے دعویٰ پر حدیث سے سند لاوے اور نہیں تو کسی عالم کا قول ہی نقل کرے یا شکل پر چلے درست نہیں انظر لا فنی من الحق شکیا مغالطہ ۲۶۔ اور پھر کھل کو باہم بیعت کرنے کی تاکید کرتے ہدایہ یہ تو ہی پہلی بات ہے جس کا جواب بھی ہم نمبر (۱۹) میں دیکھ چکے ہیں مصنف ثبوت دعویٰ کے واسطے ایک ہی بات کو ایسا یہ کہ بار بار لاتا ہے اور بجائے خود سمجھتا ہے کہ ہم بہت سے دلائل لائے ہیں۔ پہلا جو شخص اپنے موہنے کی کہی بات کو نہ سمجھو اس کو ایسے بڑے بڑے دعویٰ کرنے کب لائق ہیں مصنف صاحب اصحاب نبی نے تو بیعت کو کبھی ترک نہیں کیا آنحضرت کے بعد سب ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے بعد وقتاً فوقتاً خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے صحابہ کے طور طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص بیعت کے لائق نہیں ہوتا یہ منصب عالی صالح لوگوں کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے مغالطہ ۲۷ پس رسول اللہ صلعم کو اس کی تمیز اور امتیاز بیان کرنے واجب تھے ہدایہ یہ آپ نے عجیب بات کہی (بیعت سنت ہے اور اسکی علامات کا بیان کرنا واجب) خلافت امارت قضا جو ہم کام میں انکے واسطے شروع نے کوئی علامتیں بتلائی ہیں کہ ایسے صفات والے شخص کو خلیفہ یا امیر یا قاضی مقرر کرنا مناسب اگر صاحب بیعت کی علامتیں نہ بتلائیں تو کیا حرج ہے بالفرض اگر یہی قاعدہ تسلیم کیا جائے تو خلافت و قضا سے بھی انکو انکار کرنا پڑے گا یہ دلیل تنزل اگر ہم اس شرط کو مان لیں تو دیکھو آنحضرت و خلفاء اور تمام اصحاب کے تعامل سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت ایسے شخص کی ہاتھ پر چاہئے جو اپنی وقت میں تقویٰ و دیانت و صلاحیت کی وجہ سے اپنے معصرون میں فضیلت رکھتا ہو رسول اللہ صلعم کی حیات

۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

حیات میں آپ افضل بہتر تھے انکے بعد ابو بکر از ان بعد عمر ادن سے پیچھے عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور بہ سبب فضیلت اُن کی کے دوسرے صحابہ پر بیعت نہیں ہوتی تھی

الانباتہ اور تعامل انکا ہمتزلہ میان علامات اور تمیز کے ہے **مغالطہ ۲۸** اور یہ شخص کے ترجیح کے کوئی وجہ شرع سے مروی نہیں ہے تو جبکہ وہ مقرر کرینگے ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی **ہدایہ** دیانت علم تقویٰ صبر ان صفتوں کو پروردگار نے ترجیح کا سبب مقرر فرمایا ہے جنہیں یہ صفتیں ہوتی ہیں اور نہیں کو غیب الغیب سے یہ مرتبہ مستحکم ہوتا ہے آپ اگر ان صفتوں کو اسباب ترجیح سے نہ کہو آپکے کہنے سے کیا ہوتا ہے خدا کریم فرماتا ہے وجعلناہم ائمة یهدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون اور کیا ہم نے انکو امام ہدایت کرتے تھے ساتھ حکم ہمارے کے جبکہ تکلیفوں کو سہارا انہوں نے اور تھے ہماری آیتوں پر یقین کرتے واذ ابتلی الہام ربہا بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما اور جبوقت آزمایا ابراہیم کو اسکے رب نے تہوڑی سی باتوں میں پس ابراہیم نے پوری کر دیکھنا فرمایا ہم تمہیں لوگوں کا پیشوا بنائینگے۔ آنحضرت کا حکم ہے کہ تم اس شخص کو نماز میں امام کرو جو عمدہ پڑھنے والا اور زیادہ علم والا اور اچھی سمجھ والا اور بڑی عمر کا ہو مصنف کو اس بات کا کچھ لحاظ نہیں اپنے صغیر سن لڑکے کو جمعہ اور عید میں امام کرتے ہیں بڑے بڑے صاحب علم و عمل و عمر اسکی اقتداء کرتے ہیں۔ دراصل یہ دھنگ لگائی نشینی کا ہے خود غرضی کے سبب ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجح بھی جائز ہو گئی انصاف درکار ہے **والانصاف خیر لاوصاف مغالطہ ۲۹** اور واجب تھا کہ تمام جہان اور ہر قرن میں بیعت کر نیوالا ایک ہی ہوتا اور یہ خلاف واقعہ کے اور محال ہے۔

ہدایہ ایک چیز کو واجب کہیں اور محال بھی سمجھیں عقلیت ردوں کے نزدیک محال ہے یہ تبدل و واجب ہونیکا سبب کیا ہے اور اس پر دلیل کیا۔ خلافت عالمہ

ایسا ہے کہ اگرچہ خلیفہ ہو یا مین تو کشت دغون کی نوبت پہنچتی ہے بیعت میں کچھ
 خرابی نہیں ایک ہی شہر میں کئی شخص صاحب بیعت ہوتے ہیں ایک دوسرے کچھ
 سروکار نہیں رکھتے۔ اگر یہ لکھو کہ آنحضرت کے وقت میں سیارے ذاتا بابرکات آنحضرت
 کے کوئی صاحب بیعت نہ تھا اب اگر یہ بھی وقت میں بہت تر آدمی لوگوں سے بیعت
 لیتے ہیں یکس طرح جب انہیں ہوگا۔ تو ہم پہنچے کہ چکے ہیں کہ بیعت کی واسطے بزرگ دیدہ شخص کو
 خاص کر ناچاہئے جب آنحضرت سے نرسد جا کو آپ کی اذنیہ بیعت پہلے اتفاق تھا اس زمانہ
 میں تمام لوگ ایک ہی بزرگ کے قابل نہیں ہوتے کوئی کسی کا یہاں جاتا ہے کوئی
 کسی کی جیسا کسی کے سمجھ میں آتا ہے دیا کرتا ہے اور تکلیف شرعی ہمارے ذمہ مستقر رہے
 فالتقاء لله ما استطعتم **مخالطہ** ہم حصہ خلافت اگر ایک شخص پہنچا
 تو اس میں بحال لازم نہیں آتا کیونکہ اس میں نیابت ثابت ہے شہاداف بیعت کے اس میں نیابت
 ثابت نہیں **ہدایہ** اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل کارخانہ بیعت کی بنیابت
 یہ تھا آنحضرت رب العالمین کی طرف سے نائب ہو کر بیعت لیتے تھے اور جلشانہ فرمانا ہے
 ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ تحقیق جو لوگ شجرہ سے بیعت کرتے ہیں
 بیشک وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے جب بندہ کو خدا نے اپنا نائب مقرر کیا تو ایک کی روئے
 سے نیابت بطریق اولیٰ درست ہونی چاہئے مصنف بہ سبب علمی اور بے خبری کے
 کہتے ہیں سنت سے نہی عدم ثبوت نیابت ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے جس کا
 اور طبرانی اور ابویعلیٰ اور ابن مردودہ اور ابن سعد اور ابوداؤد اور عبد بن حمزہ
 روایت کیا ہے اور ہم بعض جہاں (۲۵) اس کو نقل کر چکے ہیں بخوبی ثابت ہو کہ آنحضرت نے
 عمر فاروق کو واسطے بیعت کے اپنا نائب مقرر فرمایا اور ابن ابی حاتم مقاتل سے روایت
 کرتے ہیں کہ یہ آیت (یعنی آیت بیعت نساء) بروفتح مکہ نازل ہوئی اس وقت آنحضرت نے
 کوہ صفا پر مردوں سے خود بیعت لی اور عمر فاروق کو عورتوں سے بیعت لینے کا حکم دیا

نہ

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

اے کامل الثبوت مسئلہ سے انکار کرنا لوگوں میں اپنی جہیلگی کا شہار دینا ہے۔

۳۱

مغالطہ ۳۱ استدلال دوم بیعت کے خاصہ ہونے پر کلام اللہ میں خطاب بیعت کرنا کا خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور مشروط بشرط **ہدایہ** قرآن مجید میں ایسی ہیئت آیتیں ہیں جنہیں خاص آنحضرت کو خطاب فرمایا ہے اور احکام کو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے مثلاً واذا قاتلوا القراۃ فاستعدوا باللہ من الشیطان الرجیم اور حیوۃ طہ ہے تو قرآن پس پناہ مانگ اللہ کے شیطان مردود سے۔ فاذا فرغت فانصب والی ربک فانغب پس حیوۃ توفیر پاوے پس محنت کر اور طرف رب اپنی کے پس رغبت کر اذا جاء نصر اللہ والفتۃ الاسلام فسیجہد ربک واستغفر انہ کان نقابا جب آدمین بنے اسید واسطے پاکیزگی کے ساتھ تعریف پر در و در گار اپنی کے اور بخشش **ہدایہ** صلوۃ النحر کرنا والا ہے واذا جاءک الذین یقولون علی ثلاثہ جو مشہور و اہم بالخیر ہیں اور امیر دین علی نقی علیہ السلام اور حیوۃ آدم صنف کی طرح کسی اور نے ہی اسکو خاص کیا ہے آیتوں پر پس کہہ تو سلامتی ہے ثبوت یا کسی دوسرے امام کا قول خیر القرون کے لوگوں مصنف کے قاعدہ کے موافق تلا جائیگا **مغالطہ ۳۲** اور نیز ممبر پر پناہ پڑھنی سے اللہ کی طرف راغب ہونا اما تو گو دین لیکرین ز پڑھنی یہ سب اس قسم کے ہیں کہ تسبیح و حمد کا پکارنا اور مذہب یا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغین وغیرہ علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالص تابعین یا فقہا مجتہدین میں گفتگو اور خلاف واقع ہو تو وہ اسی رسالہ کے مشہدین لکھا ہے پر نہ تو اسے جب ان امور مذکورہ پر ادون عصر دن میں گفتگو بھی کرنا جائز اور نہ پڑھنے کے یہ سب معمول بہ صحابہ تھے **ہدایہ** مصنف نے خاص بیعت کو خطاب کیا اور نماز منبر پر چکر پڑھنی کو ذکر کہہ کے اس میں مامول کا اختلاف والعشیہ میں دیدن و مومنی بر خلاف صحابہ کہا قرآن و مکیان مسائل کو آنحضرت کے

ممبر ۳۱

ممبر ۳۲

فعل آنحضرت بعض صحابہ سے وہ یہی خاص ہے **ہدایہ** یہ بات کہنا نسے کہتے ہو کہ
 آنحضرت نے بعض اصحاب سے بیعت کی تھی ہم صحیح حدیثوں کے حوالہ پر ماہر (۲۵) میں ثابت
 کر چکے ہیں کہ آنحضرت نے کل اصحاب سے بیعت لی۔ یاد رکھو تمہاری رائے کیسے نزدیک
 سند نہیں ہو سکتی حدیث یا اثبوت پیش کر دو گے تب الدبۃ اہل علم قبول کریں گے دیباچہ میں
 زور و شور سے دعویٰ کیا تھا کہ میں ہر مسئلہ پر آیت یا حدیث صحیح یا حسن سے دلیل لاؤں گا
 اور موقع پر حدیث موضوع بلکہ کسی عالم کا قول ہی نہیں لانا خوف ہو کہ اس آیت کا مقصد
 نہ ہو جاوے و یحبون ان یمجدوا ہما لہ یفعلوا فلا یحتسبنہم بمغازاة من
العذاب مغالطہ ۳۳ جیسا کہ صلوۃ خوف میں حکم ہے اذ انکنت فیہم
 فاقمت لہم الصلوۃ الخ اس خطاب کا کوئی عام کنف رہ نہیں ہے اسی واسطے
 بعض علماء نے خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہے **ہدایہ** صلوۃ الخوف
 میں بیشک خاصہ کہ آنحضرت کو خطاب ہو مگر قرون ثلاثہ جو مشہور و اہم بالخیر ہیں اور امیر دین کے
 بیان سے ثابت ہے کہ یہ حکم عام ہے اگر مصنف کی طرح کسی اور نے بھی اسکو خاص سمجھا
 تو اسکی غلطی اور خطا ہے نہ اگر ابو یوسف یا کسی دوسرے امام کا قول خیر القرون کے لوگوں
 کے برخلاف ہو گا تو ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا **مغالطہ ۳۴** اور نیز ممبر پر نماز پڑھنی
 اور جنازہ غائب پر اور لڑکے کو گود میں لیکر پڑھنی یہ سب اس قسم کے ہیں
 لیکن علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ البالغہ میں وغیرہ علماء
 نے کہ جس مسئلہ میں تابعین یا تبع تابعین یا فقہا مجتہدین میں گفتگو اور خلاف واقع ہو تو وہ
 اختلاف متفرع اختلاف صحابہ پر ہوتا ہے جب ان امور مذکورہ پر اہل عدل و حق میں گفتگو
 ہوئی الی قولہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب محمول بہ صحابہ تھے **ہدایہ** مصنف نے
 صلوۃ الخوف اور جنازہ غائب اور نماز ممبر پر چکر پڑھنی کو ذکر کئے اس میں اہل علم کا اختلاف
 بتلایا ہے اور ہر اس اختلاف کو مبنی بر اختلاف صحابہ کہا ہے کہ اگر قریب دیکھیں مسائل کو آنحضرت کے

ممبر ۳۳

ممبر ۳۴

خاصہ ہوئیے نکالا ہے۔ اور وہ قاعدے جنگی مصنف پہلے لکھے چکا ہے (اول) جس امر کو
 پیچھے جاری کرنے کے مرضی تھی اور اپنے خاصہ کی نفی کرنی تھی اپنے روبرو اسکو کسی
 سے گرا دیا (دوم) اگر صحابہ کا کسی سنت پر عمل کرنا ہمیں معلوم نہ ہو تو وہ منسوخ سمجھی جائیگی
 (سوم) جس کلام پر آنحضرت تاکید و ترغیب نہ فرمایا تو وہ خاصہ ہے لان مسائل کو خاصہ
 آنحضرت بتلاتے ہیں جنہوں نے عام سمجھا اٹھا قول بے سند ٹھہرا گویا مصنف کے نزدیک
 خاصہ سمجھنے والے حق بجانب ہیں اور جہہ راست خطا پر اور لطف یہ مہم کہ مصنف انکو خاصہ
 نہیں سمجھتا امت کو بھی عمل کی اجازت دیتا ہے قصور فہم کے سبب قواعد باطلہ بناتا ہے
 اور ان سے اپنی تلمذ آپ ہی کرتا ہے اور حافظہ کی قوت سے اپنی مصنوعی قواعد کو
 بھی بھول جاتا ہے غرض یہ سب قواعد نواسیجا و مصنف کے ہیں ائمہ دین تو کیا اہل اسلام
 میں سے کوئی اسکا قائل نہیں البتہ مصنف کے بعض قواعد سے مانعین نہ کوۃ فی ابوبکر
 صدیق کی خلافت میں سند کیڑا تھا مگر اصحاب آنحضرت بالاتفاق انکو قتل کر دیا اور ان کے
 قواعد کو رد کر چکے۔ چونکہ ہم بعضین ہدایہ نمبر (۲۳) باہم بیعت کرنا صحابہ کا اور بعضین ہدایہ
 نمبر (۲۵) بیعت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روبرو سے اپنی عمر رضی اللہ عنہ اور
 بعضین ہدایہ نمبر (۳۷) اور نمبر (۸۰) تاکید اور ترغیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
 کرنے میں سنجوئی ثابت کر چکے ہیں مصنف کے نزدیک بھی بیعت آنحضرت کا خاصہ ٹھہر
 گی۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا اور بصیرت نصب کو بند رکھا تو یہ **مغالطہ** اور بیعت کا کسی علمائے
 یا صحابہ یا تابعین میں گفتگو نہیں ہوئی **ہدایہ** بیشک قرون ثلاثہ سے لیکر
 اس وقت تک سوائے مصنف کے کسی نے سنت سے انکار نہیں کیا قال اللہ صلی
 علیہ وسلم **مغالطہ** اور کسی نے باب باندہ
 ہے حال لکھ ادنیٰ با توئن کے باب باندہ ہے میں مثل بول و براز و جلع و غیر ذلک
ہدایہ ہمارے بہادر مصنف نے ناواقفی کے سہارے اور بیعی کے بہرہ

ممبر

ممبر

مصنف کتاب البیعة علی ان کان الاسلام و ترک الکبایر وغیرہ لک میں احکامہ الشرع اور اس بات پر
 بیعت کا یہی ذکر ہے شاہ ولی ۳۳ محدث بلوچی مسوی شرح ملکاوسی بہین بکتیہ فی دلیل علی ان البیعة
 غایر مقصود علی قبول الخلافۃ والذی یتعاہد فی شایئہ الضیوعہ وجہ
 یعنی پایا جاتا ہے کہ بیعت صرف خلافت پر موقوف نہیں اور جو صدیقیوں میں رد و اجابت
 ہے اسکے لئے شریعت میں اصل ہے اور نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں کتاب البیعة
 لکھ کر اُس میں اہل ہارہ باب باند ہے میں مگر خوف ملالت ناظرین بہم تفصیل نہیں کرتے
 اور ابن ماجہ میں ہے صلاۃ باب البیعة اور باب الوفاء بالبیعة اور صلاۃ باب
 بیعة النساء ناظرین حق پسند ہجاری اس فہرست کو دیکھ کر (جس میں بیعت باب باب
 کو بلا استیجاب ذکر نہیں کیا) الضاف کہین اور دیکھیں کہ یہ قول مصنف کا (نہ کسی نے
 باب باند ہے) دلیل بعلمی ہے یا نہیں بہت ہی آیات قرآنی سے مسئلہ بیعت استفاد
 ہوتا ہے اور احادیث اس بارہ میں کثرت سے ہیں مگر آج تک کسی مفسر اور شارح نے
 یہ نہیں لکھا کہ بیعت خاصہ آنحضرت تھی مصنف نے بارہ سال محنت کر کے یہ رسالہ
 بنایا مگر خوبی قسمت سے آیت وحدیث تو کیا کسی عالم کا قول ہی سند نہیں لایا یا ناحق حقائق
 جیسی بات کہہ کر اپنے علم کو ٹپکھایا یا **مغالطہ** ۳۴ تبیین استدلال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ ادنیٰ امور پر بڑی ترغیب دی ہے الی قولہ اور یہ بیعت
 کبھی رسول اللہ صلعم نے ایک دفعہ ہی تاکید اسکی نہیں کی اسلئے خاصہ معلوم ہوتا ہے —
ہدایہ جناب کو حالت خفقان میں وہی پہلی بات یاد آگئی چٹ قلم اٹھا کر
 لکھ کر سبحان اللہ دلائل بڑے نیک کا خوب طریق نکالا ہے مگر آخر خفقا فی آدمی تھا کہ ہر گویا
 اگر تیر بار لکھ دیتا تو صفت میں ہزار دلیل بخجاتی بیعت کی ترغیب و تاکید آیات وحدیث
 سے ثابت ہر پہ در دگا فرماتا ہے **ومن اوفیٰ بعاہد علیہ اللہ فسیؤتیہ**
اجل عظیم اور جس نے پورا کیا کام جس پر اس نے عہد کیا تھا اللہ سے پس فریب ہے دیکھا

اُسکو بڑا ثواب لقا۔ رضی اللہ عنہ۔ اذیبا یعونک تحت الشجرۃ فاعلم
 ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم تحقیق راضی ہو چکا اسد مومنوں سے
 جسوقت بیعت کرتے تھے وہ تجھ سے درخت کو نیچے پس جان لیا جو کچراں کے دلون
 میں ہے پس نازل کی تسلی اُن پر ان آیتوں میں ذکر ہے کہ بیت کے سکینہ نازل ہوتا ہو
 اور اسی سے ہے رمضان مہینہ اس کی اور اس عہد کی وفا موجب اجر عظیم ہے آنحضرت نے
 فرمایا یا یحییٰ علی ان لا تنس کوا باللہ شیئا الحدیث ثم مجہد سے بیعت کرو جو آئندہ
 خدا کا شریک نہ گنیگو کسی چیز کو غور کرو اس حدیث میں صاف تاکید ہے میان مصنف
 تو خود ہی ایمان سے کہو کہ یہ بخار تمہارا طریق تہما ہل ہے یا جہالت ہے **مغالطہ**
 چوتھا استدلال قاعدہ اجماعیہ محدثین کا یہ ہے کہ جس فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو صحابہ باجماع ترک کریں وہ منسوخ ہوتا ہے **ہذا** مجتہد العصر ایک نیا نیا گل
 کہلاتے ہیں اور اپنی بعلی کا زبان خود اقرار کرتے ہیں۔ نسخ کا قاعدہ ذکر کر کے بیعت
 کے خاصہ ہونے پر اس سے استدلال کرنا اور نسخ سے مخصوصیت کا نتیجہ نکالنا مصنف
 جیسے اہل علم کا کام ہے۔ جو وصف ایک مہی شہ میں پایا جائے اور دوسری چیز میں اُسکا
 وجود نہ پایا جاوے وہ خاصہ شے کا کہلاتا ہے اور شریعت میں ایک حکم اول جاری ہو
 پھر اُسکے بعد دوسرا حکم ایسا جاری کیا جاوے کہ پہلے کو اٹھاوے اسکو نسخ کہتے ہیں۔
 پس ایک کو دوسری کی دلیل سمجھنا محض غلط فہمی ہے۔ دراصل محدثین نے یہ قاعدہ
 مقرر کیا ہے کہ ایک امر کی نسبت بسند صحیح ثابت ہو جاوے کہ صحابہ کہنا۔ یہ بالا کج
 اسکو ترک کر دیا تھا تو وہ امر متروک بیشک منسوخ تصور کیا جاوے گا مگر یہ شرط ہے کہ یہ
 اجماع بسند صحیح صحابہ اور تابعین سے ثابت ہو جاوے اور ترک کا ثبوت فعل کے ثبوت
 سے کم نہ ہو اور یہ نہیں فرمایا کہ ایک مسئلہ کو تلاش کریں جب تصور علم و فہم کے سبب
 پتہ نہ لگے تو کہندین یہ حدیث بالا اجماع منسوخ ہے۔ جہالت اور ناواقفگی کو اجماع مخالف

قرار دینا اور اس کتاب عدہ کو محدثین کی طرف نسبت کرنا غلط ہے امام حسین جنبل فرماتے ہیں
 مسجود نے اس شخص کو جو دعویٰ اس قسم جماع کا کرے جھوٹا بتلایا ہے چنانچہ حافظ
 ابن القیم نے اعلام میں امام سے نقل کیا ہے اوشیخ صالح بن محمد عمری نے ایضا ابن
 اس عبارت کو پورا پورا نقل فرمایا ہے ولم یکن احمد یقدم علی الحدیث الصحیح
 علامہ ولا رایا ولا قیاسا ولا قول حنا ولا حدیثہ علامہ بالخالف الذی سیمیہ
 کثیر من الناس اجماعا و یقدمونہ علی الحدیث الصحیحہ قد کذب
 احمد من ادعی الاجماع ولم یمنع تقدیمہ علی الحدیث الثابت و كذلك
 الشافعی یضامن فی رسالتہ الحدیث علی ان ما لا یعلم فیہ الخلاف
 لا یقال له اجماع و لفظہ ما لا یعلم فیہ الخلاف فلیس اجماعا و نصو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند الامام احمد و سایر ائمة الحدیث اجل
 من ان تقدم علیہا توهم اجماع مضمونہ عدم العلم بالخالف لو
 ساع تعطلت النصوص و ساع لكل من لم یعلم مخالفًا فی حکم مسئلة
 ان یقدم جہلہ بالمخالف علی النصوص فهذا هو الذی انکر الامام
 احمد و المشافعی من دعویٰ الاجماع لا ما یظنہ بعض الناس انه استبعا
 لوجوبہ لا انتہی ترجمہ یعنی امام احمد رضی اللہ عنہ کیسے عمل اور اسے اور قیاس اور قول اور عمل
 علم کو (یعنی جو کہے مجھے کیسے عمل اس حدیث پر ثابت نہیں ہوتا) اور اسی کو بہت
 لوگ اجماع کہتے ہیں) حدیث صحیح پر مقدم نہ کرتے تھے اور جو تعلیمی سے دعویٰ اجماع
 کرتا اسکو جھٹلاتے اور فرضی جماع کو حدیث پر مقدم کرنے کو جائز سمجھتے اور امام شافعی
 رحمہ اللہ نے اپنی آخری تصنیف رسالہ میں لکھا ہے کہ جس مسئلہ میں کسیکا اختلاف
 معلوم نہ ہو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس پر اجماع امت ہے امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ
 حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ حکم غیر خبر و اصل حکم کا رتبہ اس سے بڑا ہے جو وہی

اجماع کو (حسبکی اصلیت یہ ہے کہ ہمیں اس میں کسی کا خلاف ثابت نہیں ہوا) اُس مقدمہ
 رکھیں اور اگر یہ قاعدہ جاری کیا جاوے تو تمام احکام شرعی بیکار ہو جائیں اور محل
 اختلاف میں یہ کہہ کر جو ہماری بات کا کوئی مخالف نہیں گویا اجماع ہو چکا۔ مخالف
 کی نصوص کو رد کر کے گنجائش ہو جائے۔ اور اسی قسم کے اجماع کا امام احمد بن حنبل
 اور امام شافعی رحمہما اللہ نے انکار کیا۔ اور یہ بات نہیں کہ امام احمد صاحب جو دجاء
 کو ناممکن سمجھتے ہیں فقط اس بھی اجماع کو بہت سارے رد کر کے پہنچے صالح بن محمد قلعان
 الاعلام یوں فرماتے ہیں وحین نشاءت هذه الطريقة تقلدت عنهما
 معارضة النصوص بالاجماع المجهول وفتح باب عولاه وصاومین لم یغفل
 الخلف من المقلدین اذا احتج علیہ بالقران والسنة قال هذا خلا
 الاجماع وهذا هو الذي انكره ائمة الاسلام وعابوا من كل ناحية على
 من ارتكبه وكذبوا من ادعاه ترجمة یعنی جب یہ طریقہ جاری ہوا تو اس امر نے
 رواج پکڑا کہ وہی اور مجہول اجماع سے آیات و احادیث کا لوگ مقابلہ کرنے لگے گویا
 اجماع کا دروازہ کھل گیا خصوصاً مقلدین نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ جب مخالف نے
 آیت و حدیث سے اُن پر حجت پکڑی تو کہہ دیا یہ حکم خلاف اجماع ہے ایہ دین نے
 اس اجماع کا انکار کیا ہے اور اس دعویٰ باطلہ کے مرتکبوں پر ہر طرف سے عیب
 دہرا ہے اور انکو جھوٹا بتلایا ہے اہل نظر غور کریں قاعدہ کیا تھا اور مصنف نے
 کس طرح بگاڑ کر بیان کیا ہے اگر مصنف کے نزدیک بغیت باجماع امت متروک
 تھی تو اسکو لازم تھا کہ محدثین و فقہاء کی کتابوں میں اس اجماع کو نقل کرتا محض اپنے
 معلومات پر اعما و ذکر کے ایک امر مسنون کو منسوخ ٹھہرانا بعید از دیانت ہے۔ ہم لوگ
 لوگوں سے جنہوں نے مصنف کی اور ہماری جوابات کو ملاحظہ کیا ہے درخواست
 کرتے ہیں کہ ایسے کم علم آدمی کے کہنے سے سنت صحیحہ ثابۃ کا انکار نہ کریں اور انکو

تتبع اور تلاش سے فریفتہ نہ ہو جاوین۔ مصنف کی اس تتبع اور تلاش پر (کہ
بیعت میں کسی عالم نے نہ باب باندھا ہے اور نہ شارع کی طرف سے تاکید و ترغیب
آئی ہے) اُسکی اور تتبع و تلاش قیاس کرین بالفضل اگر تقدیم یا تاخرین میں
سے مصنف کی طرح کیسے اجلاء کا دعویٰ کیا ہو تو وہ ہی تسلیم نہ کیا جائیگا۔ کیونکہ
ہم بضمن ہدایہ نمبر (۲۴) تعامل صحابہ ثابت کر چکے ہیں **مغالطہ ۳۹**
بلکہ ترمذی نے اخیر کتاب میں لکھ دیا ہے کہ جو حدیث میں روایان کی ہے سب معہون
ہیں مگر دو حدیثیں ایک حدیث شارب خمر کی جو پانچویں دفعہ شارب پیو تو قتل کیا
جاوے اور ایک حدیث جمع بین الصلواتین بلا عذر غیر معمول بہ ہیں **ہدایہ**
ترمذی رحمہ اللہ نے اول اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ جو پانچویں دفعہ شارب پیو
قتل کیا جاوے اسکے بعد یہ حدیث لایا ہے نثراتی النسبی صلی اللہ علیہ وسلم
برجل قد شرب فی الدل بعاتر فضیہ ولہ یقتلہ یعنی آنحضرت کے سامنے ایک
مجرم بکپڑا آیا جس نے چوتھی دفعہ شارب پی تھی تو آپ نے اسکو حد گھائی اور قتل نہ کیا
گویا آنحضرت کے آخری فعل نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور اسی طرح جواز جمع بین الصلواتین
کی حدیث بیان کر کے اُسکے پیچھے ابن عباس رض سے یہ روایت نقل کی ہے جسے
بین الصلواتین میں غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکباش یعنی
جس نے دو نمازوں کو جمع کیا بلا عذر وہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہوا۔ ترمذی نے
جمع کو منسوخ نہیں کہا بلکہ ابن عباس رض کے روایت سے اسکو مغلل کر دیا ہے اگرچہ روایت
ابن عباس میں ضعف ہے مگر چونکہ یہ حدیث نزدیک ترمذی کے معمول بہ امت ہی
موافق قاعدہ محدثین کے (جو حدیث ضعیف معمول بہ امت کا ہوا اسکے لکھ کوئی اصل
صحیح سمجھا جاوے گا) یہ حدیث معنی صحیح ہے۔ مصنف صاحب ہماری اس تحریر کو دیکھ کر
غالباً مطلب سمجھ جائیگے اور دل میں ناوم ہو کر کہیں گے ان روایتوں میں

کچھ فائدہ نہوا۔ **مغالطہ ۴۰** یہ حدیث شارب خمر باجماع صحابہ منسوخ ہے اسکا کوئی منکر نہیں **ہدایہ** جو لوگ اس حدیث کو منسوخ سمجھتے ہیں وہ بسبب اس حدیث کے جو ہم نقل کر چکے ہیں منسوخ بتلاتے ہیں نہ کہ اجماع صحابہ کے باعث یہ محض مصنف کا خیال ہے کوئی ائمہ دین ہی اسکا قائل نہیں اگر کسی نے بنعم باطل ایسا سمجھا ہو اسکی غلطی ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے ساتھ متفق الہا سے ہیں۔ حافظ ابن القیم اور شیخ معین الدین سند ہی اور محمد بن اسماعیل ہامانی اور ایک گروہ محدثین کا قول ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے نہیں تعجب ہی کہ مصنف صاحب لکھتے ہیں (اسکا کوئی منکر نہیں **مغالطہ ۴۱** صحاح میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات طرح کی بولیاں پر کلام اللہ پڑھنا جائز رکھا اور حضرت عثمان کے وقت باجماع وہ سب قرائتیں منسوخ ہوئیں سوائے لغت حجاز کے **ہدایہ** سب قرائتوں کو منسوخ کہنا غلط ہے سوائے لغت حجاز کے اور قراءتوں کے موقوف ہونیکا سبب یہ ہے کہ باہام خلافت عثمان رضی اللہ عنہ حدیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا جو ایک شخص موافق قراءت ابی بن کعب کے قرآن مجید پڑھتا ہے اور دوسرا ابن مسعود کے اور تیسرا ابو موسیٰ کے مطابق اور اختلاف کے سبب اسپسین جگہ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو کافر مقلاتے ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ حال عرض کیا امیر المؤمنین نے بشورۃ حضرت حدیفہ تمام مصاحف جلو اوئے اسوقت ان قراءتوں کا سند صحیح و متواتر سے ثابت ہونا محال ہے جب تک ان قراءتوں کے جاننے والے موجود تھے وہ بیشک مختلف طرح پڑھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود کے شاگرد مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پڑھتے تھے اگر صحابہ کا اجماع ہوتا تو یہ بزرگوں کیوں خلاف کرتے البتہ ہم اسوقت مجبور ہیں کیونکہ سوائے مصحف عثمان کے سند متواتر سے کوئی قراءت ہمیں نہیں پہنچتی حکم ضرورت

اُسی پر کثافت کرتے ہیں ہمارے خوش فہم ملا صاحب کے اسی کو اجماع سمجھ لیا۔

۴۲

مغالطہ ۴۲ اور دوسرا کلام اللہ شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی حیات میں جمع نہیں کر لیا ابابکر صدیق کے وقت بعد گفتگو بہت کے جمع ہوا

دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اجماع سے متروک ہوا **ہدایہ** عدم کو

فعل جاننا اور پہرا سکون مسوخ سمجھنا خاص آپ کا حصہ ہے عالم تو کیا کوئی جاہل بھی عدم

کو فعل نہیں کہتا علما لکھتے ہیں کہ جو کام آنحضرت کے وقت میں اتفاق نہ ہوا اور پہرا سکون

میں واسطے مصلحت دینی کے اُسکا رواج ہو گیا وہ ملحق بالذم یا بدعت حسنہ کہلاو یگا

یہ نہیں کہ اس کے وجود سے اُسکے عدم کو منسوخ کہا جاوے **مغالطہ ۴۳** تیسری

۴۳

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سے سوائے قرآن

کے کچھ نہ لکھو یہ بات باجماع تابعین کے متروک ہوئی **ہدایہ** جیسا آنحضرت نے

تحریر حدیث سے منع فرمایا تھا ویسا اسکے لکھنے کا بھی ارشاد فرمایا صحیحین میں ہے۔۔۔

اکتبوا لہی شاہ یہ حدیث لکھو واسطے ابوشاہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے مانعت کو خود ہی منسوخ کر دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے روایت

ہے ما من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احدا کتبت حدیثا

معنی اے ماسکان من عبد اللہ بن عمر فانہ کان یکتب لا یتبع

زمرہ اصحاب میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ حدیث لکھتا تو انہیں مگر عبد اللہ بن عمر کو کہ وہ

لکھ لیا کرتے تھے اور میں بن لکھے یاد نہ کرتا اور صحیح بخاری میں ہے کہ علی مرتضیٰ نے

فرمایا ما عندنا الا کتاب اللہ وما فی ہذا الصغیفۃ قلت وما فی ہذا الصغیفۃ قال العقل

وہا اے اساتذہ یعنی ہمارے پاس سوائے قرآن مجید اور ان احکام کے جو اس رسالہ

میں لکھے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں۔۔۔ یعنی پوچھا اس میں کیا ہے فرمایا خون بہا اور قیوں

کے متعلق احکام میں اور صحیحین میں ہے کہ آنحضرت نے مرض الموت میں فرمایا

ایتی فی بکتاب اکتب لکم کتابا لن یصلوا بعدہ یعنی کاغذ و قلم لاؤ
 میں تمہیں ایسی تحریر دوں جسکے بعد تم گمراہی میں نہ پڑو مصنف کی بے سند دعویٰ
 خود اسکی کتاب کو بے اعتبار اور بدنام کر رہے ہیں اسکی رد اور جواب کی حاجت نہیں
 مگر فقط اس خیال سے کہ مبادا عوام مومنین جھکوان باتوں سے پوری پوری خبر نہیں
 مصنف کی قیل و قال سے فریفتہ ہو جاوین راقم نے اسکی غلطیاں بطریق اختصار
 بیان کیں آنحضرت نے ایو شاہ کی واسطے کہ کمرہ حدیث لکھوائی اور مرض الموت میں
 کچھ لکھوانا چاہا عبد اللہ بن عمر و ہمیشہ جو سنت لکھ لیتے حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کے پاس ایسی قسم کے اوراق تھے خدا جانے مصنف صاحب نے ان روایتوں کو دیکھا
 نہیں جو حکم منع کو باجماع تبع تابعین نسخ بتلاتے ہیں جتنے دلائل اور مثالیں آپ
 لائے ہیں کوئی نہ مطابق مدعا نہیں ایسے لائقوں کے خاموشی سے پردہ پوشی
 ہے تا مروت سخن نگفتہ باشد، عیب منہر نہفتہ باشد **مغالطہ ۴۴**
 اگر کوئی اس نظر سے امر میں لاوین حرام نہیں **ہدایہ** مصنف فی اپنے
 پہلے قاعدہ کا خلاف کیا اول لکھا تھا کہ جو کام آنحضرت نے اس نیت سے کیا ہے کہ
 امت کے لئے شریعت ٹھہراوے تو اسکی ترغیب اور تاکید بھی فرمائی ہے بلکہ حکم دیکر
 اپنے روبرو عمل کرایا ہے۔ اور ان امور کے نسبت آنحضرت کا رغبت دلانا اور تاکید
 فرمانا اور عمل کہ ان اثبات نہیں بہر مصنف کا فتویٰ ہے کہ ان پر عمل کرنا حرام نہیں
 بقول شخص شترے بے مہار ٹھہرے کسی قاعدہ کی پابند نہیں گویا شاعرانہ خیالات ہیں
 کہنے کو ہیں کہ نیکو نہیں الموت رائیض فی کل اذھیمن وانھم یقولون
مغالطہ ۴۵ لیکن معیت کا ذکر کہیں تابعین اور تبع تابعین
 میں سے مروی نہیں اور نام لینا بھی اسکا ثابت نہیں اور باب باندہنے کا ذکر کیا
 ذکر ہے **ہدایہ** اسکا جواب ہدایہ نمبر (۲۴) اور ہدایہ (ممبر ۳) میں ہم کہہ چکے

ہیں مغالطہ ۶۴ اس قاعدہ سے خلاف کرنا مثل ابن تیمیہ صاحب
 دراسات ومن حذاذ وہا تو انکا اختلاف بمقابلہ جمہور علماء محدثین اور اجماع کے
 کے کون سنا ہے **ہدایہ** قاعدہ محدثین سے کوئی مخالف نہیں البتہ جو
 مصنف نے ایجاد کیا ہے (کہ جب ہمیں کسی مسئلہ میں کوئی مخالف معلوم نہ ہو تو
 وہ مسئلہ ثابت بالاجماع ہے) اور اسی سے صحیح حدیثوں کو رد کرتا ہے صاحب
 دراسات اور ابن تیمیہ بلکہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور سب ائمہ محدث
 اسکو رد کرتے ہیں اور ایسے اجماع کے مدعی کو کاذب کہتے ہیں ہم اس عبارتوں
 کو بعضہن ہایت (ممبر ۳۸) تحریر کی ہے **مغالطہ ۶۵** ہم کئی مسائل میں
 ابن تیمیہ وغیرہ نے غلطیاں کہیں **ہدایہ** بے شک بیان احکام میں
 میں سوائے انبیاء کے کوئی معصوم نہیں ہر ایک کو بھول چوک کا خوف ہے ابن تیمیہ
 ہو یا اور کوئی مگر اس مسئلہ میں جس پر بحث ہو رہی ہے ابن تیمیہ نے کچھ خطا نہیں
 کی بلکہ بموجب قول ائمہ حدیث کے مصنف کے غلطی اور کذب ثابت ہوتا ہے
 ثانی کوئی اور غلطی بتلاؤ گے تو دیکھا جاوے گا۔ مصنف کا دوسرا اعتراض ابن تیمیہ پر
 یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب فرقان میں بے سند قصے کرامات اولیاء لکھے ہیں
 مصنف صاحب کرامات کے ذکر سے کہہ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انکو کرامات اولیاء
 اللہ سے انکار ہے۔ ہم پہلے ہی سنا کرتے تھے اس تحریر کو دیکھ کر یقین ہو گیا جو
 دل میں ہر وہ کہی نہ کہی زبان پر آتا ہے کل اناء فی شئ شیء بما فیہ تام است
 والجماعت کے نزدیک، اولیاء اللہ سے کرامات کا ہونا برحق ہے قرآن مجید میں کرامات
 کا ثبوت قصہ اصحاب کہف اور مریم صدیقہ اور قصہ مصاحب سلیمان علیہ السلام
 (جس نے کہا تھا میں بلقیس کا تخت آکھ چمکتے لاتا ہوں) سنوئی پایا جاتا ہے اور
 کتب حدیث میں صحابہ اور تابعین کے کرامات کا بہت ذکر ہے۔ اگر ابن تیمیہ نے

ایسی ثابت اور صحیح مسئلہ کے واسطے شواہد لکھ دے تو کیا گناہ کیا۔ سب محدث
 اصل مسئلہ پر شواہد اور توابع لاتے ہیں چونکہ اس مسئلہ کی تحقیق مقصود نہیں لہذا
 ہم اس بحث کو ختم کر کے مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں **مغالطہ ۴۸** شوکانی
 نے اپنے رسالہ میں توسل اولیاء اللہ سے جائزہ کر دیا اور ابن حزم پر طعن کیا۔
ہدایہ شوکانی نے عزالدین ابن عبد السلام پر اعتراض کیا ہے اور
 آپ لکھتے ہیں (ابن حزم پر طعن کیا ہے) حارست کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ
 کا دعویٰ کر کے جو جو اجتہاد کئے ہیں انہی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں یہ مطالعہ اور
 مزا دلت دیکھ کر کتب کا جلوہ دکھلایا ہے مثل مشہور ہے نقل لایعقل مصنف صاحب
 اس میں بھی غلطی کہاتے ہیں یہ اس فہم پر اجتہاد کا دعویٰ ہی کرتے ہیں **مغالطہ**
۴۹ اور ابن قیم نے اغاثۃ اللہ فان میں راگ کی حریت بیان
 کی اور صحیح سند ایک ہی نہیں لایا بلکہ صحاح کا خلاف کیا **ہدایہ** بہان تال
 سر کے ساتھ راگ گایا جاتا ہے وہاں باب ہے ہی ہوتے ہیں ابن قیم حریت معارف
 کی سند بخاری سے لائے ہیں صحیح بخاری وہ کتاب ہے جسکی صحت پر علماء اہلسنت
 کا اتفاق ہے مصنف صاحب کچھ نہیں جانتے بہ تقلید ابن حزم اس حدیث پر حرج
 کرتے ہیں ابن حزم نے اس حدیث کو معلق بنا کر حرج کیا ہے مگر امام نووی اور فاضل
 ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متصل الاسناد ہے اور ہشام بن عمار بخاری کے
 اوستاد ہیں اور جنہوں نے تعلیق کا حرج کیا ہے انہوں نے غلطی کہا ملی ہے
 مصنف ایک شخص کا مقلد ہو کر اجماع امت کا خلاف کرتا ہے اور ناواقفوں
 کو وسطہ تحیر میں ڈالتا ہے **مغالطہ ۵۰** شیخ ولی اللہ نے قول الجمیل میں
 تصریح کی ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین جمیع اقسام بیعت الامت
 خلافت متروک تھی **ہدایہ** مصنف صاحب صفحہ (۲۱) میں لکھتے ہیں

۴۸

۴۹

۵۰

کہ قول المجہیل کے نسبت طرف شاہ ولی اللہ کی غلط معلوم ہوتی ہے اور یہاں اسی
 کتاب سے سند لاتے ہیں اور خوبی قسمت سی کیسے مقتدر ہوئے ہیں جو اسی مجہول
 المصنف کتاب پر اعتماد کر کے آیات قطعیہ اور احادیث صحیحہ کو رد کرتے ہیں واہ
 تحقیق ہو تو ایسی ہو۔ بہنے فرض کیا قول المجہیل شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے
 اور یہ قول انہیں کا ہے مگر ہم ہدایہ (مجموعہ ۲) میں روایات صحیحہ سے ثابت
 کر چکے ہیں کہ صحابہ کبار سوائے سعید خلیفہ کے اور اقسام کی سعید کرتے تھے
 پس برخلاف ان روایتوں کے یہ قول ہرگز تسلیم نہ کیا جاوے گا اور یہ کہہیں گے کہ
 شاہ صاحب نے غلطی کہانی ہے آخر وہ ہی بشر تھے سوائے انبیاء علیہم السلام کے
 کوئی خطا سے معصوم نہیں **مغالطہ ۵۱**۔ امام مالک نے صیام ستہ شوال
 کو بعد انقضائے استقرار حتی الوسع کے عدم وجہان روایت کو اصل چھوڑ کر بدعت قرار دیا
ہدایہ مصنف نے اس مثال کے سوا اور بہت سی مثالیں لکھی ہیں
 مگر اصل بحث سے کسی کو تعلق اور مناسبت نہیں ناحق اپنے اوقات کا خون کیا ہے
 اور بہت سا لکھ لکھا کہ لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ بحث اس بات میں ہے کہ ایک
 امر کا سنت ہونا قرآن مجید و احادیث سے ثابت ہو چکا مگر کسی شخص کو نہ خود
 صحابہ اور تابعین کا عمل کرنا اسی معلوم نہیں ہو گیا وہ شخص اس سنت کو منسوخ
 کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ اور اس بات میں اختلاف نہیں کہ ایک امر کو قرآن و حدیث
 میں تلاش کریں جب اسکا ثبوت کتاب و سنت سے نہ پایا جاوے تو اس پر حکم عدت
 یا حرمت کا لگا دین یا نہ اس بارہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جو مسئلہ دونوں میں
 سے ثابت نہ ہو وہ بدعت اودائش پر عمل کرنا حرام ہے۔ ناظرین رسالہ ہمارے اس
 تحریر کو دیکھ کر اگر لطفاف کریں گے تو سمجھ جائیں گے کہ خارج از بحث مثالیں نو کر کے
 مصنف نے کس قدر ابلہ فریبی کی ہے مصنف کو لازم تھا کوئی ایسی مثال لکھتا

کہ فلاں امر کتاب و سنت سے ثابت ہے مگر صحابہ کا تعامل اوس پر معلوم نہ ہونے کے سبب امام مالک یا کسی اور امام نے ایسے حدیث سے اسکو منسوخ کہا ہے متبع اور تلاش اور اجتہاد پر اوس جگہ اعتبار کیا جاتا ہے جہاں حکم شرعی دستیاب نہ ہو مصنف ایسی جگہ جو سنت ثابتہ کو ہی رد کرنے لگے۔ متبع اور استقرار و ان کیا کرتے ہیں جہاں کتاب و سنت سے حکم معلوم نہ ہو اور نص کے مقابلہ میں اسکا ذکر کرنا اور حکم شارع کو اس منسوخ کرنا ظلم ہے۔ آگے چلکر آپ اور بڑوں کہہ تے ہیں چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں (سب اہل علم کے یہی عادت تھی کہ مدار حکم متبع اور استقرار پر رکھتے تھے جب چچو انہی روایت صحیح سے ثابت ہو کہ صیام سے شوال سنت ہے تو علما و متاخرین نے جاری کر دیا جس موہنہ سے دعویٰ کیا تھا کہ جب تلاش کے بعد تعامل صحابہ و تابعین حدیث پر نہ ملے تو حکم منسوخ لکھا یا جاو گیا اسی موہنہ سے یہ بھی اقرار ہے کہ علما کو جب روایت صحیح ملی تو تفحص و تلاش امام مالک وغیرہ اہل علموں کو اعتبار نہیں دیا بلکہ حدیث صحیح پر عمل جاری کر دیا۔ پھر یہ لوہا پن سے لکھتے ہیں ہمارا دعویٰ ثابت ہے اتنا نہیں سوچتے ہیں کہ اس قول سے تو ہمارا دعویٰ بالکل باطل اور رد ہوا اور اس ردی مثال کے یہ فقرے کہہ کر مرمت کرتے ہیں کہ مثالوں کی کچھ جگہ انہیں چلو فراغت شد دعویٰ بھیج ہو گیا اور مثال بھی مطابق آگئی۔

۵۲

مغالطہ ۵۲ اگر کوئی کہے اس معیت کے انکار کا کاتب الحروف ہی منفرد ہے اور کوئی اسکے شامل نہیں اسلئے کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں اس میں منفرد نہیں ہوں بلکہ اکثر ائمہ دین میرے ساتھ ہیں **ہدایہ** مصنف کا دعویٰ ہے کہ اکثر ائمہ میرے ساتھ ہیں میں کہتا ہوں آپ اکثر اور کثیر کو جانے دیجئے اگر سچ کہتے ہو تو ایک کا نام بتائے فی الواقع کوئی تمہارے ساتھ نہیں فقط رسالہ قول الجبیل میں اتنا فقرہ دیکھ کر (فظن قوم انہما مقصودہ علی قبول الخلافۃ) اس زور و شور سے

دعا کیا ہے کہ اکثر ائمہ دین کو اپنے ساتھ متفق بلایا ہے اگر ایک شخص کے نام کا پتہ لگجاتا پھر کسی ہتھاف کہتے کہ تمام جہان میرے ساتھ ہے سلف و خلف کا اجماع ہے قول الجھیل وہی کتاب ہے جس کو آپ اس لائق نہیں سمجھتے کہ شاہ صاحب کی طرف نسبت کیجاوے۔ علاوہ برین اس قول کا یہ مطلب بھی نہیں جواب سمجھو ہم انشاء اللہ عنقریب اسکا بیان کریں گے **مغالطہ ۳** کیونکہ قوم علماء و مجتہدین جسکے انکار کی شیخ نے نفل کی ہے انکا دعویٰ یہ ہے کہ بیعت کبھی اقسامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باجماع مترک ہوئی الا بعیت قبول خلافت اور شیخ کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیعت کرتے تھے اقامت ارکان اسلام کی اور کبھی تمسک بالسنہ کے اور کبھی عدم سوال پر الی آخر جواب لغو ہے **ہدایہ** شاہ صاحب نے لفظ قوم بولا ہے اور مصنف صاحب بمقتضیٰ دیانت اور سپر حاشیہ کرتے ہیں (قوم علماء و مجتہدین) اگرہے منکر و ن من کبھی مشہور عالم یا مجتہد ہو تا تو ضرور مفسرین و شارحان حدیث کسی آیت یا حدیث کے نیچے اس اختلاف کا ذکر کرتے اور مخالف کا نام لیتے دراصل یہ ایسے لوگوں کا قول ہے جنکو فن حدیث سے کچھ واقفیت نہیں اور مصنف کی طرح بالکل علم کو روئے ہیں۔ اُس قوم تعلیم مجہول الاسم نے تو سوائے بیعت خلافت کے تمام اقسام بیعت کے وجود سے انکار کیا ہے اور آپ وہینکا دینگی اسکے قول کے یوں تاویل کرتے ہیں (انکا دعویٰ یہ ہے کہ بیعت کبھی اقسامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باجماع مترک ہو الا بعیت قبول خلافت اور شیخ کا جواب لغو ہے کیونکہ خلاف دعویٰ کے ہے) مصنف نے نکوئی منکر و ن کی تحریر دیکھی ہے نہ انکا دعویٰ سنا ہے شاہ ولی صاحب نے کسی زبان سے ایسا باطل دعویٰ سنا اور فظن قوم کہ ہر نقل کیا اور نجوی رد کر دیا۔ خود بدولت نے نہیں انکا قول دیکھا ہے اور نہ ان لوگوں کو مگر غیب فی

سے یونہی مطالب سمجھ کر شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اعلیٰ باندہ ہی ہے شاہ صاحب کی
 کی ظاہر عبارت سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ اس طائفہ کو جو دجلہ اقسام بیعت
 سے انکار ہے اور اسدیکار دیکھا ہے و اسد اعلم قصوری صاحب کیا سمجھ کر شیخ کے
 جواب کو خلاف دعویٰ بتلاتے ہیں اور جناب شیخ کی طرف لفظ لغو نسبت کرتے ہیں
 مثل مشہور ہے چھوٹا مامونہ بڑی بات کہان قصوری اور کہان ولی اللہ دہلوی
 این الذی من الذیاءن اگر کہیں سے قوم کے عبارت نقل کر سکتے ہیں
 تو لا و اہل علم دیکھیں گے اور ارضاف کر سیکے۔ **مغالطہ ۵۴** اور پہر کہا
 کہ غیر خلفاء راشدین کے وقت میں متروک تھی اسکا جواب یہ دیا کہ اکثر خلیفوں سے
 ظالم اور فاسق تھے اسوا سے اُن سے بیعت نہ کی گئی اس پر یہ اعتراض ہے کہ کل
 خلیفہ فاسق نہ تھے عمر بن عبد العزیز نے کیوں نہ جاری کی **ہدایہ اس**
 جواب یہ ہے کہ خلفاء کے وقت میں بیعت متروک نہ تھی اور اس بات کو ہم نے بعض
 ہدایت نمبر (۲۴) ثابت کر دکھایا ہے اگر صاحب قول الجہیل کے طرز اختیار کریں
 تو یہ جواب ہے کہ بیشک خلفاء راشدین کے بعد اکثر خلفاء فاسق تھے اسے ہمیں اور جو
 پرہیزگار ستے سنتوں میں اُن سے بھی قصور ہوتا تھا چنانچہ بعض خلفاء کو کس وجود
 کے وقت بعض تکبیرات نہ کہتے ۱۰۱ عمر بن عبد العزیز نماز اول وقت نہ پڑھتے جب
 صلحا ہی سنتوں میں سستی کرتے تھے تو کیا تعجب ہے اس سنت میں بھی سستی
 کی ہو۔ بالفرض اگر خلفاء کسی سنت کو ترک کر دیں تو کیا وہ سنت مدت نہ رہیگی اور
 کیا حضرت رسالت کا قول و فعل عمر بن عبد العزیز کی تصحیح کا محتاج ہے استغفر
 ربک و اطع نبیک **مغالطہ ۵۵** اور اگر خلیفہ فاسق تھے تو اور علماء
 مجتہدین تبع تابعین موجود تھے انہوں نے کیوں نہ بیعت کی معلوم ہوتا ہے کہ
 شیخ کے دُعا میں بیعت صرف خلیفہ پر منحصر ہے فت دبرج مرا خواندی و خود بدام آمدی

ہدایہ قول الجلیل والے نے اس اعتراض کو سنجی رہ کر دیا ہے مگر مصنف کو قصور حافظہ کے سبب کچھ یاد نہیں رہتا شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ بیعت کو سبب فتنہ کا خوف تھا لوگ شاید بیعت خلافت کا گمان کرتے اور خلیفہ دشمن ہو جاتا اخذ کیا علماء نے اسکو ترک کر دیا آئندہ اس جواب کو یاد رکھئے اور سچاے سراخو اندی و خود بدام اندی کے یہ بیت درو کیجئے شد غلامی کہ آب جو ارد + آب جو آمد و غلام بہ برد

مغالطہ ۵۵ - پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ بیعت تمسک بحبل التقویٰ بھی متروک تھی خلفاء راشدین کے وقت میں اسو اسطے کہ وہ صحابہ تھے انکو حضرت کی صحبت کی برکت سے کسیک ساتھ بیعت کی حاجت نہ تھی راقم کہتا ہے اگر صحابہ کو حاجت نہ تھی تو اور لوگ جو روم و شام وغیرہ ملکوں سے جوئے مسلمان ہوتے تھے انکو بھی حاجت نہ تھی اقامت سنت کی کسکو حاجت نہیں ہوتی پھر السلام علیک بھی ترک کرنا چاہئے **ہدایہ** پہلے تو صحابہ کہہ کر ام کا ترک نامسح حدیث بتلایا تھا اب شام و روم کے نو مسلموں کا ترک بھی نامسح ٹھہرایا - روم و شام کے نو مسلم کسنت کو اگر ترک کر دیں تاہم وہ سنت رہیگی - اور یہ جواب لکھتے ہیں کہ السلام علیک ترک کرنا چاہئے تھا وہ کیا خوب جس سے ادا تہجد میں مغفلت ہو جاوے وہ اوقات پنجگانہ کی سنتیں بھی چھوڑ دے یہ مثل شہور ہے سارا جاتا دیکھئے آدھا دیکھئے بانٹ مالا لید رک کلا لای ترک کلا لکھیں متعقدین کو یہ قاعدہ نہ بتلادینا **مغالطہ ۵۶** برکت صحبت اقامت کی دلیل ہے نہ ترک سنت کی **ہدایہ** بیعت ان سنتوں میں سے نہیں ہے جو روزمرہ کی جاوے بلکہ اگر عمر بھر لپک ہی دفعہ کرے بھی کفایت کرتی ہے صحابہ کبار کو برکت صحبت نصیب ہوئی تھی اور وہ آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کر کے فیضیاب ہو چکے تھے انصاف سے کہو کہ انکو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی کیا حاجت رہی - آفتاب کے سامنے مشعل کون جلاتا ہے -

۵۵

۵۶

مغالطہ ۵۷ بلکہ اتنا ہی کافی تھا کہ کل بیعتیں من او لہ الی آخرہ اسی خوف سے (یعنی خوف تفرق و فتنہ و فساد) ترک ہوئیں الا بیعت قبول خلافت **ہدایہ** جزاک اسلاپ نے سچ کہا ہم ہی ماننے میں کہ خوف فتنہ سے صلحی امت نے بیعت کو ترک کر دیا تھا اور یہی شاہ صاحب نے فرمایا ہے اب آپ کی سارے بحث لغو ٹھہری آئندہ بیعت کو کبھی بدعت نہ کہنا۔ عدو شو و سبب خیر کہ خدا خواہد خیر مایہ و کان شیشہ گر سنگ است **مغالطہ ۵۸**۔ صوفیوں نے بیعت کی جگہ خرقہ رکھا۔ اب فرمائے تغیر سنت کے کیا معنی یہی ہیں کہ ایک سنت کو ترک کر کے اسکی جگہ ایک شے مستحدثہ قائم کر لینی **ہدایہ** بکفر محی ثنیں کہتے ہیں خیر القرون میں خرقہ جاری ہوا ہے اور جس امر کا خیر القرون میں رواج ہو علمائے محققین کے نزدیک وہ داخل بدعت نہیں ہوتا خاص کر جب کہ داخل فی الدین نہ سمجھا جاوے علامہ جلال الدین سیوطی نے التحائف الفرقۃ بوصول الخرقۃ میں اور ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں ناقلاً سخاوی سے اور قسطلانی نے فطاحل حج سے اور عبد الغزیز ملتانی نے اپنی کتاب کوثر النبی میں رواج خرقہ کو خیر القرون سے (جسکی خیر ہونیکسی حضرت رسالت نے شہادت دی ہے) ثابت کیا ہے مصنف کو تا نظر ہے سوائے چند رسائل متہ اولہ کے اور کسی کتاب کی خبر نہیں دیری سے بن دیکھی رستہ چلتا ہے اور قدم قدم پہ ٹھوکرین کہاتا ہے۔ خیر القرون کو اہل بدعت ٹھہرانا اور ان کے رواج کو بدعت کہنا خواجہ کا کام ہے اگر مصنف کو خبر ہوتی تو غالباً طعن بکرتا بالفرض اگر خیر القرون کے طرف نظر نہ کریں اور روایات مذکورہ کو صحیح نہ سمجھیں جیسا کہ بعض محدثین کا قول ہے تاہم طایفہ صوفیہ حدیث ام خالد اور معاذ سے استنباط کرتے ہیں کہ آنحضرت نے ام خالد کو کوئی عنایت فرمائی اور معاذ کو جب یمن کی طرف رخصت کیا تو علامہ پہنایا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہی یہ استنباط صحیح نہیں

مگر چونکہ یہ ایک اجتہاد ہی خطا ہے اس لئے انکو معذور سمجھ کر صرف خطا پر مطلع کر دیا جائے
 طعن اور عیب گیری بالکل بیجا ہے **مغالطہ ۵۹** پر اگر خوف سے ترک تھا
 تو عاقبت اونہوں نے کیوں کی چاہئے تھا کہ وہ ان سے ہجرت کرتے جہاں بت
 قائم ہوتی وہاں جا کر رہتے **ہدایہ** اوس وقت تمام دارالاسلام نو عظیم

کا قلم رو تھا اور جو مخالفوں کے ملک تھے وہ دارالحرب تھی ایک سنت کیواسطے
 دارالاسلام کو چھوڑ کر دارالکفر میں جانا اور ہزار قباحت اور معصیت کے مرتکب
 ہونا کوئی مسلمان پسند نہ کریگا۔ اگر عصف صاحب ہوتے تو فتویٰ جاری کر دیتے
مغالطہ ۶۰ اگر ہجرت نہ ہو سکتی تو ہجرت کی استطاعت پانے تک تقیہ

کرتے چپ چپ کر ایسے طریق سے سنت ادا کرتے جس سے وہم و گم نہ ہو نہ خلاف سنت
 نہ پرتا **ہدایہ** بہانہ اگر کوئی کہے کہ وہ ان کو نہ رہنے دے گا تو یہ جہاد ہے نہ کہ ہجرت
 کیا آپ کس طرح اسکو جہاد کہتے ہیں۔ پر وہ کی ہاست کو عوام سے اندر لے گئے ان نہایت
 ہے کسی کو غیب کا علم ہو تو اثبات یا انکار کا دعویٰ کرے۔ اسکا علم خدا کو سپرد

کر و اس معاملہ میں جان کا خوف تھا اسکو ہستی الوسع لوگ چپا تے تھے سبب تقیہ
 کے حاکموں تک کو خبر نہ ہوتی تھی تو آج ہزار سال بعد میں کس طرح حال معلوم ہو
 کہ معیت کرتے تھے یا نہیں۔ اگر ہم فرض کریں کہ ان لوگوں نے خوف حکام سے ہجرت
 کو ترک کر دیا تھا تو یہی شرعاً کچھ الزام اور مواخذہ نہ ہو گا بلکہ بلا عذر تارک السنہ

پر الزام نہیں اور یہ جواب ہے تقیہ کا ارشاد کیا ہے آپ پہلی ہیہ ثابت کر دیں کہ معیت
 واجب تھی اور وہ لوگ درپردہ یہی نہ کرتے تھے (تو ہم آپ کے ساتھ متفق ہو کر
 انکو ملاست کر نیگے اور انکو قائل بیعت سمجھ کر بحث چھوڑ دینگے **مغالطہ ۶۱**

کیا یہ بھی دو ٹوٹی بات ہے کہ ایک دوا نہ ملی تو دوسرے دوا قائم مقام اسکے والدین۔
ہدایہ دین محمدی میں حکیم مطلق نے بہت سہولت رکھی ہے۔

مثلاً اگر پانی نہ ملے یا استعمال نہ کر سکے تو تیمم جائز ہے اور قرآن مجید یا دھوپ تو صرف
 سبحان اللہ والحمد للہ کہنا نماز میں کافی ہے اور جو قیام نہ کر سکے وہ بیٹھ کر بیٹھ کر
 تویٹ کر نماز پڑھے اور ضعیف العمر روزہ نہ کر کہہ سکے تو فدیہ ادا کرے نماز کے وقت
 مسجد پاس نہ ہو تو تمام زمین مسجد ہے یہ سب بدل ہیں اور یہی شریعت میں ایسی بہت
 صورتیں ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طب روحانی میں طب یونانی کی نسبت
 زیادہ آسانی رکھی گئی ہے پروردگار فرماتا ہے **وَجْعَلْ عَلَیْکُمْ فِی الدِّینِ**
مِنْ حَرَجٍ اللہ نے دین میں تم پر تنگی نہیں کی جب طب جماعی میں اصلاح
 بدنی کے واسطے اطباء نے بدل تجویز کی ہیں تو علاج روحانی کے لئے حکیم حقیقی ^{سطح}
 رفع حرج کے کیوں بدل مقرر نہ فرمایا ونگا۔ مان دوا کے تغیر و تبدل میں بیمار کو کچھ اختیار
 نہیں یہ حکیم کا کام ہے **مغالطہ ۶۲**۔ اور کسی تواریخ سے یہی ثابت نہیں
 کہ خلفائے کسی مشائخ کو جب کہ انہوں نے بیعت شریعت کی منع کیا ہو **ہدایہ**
 جیتک رسم بیعت خلیفوں میں جاری تھی ان کے خوف سے دوسرے کے ہاتھ
 پر بیعت نہیں ہوتی تھی جب خلیفوں نے رسم بیعت کو ترک کر دیا اور بیعت انجلی
 رسم نہ رہی تو لوگوں کو اس کام سے کیوں منع کرتے۔ پہر ہی جس کے ہاتھ پر بیعت
 اور جمیعت کثیف ہوتی تھی حکام ان سے دشمنی رکھتے تھے۔ قصوری صاحب
 آپ تاریخ سے واقف نہیں۔ ابھی ہندوستان میں یہ واقعہ گزرا ہے شیخ نظام الدین
 المعروف بلسطان الاولیاء کے ہاتھ پر جب لاکھوں مسلمانوں نے بیعت کی۔ تو
 پادشاہ وقت کو دل میں خدشہ ہوا اور شیخ کا دشمن ہو گیا **مغالطہ ۶۳** شیخ
 صاحب تو خود اور ان کے والد ماجد اس بلا میں مبتلا تھے **ہدایہ** دیکھو
 قصوری کے فہم کا قصور اور عقل کا فتور یہاں عامل سنت کو گرفتار بنا کہا ہے اور آگے
 چل کر اسی رسالہ میں فتویٰ دیا ہے (اگر کوئی کیسے آگے کھانا رکھ کر بطور اجازت کو

کہے بسم اللہ) جیسا کہ عام رواج ہے کہتے ہیں بسم اللہ کیجیے یہ کہنے والا کافر ہو جائیگا
کوئی ان سے پوچھے کہ بسم اللہ کہنے سے اور سنت پر عمل کرنے سے تو آدمی کا فرار و جعتی ہو جاتا
ہے اب ہدایت کس چیز میں باقی رہنی دینا کہ لاتنخ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا
مغالطہ ۶۴ میں کہتا ہوں شیخ صاحب نے جاری کے کیوں فرمایا بلکہ لفظ
استحاث کہنا چاہئے تھا **ہدایہ** ملا صاحب شیخ کی عبارت کو دیکھو وہ لکھتے
ہیں (بعیت مسنونہ جاری کی) اگر لفظ استحاث لکھتے تو یوں عبارت ہو جاتی بعیت مسنونہ
استحاث کی پہلا مسنون ہی کہی بدعت ہوتا ہے کچھ تو آگے پیچھے دیکھا کر دو اور بعیت مسنونہ
کوئی ایسی اجزاء اسکو مزید چیری نہیں کہ جس میں یہ تاویل کر کے (جو کچھ سنت ہی اور کچھ بدعت
مستحدثہ) آپ کی اصلاح کو صحیح بنایا جاوے گا ایک ہی چیز کو سنت اور بدعت کہنا عقلمندوں
کا کام نہیں **مغالطہ ۶۵** اور سنت موقوفہ اور منسوخہ باجماع کو جاری کر دینا
کی مصداق ہوئی **ہدایہ** مصنف نے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے (اکثر ائمہ میرے
ساتھ ہیں) چنانچہ اسکا ردیف نیز (۵۲) میں ہم کر چکے ہیں اور یہاں لکھا ہے (سنت منسوخہ
باجماع) مصنف مبالغہ کرنے میں اوستا و ہے اگر شاعر ہوتا خوب نام پاتا اصل بات تو اتنی
تہی فطن قیام اپنے اسکو معنے کو (قوم علماء مجتہدین) پھر اس پر ہاشیہ کیا (اکثر ائمہ
میرے ساتھ ہیں) اور یہاں پہنچ کر جو طبیعت جو لافنی پیرائی لکھ دیا (بعیت سنت منسوخہ
باجماع) ہر بے دلیل دعویٰ کو زناد و غلوئی کی علامت ہے اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہے تو آپ
ہی معتبر عالم کا قول نقل کیجئے اجماع یا اکثر ائمہ ان کا اتفاق ثابت کرنا تو امر محال ہے کہ ہم
سے مصنف نے اور یہی اعتراضات قول الجلیل پر کئے ہیں چونکہ ہماری بحث سے انکو علم
نہیں اسلئے ہم کچھ تعرض نہیں کرتے مصنف نے یہاں تک طرہ بکر لکھا ہے کہ شاہ صاحب
نے قول الجلیل کو کفر و شرک سے بہر دیا ہے استغفر اللہ شاہ ولی اللہ وہ شخص ہے جس نے
اتباع سنت اور توحید کا سب سے پہلے ہندوستان میں بیج بویا ہے بلکہ ان کے بعد بھی

۶۴

۶۵

آجنگ اسلامک مین کم ایسا شخص معلوم ہوتا ہے کہ جس نے رد و شرک و بدعت اور احیاء سنت مین ویسی کوشش کی ہو شاہ صاحب کا علم و فضل اور اتباع سنت اور ان کی نصایف کی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے خاصکہ حجۃ اللہ البالغہ عقد الحمید انصاف تفہیمات کے مطالعہ سے تو یقین ہوتا ہے کہ یہ شخص لاثانی تھا۔ متاخرین تو کیا متقدمین مین ہی کوئی انیا کم گذرا ہوگا۔ ان کتابوں مین اتباع کتاب و سنت کے طرح طرح سے تائید کر کے تقلید و بدعت کی خوب جڑ اوکھاڑی ہے اس زمانہ کے سب علماء اوسے خاندان کے خوشہ چین ہیں اور نہیں سے فضیاب ہونا اور انہیں پر اعتراض بجا کرنا کفرانِ نعمت کی علامت ہے۔ ہم سب مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے پیشواے دین سے محبت رکھیں آنحضرت دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي حَبْلَكَ وَ حَبْلَ مَنْ يَخْبُطُكَ اے پروردگار تو ہمیں اپنی اور اپنے دوستوں کے محبت نصیب

مغالطہ ۶۶ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی سواء اللہ کے کسیکو ولایت القادر نہیں کر سکتا **ہدایہ** جو آیت مصنف نے لکھی ہے اُسکا معنوں یہ ہے (کہ جسکو اللہ گمراہ کرے اُسکا کوئی ہادی نہیں) یہ بات بیشک حق ہے جب قسمی مین گمراہی لکھی گئی وہ کبھی ہدایت نہیں پاتا۔ مگر اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء اور اصفیاء سے خلقت کو کچھ ہدایت حاصل نہیں ہوتی پروردگار فرماتا ہے وَ اَنَّا لَنَهْدِيْكَ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ اسی ہی تو ہدایت کرتا ہے سید سے روئے کی طرف اور فرمایا کتاب اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لَتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ یہ کتاب ہے تجھ پر نازل کے ہے تاکہ تو نکالی لوگوں کو اندھیروں سے طرف روشنی کے اور فرمایا وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر گروہ کے واسطے ایک رہنما ہے اور فرمایا وَمِنْ خَلْقِنَا اُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ ہمارے مخلوقات مین سے ایسے ہیں جو سچے راہ بتلاتے ہیں ان آیات سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت خاتم المرسلین ہیں سید مصی راہ

دکھلانے کو اے اور موافق ہدایت قرآن کے ظلمات سے طرف نوری کہنچ کر لاتے ہیں
 اور ہر اُمت کی طرف رہنمائی کے واسطے رسول آتے رہے ہیں اور ہر وقت مہندگانِ خدا
 سے ایسے لوگ موجود رہتی ہیں جو گمراہوں کو راہِ حق بتلا دیں ہدایت اور ضلالت تقدیر
 الہی کے تابع ہیں وہ پہلے تو ہدایت کرے نہ چاہے تو نہ کرے اس میں کسی کو انکار نہیں
 فاعل حقیقی وہی ہے مگر انبیاء و رکتب آسمانی اور صلحا اور علما کو پروردگار نے اسباب
 ہدایت مقرر فرمایا ہے۔ اگر کوئی ہدایت خلق میں کچھ دخل نہ ہوتا تو پروردگار رسول نہ
 بھیجتا اور کتابیں نازل نہ فرماتا اور امر بالمعروف کی تاکید نہ کرتا اب جو فوائدِ صحتِ صلحا
 اور علما کا انکار کرے وہ معاذ اللہ تمام اسباب ہدایت کو لغو ٹھہراتا ہے ملا صاحب نے لکھا ہے
 کہ اللہ ہی مرشد ہے اور کسی کو مرشد کہنا قرآن شریف کے خلاف ہے اور تصدیقہ علیہ
 میں جو اس رسالہ سے پیچھے بنایا ہے لکھتے ہیں کہ میرا مرشد رسول اللہ ہے۔ معلوم ہوا
 کہ اس قول سے تائب ہو گئے ہیں یا اپنے واسطے قرآن شریف کا خلاف جائز سمجھتے ہیں
 اور دن کے لئے ناجائز **مغالطہ ۶۷**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بندہ
 کامل کو حکم نہیں کہ کسی کو اپنا عبد یا مرید یا چیلہ کہے اور یہ حکم ہے کہ سب ربانی اور
 اللہ والے **بنو ہدایہ** اس آیت کی شانِ نزول مفسرین یوں لکھتے ہیں کہ
 جب آنحضرت کو نبوت ملی اور آپ نے تمام خلقت کو طرفِ توحید اور اقرارِ رسالت کے
 بلایا تو یہودیوں نے لوگوں میں یہ بات مشہور کی جو خدا کو ہم بھی مانتے ہیں مگر یہ شخص
 (یعنی نبوت) چاہتا ہے کہ مجھ پر ایمان لاؤ یعنی مجھ کو اپنا معبود سمجھو۔ غرض اس تمہت سے
 آنحضرت کو بدنام کرنا چاہا تاکہ کوئی شخص آپ کی بات ماننے اور آپ کا دین اختیار نہ کرے
 اللہ جل شانہ نے یہ ثابت نازل فرما کر کہ ان کا فریب کہو لایا اور ارشاد کیا کہ نبیِ شکر نہیں
 بتلایا کرتے ہمارا رسول یہ حکم کرتا ہے کہ تم خدا پرست بنو۔ اس واسطے جو تم لاوا لکھتا
 کتاب پڑھتے پڑھتے رہو۔ قصوری صاحب بھی احباب کی پیروی کرتے ہیں اور

اہل اہل پر تعلیم شرک و بدعت کی ہمتیں لگا کر خلقت کو ان سے نفرت دلاتے ہیں
 عباد کے معنی اس جگہ عبادت کہہ نیا لے ہیں جیسا کہ مصنف نے بھی تصریح کی ہے پس
 اس لفظ سے پیر و مرید کہنے کی مخالفت استغنا کرنا ظلم و تحریف ہے پیر اور مرید تو شاگرد
 اور استاد والی نسبت ہے جس کے کوئی فن یا علم یا خاصہ یا حکام اسلام سیکھے اور سکھادے
 اور شیخ کہتے ہیں اور جو مرد کامل طریقہ حضور دائمی کا (حبیب اصطلاح شریع میں احسان
 کہتے ہیں) بتلا دے اس کو مرشد اور پیر کہہ دیکھ پکارتے ہیں۔ احسان کا درجہ سب عملوں
 سے بڑھ کر ہے اور جو اس عالی منصب پر مرقی ہوتی ہیں وہی پیر اور پیشوا سمجھے جاتے
 ہیں اگر کہو یہ حو فیوں کے ٹوکھو سہلے ہیں اسلام کے سوا اور کچھ نہیں تو ہم آپ کو
 پتہ بتا دیتے ہیں مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل الاول کا مطالعہ کرو۔ درجہ احسان کا یہاں
 صاف صاف ذکر ہے۔ میں کہتا ہوں تصویر سے زیادہ کسکی حالت قابل فسون
 ہوگی تسلیم مرتبہ احسان کو شرک اور بدعت کہتا ہے اور اون کا میں کے حق میں جو
 اس طریقہ کے معلمین آیت کوا اعباد الی من دون اللہ پتہ ہے اس صحیح
 لانے سے معلوم ہوا کہ تحریف جو عادت یہود ہے آپ میں یہ بھی موجود ہے بعض علماء
 جمعہ ہمارے کہتے ہیں۔ کہ بیعت صالحون کے ہاتھ پر پیشک سنت ہے مگر پیری مریدی
 بدعت ہے میں کہتا ہوں یہ کئی کئی بار غلطی ہے جب بیعت صالحون کے ہاتھ
 پر سنت جانتے ہیں پس پیری مریدی کہ عبارت ہے بیعت کرنی اور طریقہ احسان
 بتلانے سے جو دونوں کتاب و سنت سے ثابت ہیں کیونکہ بدعت ہونی بلکہ اس
 وقت میں پیری مریدی فقط بیعت لینی اور کرنی کا نام ہے جس شخص کے ہاتھ پر بیعت
 کیجا دے اگرچہ اور کچھ نہ بتلا دے اسکو پیر کہتے ہیں اور بیعت کرنے والے کو مرید۔
 تعجب ہر جب بیعت سنت ہے تو عمل اسکا کیوں بدعت ہوا اور عامل اسکا
 کیوں مبتدع ہوا اس تقریر سے جب وہ لا جواب ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے

مطلب یہ ہے کہ بدعت لینے والے پر پیر کا نام رکھنا اور کر نیوالے کو مرید کہنا بدعت ہے اور یہ قول انکا بھی غلط ہے کیونکہ اسما امور عادیہ سے من اور امور عادیہ میں بالاتفاق بدعت نہیں ہوتی والا مثلاً غلام علی احمد اللہ غلام اللہ عطاء اللہ وغیرہ مثال ذلک نام رکھنا اور اوستا و شاگرد کہنا بھی بدعت ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ نام سلف سے منقول نہیں مان اگر کوئی فقط اس خالی نام کو ثواب اور عبادت سمجھو تو بیشک اس کے حق میں بدعت ہوگی **مغالطہ ۶۸**۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن ہی کی تعلیم کہیں اور اسی تعلیم سے ماہ دین دکہا میں نہ بذریعہ کسی اور طریقہ محدثہ کے **ہدایہ** کا تہ حق و ارادہ باطل مصنف نے بات تو بیشک کہی مگر اس کی غرض باطل ہے دیکھو مغالطہ (۱۲) ص ۱۱ میں تعلیم فاسخہ پر انکار کیا ہے اور یہاں قرآن کی اجازت دیتا ہے کیا الحمد للہ آن مجید میں سے نہیں کاش مصنف اپنے ہی قول کے موافق عمل کرتا اور ضد میں اگر طریقہ مسنونہ پر جو قرآن و حدیث اور تعامل صدیقین امت سے ثابت ہے اعتراض نہ کرتا۔ مونہ سے حق کہنا اور خود گہرت قواعد سے اُسکور و کہہ کے خلاف عمل کرنا اہل حق سے بعید ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون **کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون** ای ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے اللہ کے نزدیک بڑے غضب کا باعث ہے جو تم مونہ سے کہو اور نہ کرو **مغالطہ ۶۹** اور شیخ صاحب اور اون کی اولاد انجا اپنی کتابوں میں صریح لکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں شرک میں شاید شیخ صاحب نے کسی مصالحت سے لکھا ہوگا **ہدایہ** مناسب تھا کہ آپ یوں کہتے (شاید شیخ علیہ رحمۃ کی کلام میری سمجھ میں نہیں آئی) ورنہ یہ کیا حذر ہے کہ شیخ نے کسی مصالحت سے لکھا ہوگا کوئی ایسی مصالحت ہی ہے جس کے سبب شرک اور بدعت کا رواج دنیا جانی

۶۸

۶۹

ہو جائے غالباً آپ کے نزدیک مصلحتاً جھوٹ بولنا دینی مسائل میں درست ہوگا
 جبھی آپکا رسالہ بھتان اور جھوٹ کا مجموعہ ہے **مغالطہ** اور ظاہر ہے
 قوم سے مراد شیخ کے قول میں قوم مجتہدین کے ہے الی قولہ۔ اس بیان سے ثابت
 ہوا کہ راقم اس بات میں منفرد نہیں ہے بلکہ اور مجتہدین بھی میرے ساتھ ہیں
ہدایہ شاہ صاحب نے صرف اتنا لکھا ہے کہ ایک قوم نے بیعت کو خلافت
 پر منحصر سمجھا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے **وہذا ظن فاسد منہج یہ ان کا**
گمان غلط ہے شاہ صاحب تقاس قول کو رد کر چکے ہیں قصوری صاحب کے پاس اور
 کوئی سند نہیں یہی عبارت جسکا قائل بھی مصنف کے نزدیک مجہول ہے بار بار
 نقل کرتے ہیں اگر کوئی مجتہد یا امام یا معتبر عالم بیعت کو قبول خلافت پر منحصر سمجھتا
 تو ضرور مفسرین و محدثین کسی کتاب میں اوسکا قول نقل کرتے اور نام ہی لکھتے
 صد کتابیں موجود ہیں۔ کسی میں یہ مسئلہ پایا نہیں جاتا۔ پھر اس بنا پر فاسد پر جو اپنے
 دعویٰ کیا ہے اوس میں بڑا غلط اور اختلاف مسئلہ میں لکھتے ہیں (اجماع امت بیعت نسخ
 ہے) اور مسئلہ میں لکھا ہے (اکثر ائمہ دین میرے ساتھ ہیں) اور یہاں کہتے ہیں راقم اس بتا
 میں منفرد نہیں (مصنف نے اظہار رخط اور جنون میں کوئی کسر نہیں رکھی اگر لوگ
 اب بھی نہ سمجھیں تو اذن کا قصور ہے ہم قصوری صاحب سے رعایت کرتے ہیں اور
 کہتے ہیں کہ اجماع امت اور اتفاق اکثر ائمہ کا ثبوت اذن کو معاف صرف ایک مجتہد یا معتبر
 عالم کا نام بتلا دین تب ہم اذن کو معذور سمجھیں گے ہدایہ ممبر (۵۳) دمبر (۵۲) میں مسئلہ
 کو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں ناظرین اگر توجہ کریں گے تو حق ظاہر ہو جائیگا **مغالطہ**
 جیسا کہ تنخیر ابن حبان کی اور ابن جوزی کے کتاب تبیس العیسیٰ اور شیخ احمد روضہ
 کے قواعدون سے اور عبدالحق صاحب کی شروح سے جو ان قواعد کی ہے یہی معلوم
 ہوتا ہے کہ بہت علمائے متصوفہ کے طرق کا انکار کیا ہے **ہدایہ** علمائے

کے

کے

اس طائفہ کی بدعتوں کو بہت دیکھا چورا اور روایات میں کتابین تصنیف کی ہیں مگر کسی نے آپ کی طرح بیعتِ توبہ اور بیعتِ اسلام اور بیعتِ اتباعِ سنت کو رو نہیں کیا۔
 انکا رحق خاص آپ کا حصہ ہے ابن جوزی رحمہ اللہ نے جلیبی صوفیوں پر نکتہ چینی
 ہے ویسی محدثین اور فقہاء اور واعظین کے عیوب بھی ظاہر کئے ہیں جتنے ضرر
 ہیں اس طائفہ کے رواجِ سراسر بدعت ہیں ابن جوزی یا کسی اور سے بیعت کا انکار
 ثابت کہ وہ خارج از مطلب جگہ کیا کرنے سے کچھ حاصل نہیں **مغالطہ ۲** ۲۲ م
 ہے کہ نووی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیعتِ توبہ واستغفار کی اول امر میں
 تہی یعنی قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک ہوئی **ہدایہ** نووی رحمہ اللہ
 نے جو فرمایا درست فرمایا مگر آپ کا استنباط اس سے غلط اور بہتان ہے انہوں نے
 یہ نہیں فرمایا کہ بعد از ہجرت بیعت متروک ہو گئی تھی یہ قصوری صاحب کی
 الحاق ہے واسطے تسلی ناظرین ہم ان روایتوں کو نقل کرتے ہیں باعینارِ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا تنسوا ان لا تنسوا ان لا تنسوا ان لا تنسوا
 ولا تقتل النفس التي حرم الله الا بالحق عبادہ بن صامت فرماتے ہیں ہم نے بیعت
 کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہم کبھی شرک اور زنا اور چوری اور خونِ ناحق
 نہ کیا مگر امام نووی بعد نقل روایت کے کہتے ہیں یہ معاملہ قبل از ہجرت ہوا تھا
 یہ نہیں کہا کہ ہجرت کے بعد کبھی آنحضرت نے بیعتِ توبہ نہیں لی اور نہ امام موصوفی
 ایسا کہہ سکتے ہیں کیونکہ صحیحین کے روایت سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے مصنف نے
 کچھ نہیں بے ایسا سمجھا اور امام کے ذمہ لگا دیا صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم قال وحولہ عصابة من اصحابہ تعالوا بايعوني على ان لا
 تنسوا بالله شئيا ولا تنسوا قول ولا تنسوا اولادكم ولا تنسوا
 دينكم ولا تنسوا ما بين ايديكم ولا تنسوا ما خلفكم ولا تنسوا ما بين يديكم ولا تنسوا ما

وفي رواية للبخاري والنسائي وقيل في آية النساء فمن وفي منكفوا بغير
 على الله ومن اصاب من ذلك شيئاً فعوقب به فهو كفارة له ومن
 اصاب من ذلك فاستغفر الله عليه فامره الى الله انشاء عاقبه وانشاء
 عفا عنه قال فبايعناه على ذلك آنحضرت کے مجلس میں اصحاب کبار حاضر
 آپ نے ارشاد کیا آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کر دو جو ہم شرک اور چوری اور زنا کی گنجی
 اور اپنی اولاد کو نہ ماریں گے اور کسی پر ہتھان نہ کریں گے اور حکم ہی کا خلاف نہ کریں گے
 اور صحیح بخاری اور نسائی کے روایت میں ہے کہ آپ نے یہ آیت بھی پڑھی اذ جاء
 المؤمنات يبعلنك الخ پس فرمایا جو شخص اس وعدہ کو پورا کرے گا اس کو
 اجر دیگا اور جو ان گناہوں کا مرتکب ہوا اور سنرا دیا گیا پس سزا اس کے لئے
 کفارہ ہے اور جس گنہگار کے خدا تعالیٰ پردہ پوشی کرے اس کا معاملہ خدا کے سپرد
 ہے خواہ عذاب دیوے خواہ بخشے راوی کہتا ہے پہر ہم نے اس بات پر آنحضرت
 سے بیعت کی۔ لفظ عوقب سے اور آیا اذ جاء لك المؤمنات پڑھنے سے
 صاف ثابت ہے کہ یہ بیعت آنحضرت نے بعد از ہجرت کی تھی کیونکہ لفظ عقاب
 سے مراد حد و دشرعی ہیں اور حد و کا حکم بعد ہجرت نازل ہوا تھا اور ایسی ہی آیت
 مذکورہ بھی زمانہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھی گویا یہ حدیث دو طرح سے ہمارے
 دعویٰ کے موافق شہادت دیتی ہے۔ مصنف نے الفاظ صریح کو چھوڑ کر کج فہمی
 اولیٰ دعویٰ کر کے اس کو نو دی کی طرف ناحق منسوب کیا ہے مترجم کہتا ہے
 تصویر صاحب کی تحریر دن کے مطالعہ سے ہمیں از روئے اصناف اس طرح کی
 نو نوئی لکھنے اور رائے دینے کا موقع ملا ہے کہ اس سال کے اکثر دعویٰ خطبہ اور
 مخالطات اور روایات منقولہ محض افتراء ہیں مغالطہ ۲ اس حدیث پر
 تصدیق ہوتی ہے قول مسلم کے جو اس نے کہا ہے کہ یہ بیعت اول اسلام میں تھی

ہدایہ قصوری صاحب سچ سمجھ کر موبہ سے بات نکالو صحیح مسلم میں تو اسکا اشارہ بھی نہیں ثان نووی نے اتنا کہا ہے کہ یہ بیعت لیاۃ العقبہ میں ہو چکی آپ نے اس پر یہ حاشیہ کیا (کہ بعد از ہجرت بیعت متروک ہوئی) اور اپنے حاشیہ کو انام موصوف کے ذمہ لگایا۔ اوس افتہ کو ہم بخوبی رد کر چکے کیا آپ مسلم اور نووی کو ایک سمجھترہین یا افترا کی حادث ہو گئی؟ امدتامس ہمارا حلامہ و کھلا امدہم قوام طاعون نووی اور مسلم اگر ایک ہیں تو آپ کیوں غیر ہو گئے۔

مغالطہ ۷۷۔ پھر آپ نے بیعت مردوں سے بھی ترک کر دی **ہدایہ** حدیث متفق علیہ حکم کو ہم ابھی لکھ چکے ہیں اس باطل دعویٰ کے ابطال کی واسطے کافی ہے **مغالطہ ۷۸**۔ بیعت توبہ و استغفار کے اول میں تہی یعنی قبل از ہجرت اذ بعد از ہجرت متروک ہوئی اسی پر دال ہے یہ آیت شریف یا ایہا الذی اذا جاءک المؤمنات وجہ استلال کے یہ ہے کہ اسکے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے بیعت کہی نہیں کی مردوں سے بیعت جہاد و اسلام کے کرتی تھے اور بیعت توبہ بھی پھر آپ نے بیعت مردوں سے بھی ترک کر دی **ہدایہ** مصنف کے

۷۷

۷۸

قول (اسکے پہلے الخ) میں دو معنوں کا احتمال ہے یا مصنف کی مراد اس کلام سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے عورتوں سے بیعت نہیں کرتے تھے بلکہ مردوں سے بیعت اسلام جہاد توبہ کرتے اور یہ محض غلط ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے بیعت جہاد نہ تھی بلکہ حکم جہاد ہجرت سے پیچھے نازل ہوا ہے۔ اور یا مراد مصنف کے یہ ہو کہ قبل از نزول اس آیت کے مردوں سے بیعت اسلام جہاد توبہ کرتے تھے اور عورتوں سے نہیں کرتے تھے اس صورت میں بھی غلط ہے کیونکہ مصنف کا قول ہے (بیعت توبہ بعد از ہجرت متروک ہوئی) حالانکہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی اور صلح حدیبیہ ہجرت سے چٹھی سال میں ہوئی چنانچہ کتب

مین ہے پس بیعت بعد از صلح حدیبیہ مترک ہوئی نہ بعد از ہجرت۔ یہ صرف مصنف کی کلام مین تناقض اور اوس کی کند فہمی کا بیان ہے ورنہ درحقیقت بیعت نہ بعد از ہجرت مترک ہوئی و نہ بعد از نزول آیت چنانچہ مفصل بیان ہدایہ نمبر (۷۲) مین ہو گیا **مغالطہ ۷۶**۔ اور کہین ثابت نہیں کہ بعد از ہجرت یہ آیت پڑھ کر کسی مرد سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی ہو **ہدایہ** مصنف بڑا دلیر معلیم ہیں بے ڈھڑک کہتے ہیں (اور کہین ثابت نہیں کہ بعد از ہجرت یہ آیت پڑھ کر کسی مرد سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی ہو) اور حالانکہ ہجرت کے بعد ایسے واقعات صحیح روایتوں سے ثابت ہیں۔ بخاری اور مسلم ترمذی اور نسائی مسند عبد الرزاق اور مسند احمد سعید بن منصور اور ابن سعد عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن مردویہ یہ سب عباؤن صامت سے راوی ہیں قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا یحییٰ بن علی ان لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تنسوا ولا تنوا وقرأ ایه النساء فبايعناه علی ذلك عباده کہتے ہیں کہ ہم لوگ حاضر خدمت تھے تو آنحضرت نے فرمایا مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ شرک اور چوری اور زنا نہ کریں گے اور آپ نے آیت النساء اذا جاءکم المؤمنات یعنی جو عورتوں کے حقین نازل ہوئی ہے پڑھی۔ پس ہم نے ان امور پر آپ سے بیعت کی اس حدیث مین دو قریبہ شاذ ہیں اور اسکی تفصیل ہدایت نمبر ۷۲ مین ہم کہ چکے ہیں ادنی توجہ کے ساتھ آدمی ان مسائل کو کتب حدیث سے نکال سکتا ہے مگر مصنف کو غرور اور خود پسندی نے مارا خود علم نہیں دوسرے سے پوچھنے کو عیب جانتا ہے انما شفاء العی السوال معلیمی کا علاج ہے پوچھ لینا جو شخص معلیم ہوا تو عالموں سے دریافت نہ کرے وہ آخر جہل مرکب مین گہ نشت رہ جاتا ہے قصور جو صاحب کے اکثر دعویٰ ایسے ہیں کہ جب کتب صحاح کو دیکھیں تو سب روایتیں اس کے

خلاف سختی بہن مغالطہ ۷۷ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت کے بیعت توبہ ترک کر دی تو اسکو عورتوں پر جاری کرنے کے واسطے یہ آیت اور تری حکم مرد نہ اس آیت کے نزول کی کجیا حاجت تھی آگے تو بیعت مرجع تھی **ہدایہ** تصویر کی عجیب حالت ہے۔ پر لے سکا غیبی ہو کہ یہ بھی اپنی رائے پر چلتا ہے نقل سے خبر نہیں اور درایت سے خبر نہیں مگر قرآن وحدیث پر رائے لگانے کو تیار بیٹھیں میں حضرت رسالت فرماتے ہیں من قال فی القتل بادیہ فلیت بوا مقعدہ من النار یعنی جو قرآن میں اپنی رائے لگا کر یہ طلب کچھ سے کچھ بنانا ہے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا کرے اور یہ بھی ارشاد ہے ایک زمانہ آؤ کجا لوگ اپنی رائے پر خود پسندی کرینگے خدا کے بندہ اس وعید کو دیکھ اور نزول آیات کے سبب اپنے دل سے بنانا کر لوگوں کو خرابی میں نہ ڈال بخاری نے مروان بن الحکم اور مسور بن محزمہ سے حدیث نقل کی ہے جس سے سبب نزول صاف معلوم ہوتا ہے ناظرین اس روایت کو پڑھ کر تصویر کی علم اور دیانت کا اندازہ کریں دوی البخاری عن مسوان بن الحکم والمسور بن مخرمۃ انھما قالما کان فیما اثنین طسہیل بن عمرو علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لایاتیک منا احد وان کان علی دینک الامر دتہ الینا فکاتبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک فردی منذ اباحہ دل ولم یاتہ احد من الرجال الا زدة وان کان مسلما و جاءت المومنات محجبات و کانت امر کلشہ من خرج الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء اهلہا یسألون النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یرجعہا الیہم فلم یرجعہا الیہم لما انزل اللہ فیہن اذا جاءک المومنات محجبات فامتنعن و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمتحنہن بہذہ الایۃ یا ایہا الذین

امنوا اذا جاءك المؤمنات مهاجرات الى غفواں الرحيم وان اور مسو ربي
 کرتے ہیں کہ جو شرط پھیل بن عمر نے آنحضرت سے منظور کر لی تھیں اون میں ایک
 یہ بھی شرط تھی کہ جو ہمارا آدمی تمہارے پاس آوے خواہ وہ مسلمان ہو گیا ہو ہمارے حوالہ
 کر دینا آنحضرت نے یہ شرط منظور کر کے عہد نامہ لکھ دیا اور اوسے روز ابو جندل رضی اللہ عنہ
 کو (جو حضرت کے ساتھ ہجرت کر نیکیو تیار تھا) آنحضرت نے لٹا دیا اور جو شخص حاضر خدمت
 بابرکت ہوتا گو وہ مسلمان ہو کر آتا او سکون ہی لٹا دیتے۔ اور ایمان والی عورتیں گہرا
 چھوڑ کر آپ کی جناب میں حاضر ہوئیں بی بی ام کلثوم اونہیں میں سے تھی اون کے
 رشتہ داروں نے اگر درخواست کی جو ام کلثوم ہمارے حوالہ کیا وے۔ پر دروگہ کرنے
 پر چند آیتیں جو سورہ ممتحنہ کے اخیر میں ہیں نازل فرمائیں یا ایھا الذین امنوا اذا جاءك
 المؤمنات مهاجرات فامتنوهن اے ایمان والو جو وقت تمہاری پاس عورتیں
 ایمان والی اور گہرا چھوڑ نیوالی آویں تم ان کا امتحان کرو۔ اور آنحضرت ان آیتوں
 سے ان کا امتحان کیا کرتے تھے۔ مقام حدیبیہ میں جو عہد و پیمان ہوا تھا اوس میں
 یہ شرطیں درج تھیں اور اس شرط میں (کہ جو ہمارا آدمی تمہارے پاس جاوے او سکون
 واپس کر دینا) عورتیں بھی داخل تھیں۔ پر دروگہ کرنے والوں کا پیہر نامنظور نہ ہوا یہ آیتیں
 نازل فرما کر کافروں کا عہد توڑ دیا۔ و کہیو اس حدیث میں ان آیتوں کے نازل ہونے کا
 سبب کیا واضح طور پر بیان کیا گیا ہے پس جو شخص ظاہر روایت کو چھوڑ کر اپنی رائے
 سے توجہ میں تراش تراش کر ادھر کی مقابلہ کرے اوس کو پہلے سرے کا متعصب یا
 ناواقف محض سمجھنا چاہیے **مغالطہ ۷۸** اور نیز اس آیت سے معلوم ہوتا ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے عورتوں کو جائز تھے جیسا کہ خطاب
 آیت اذا جاءك دال اسی پر ہے۔ **ہدایہ** ہدایہ نمبر (۲۵) مطالعہ کرو وہاں
 انصاری عورتوں کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بخوبی دیکھ لایا گیا ہے اور قریباً

ہم یہ بھی ثابت کر دین گے جو قریشی عورتوں نے مکہ معظمہ میں عمر فاروق سے بیعت کی تھی تمہارے عقلی استنباط کے رد کرنے کو یہ دو دلائل شاہد ہیں

مغالطہ ۷۹ مومنات کے لفظ سے مومن مرد و خلیگی ہلا یہ

۷۹

مرد آدمی غذا کا خوف کہ بسم اللہ کہنے پر لوگوں کو کافر بنا دیتے ہو اور خود قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہو یہ کیا ایما نڈاری اور اتقا ہے صحیحین اور سنن اور مسانید کی روایت سے (حسکو ہم بضمین ہدایت نمبر ۷۲) ذکر کہ چکے ہیں) صاف ثابت ہے کہ آنحضرت نے مردوں سے بیعت لی اور آیۃ النساء (حسکو قصوری نے عورتوں کے ساتھ خاص کیا) پڑھی اور نائی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تبایعونی علی ما یباع علیہ النساء قلنا بلی یا رسول اللہ فبايعناہ علی ذلک آنحضرت نے اصحاب سے ارشاد کیا جو کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرتے اور عہد پر جس پر عورتوں نے بیعت کی ہے مجھے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ پس نہیے اسی عہد پر بیعت کی ناظرین پہلے اس بات کو سمجھ لیں کہ اس آیت میں بیشک خاص کر عورتوں کا ذکر ہے اور اوہ نہیں سے خطاب ہے مگر آنحضرت نے مردوں کے حق میں یہ آیت پڑھ کر (باوجودیکہ آنجناب لفظ مومنین اور مومنات میں فرق کر سکتے تھے) زن اور مرد سب کو اس حکم میں شامل کر دیا اور یہ قصوری صاحب کو دیکھیں جو بیان و توضیح نبوی کو چھوڑ کر کس طرح باے پر چلتا ہے **مغالطہ ۸۰** اور شرط اذا جاءک سی ہیہ نکلا کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوے اپنی خواہش سے تو اس سے بیعت توبہ کی لیں نہ بلا بلا کہ تحریض کر کے بیعت کر دین **ہیلہ** اسی پر وردگار قصوری کو خوف و خشیت نصیب کر کہ علمی و بے بھی سے تیرے آیات و احکام کفرافات باتوں سے مقابلہ کرتا ہے اور بزم خود اداں کو اجتناب و ات اور استنباطات سمجھاتا ہے میں حیران ہوں لفظ با یعونی جو امر کا صیغہ ہے یعنی مجھ سے

۸۰

مبعیت کرو صحیح روایت میں موجود ہے اور یہ بے الضاف کہتا ہے کہ (حضرت تھوڑی
نہ کرتے تھے) امام بخاری اور مسلم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں جو ابن عباس سے
فرمایا میں نماز عید الفطر میں آنحضرت کے ساتھ تھا پس جناب رسالت مآب عورتوں
کے پاس تشریف لگئے اور آیا اذ جاءك المؤمنات يبایعنك علی ان لا یسرن
بالله اخیر تک پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ تم ہی اس عہد پر مبعیت کرو گے ایک عورت
نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ دیکھو اس سے زیادہ کیا تعزیب ہوگی کہ آنحضرت
چلے گئے اور مبعیت کی درخواست کی۔ اور روایت اُم عطیہ حبکہم بضمن ہایہ ۲۵
نقل کہ حکمران درخواست و طلب مبعیت کے لئے کامل ثبوت ہے۔ مثلاً عورتوں
کو ایک جگہ پر جمع کرنا اور اپنی جگہ نائب پیچیدہ مبعیت لینا اہتمام کی علامت ہے
اور سب سے بڑھ کر سنائی کی روایت میں نصیح کہ آنحضرت نے مردوں کو ارشاد
کیا کیا تم مجھ سے اس طرح کی مبعیت نہیں کرتی جیسے عورتوں نے کی ہے۔

۸۱

مغالطہ ۸۱ اور کاف خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت
معلوم ہوتی ہے **ہدایہ** قصوری صاحب اس بات سے مزہ لیتی ہیں
اور بار بار کہہ کر دل خوش کرتے ہیں۔ لوجہ بھی آپ کی افتادہ کر کے واسطے
یاد دہانی ناظرین کے اون احادیث کا اعادہ کرتے ہیں جبکہ ہم بضمن ہایہ (۲۴)
(۲۵) مستحیر کہ چکے ہیں صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم
کے ہاتھ پر مبعیت کی اور مبعیت کرتے وقت یہ بھی کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت
رسول اللہ پر آپ سے مبعیت کرتے ہیں دیکھو صحیح بخاری اور مسند امام احمد بن حنبل
میں قصہ مبعیت عثمان رضی اللہ عنہ اور ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ بروز
فتح مکہ کو صفایہ آنحضرت مردوں سے مبعیت لیتے تھے اور عفرار و ق رضی اللہ
بہاؤ سے نیچے عورتوں سے مبعیت کرتے تھے اور ابوداؤد اور بیہقی اور طبرانی

مسند ابن ابی حاتم
منازل انبیاء ہادی
الروایۃ فی الفکر
الصلوۃ فی الجاہلیۃ
و بعد از انساب
الصلوۃ فی الجاہلیۃ
و بعد از انساب
الصلوۃ فی الجاہلیۃ
و بعد از انساب

اور ابو یعلیٰ وغیرہم راوی ہیں امم عطیہ سے کہ جب حضرت رسالت مدینہ میں
 قدم فرمایا ہوئے انصار کی عورتوں کو ایک مکان میں جمع ہو نیکیا حکم دیا اور
 عمر کو اپنی جگہ بیعت لینے کے واسطے بھیجا۔ دیکھا اگر کاف خطاب سے خصوصیت
 آنحضرت کی مراد ہوتی تو آنحضرت عمر فاروق کو ہرگز نائب نہ کرتے اور صحابہ کبار
 خلفاء سے بیعت نہ لیتے جاز نہ سمجھتے۔ ان روایتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بیعت
 توبہ اور بیعت خلافت کوئی ہی چیز نہ تھی آنحضرت نہیں **مغالطہ ۸۲** باقی رہی
 حدیث مجاشع بن سعد سلمیٰ قال قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ابایعہ علی
 الحجۃ فقال ان البیعة قد مضت لاهلہا ولكن علی الاسلام والخیر
 وفي رواية قلت فباي شيء تبایعہ قال علی الاسلام والحجۃ والخیر
 اول توبہ حدیث مختلف ہے **ہدایہ** مجاشع کی حدیث نے منکر کا کوئی عذر
 باقی نہیں چھوڑا۔ اگر کہے بعد ہجرت کے آنحضرت نے مردوں سے بیعت نہیں
 کی تو یہ بھی رد ہوتا ہے اور اگر خاص بیعت توبہ کا انکار کرے تو وہ بھی غلط ٹھہرتا ہے
 آخر الامر اس نے نیا عذر اور بہانہ ایسا دیکھا۔ ناظرین انصاف پسند عذر گیرین
 مغالطہ نمبر (۳۸) میں مصنف نے مسئلہ بیعت کو جو آیات و احادیث سے ثابت ہے
 اس عذر سے رو کیا تھا کہ اجماع نے اس کو نسخ کر دیا ہے حالانکہ اجماع ہی اون کا
 خیالی پلاؤ ہے یہاں حدیث مجاشع کو جو باتفاق و اجماع ائمہ حدیث صحیح ہے صرف
 اپنی رائے سے روکتے ہیں یا اجماع کے ایسے معتقد تھے کہ لفظ ص کو اس سے
 نسخ کرتے تھے اب ایسے منکر ہوئے کہ امام بخاری اور مسلم کی احادیث کو جسکی صحت
 پر اجماع اتنے آپ ادھر ادھر کی باتیں بنا کر خلاف اجماع ضعیف بتلاتے ہیں۔
 چہ خوش یا بائین شعور آشوری یا بائین بے نیکی اب ہم مصنف کے اعترافات اور
 اون کے جملہ بات معضل لکھتے ہیں۔ اول اس حدیث میں یہ اختلاف ثابت کیا

کہ ایک روایت میں راوی کا بیان ہے میں آنحضرتؐ کے پاس آیا تھا کہ ہجرت پر
 بیعت کروں اور دوسری روایت میں ہے میں اپنے بہائی کو آنحضرتؐ کی خدمت
 میں لایا تاکہ ہجرت پر بیعت کرے۔ اور یہی روایت میں سب سے کہ میں اپنے
 بھتیجے کو لے گیا تھا۔ وہم یہ اختلاف ظاہر کیا ہے کہ ایک جگہ اسلام اور جہاد اور غیر
 یقین کا ذکر ہے اور دوسرے مقام میں لفظ علی الحیر نہیں کہا۔ اور بعض مقام
 پر لفظ (علی الایمان) لکھا گیا ہے۔ پہلے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ اگر حدیث
 صحیح الاسناد میں ایسا اختلاف ہو کہ اس میں تضیق کر سکیں تو اس اختلاف
 کو کالعدم سمجھا جاوے گا اور اس حدیث کو پایہ صحت اور اعتبار سے ساقط نہ کریں گے
 یہ قاعدہ عام محدثوں کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہے نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
 اگر احادیث مختلف میں تطبیق ممکن ہو تو دونوں روایتوں پر عمل واجب ہو گا اور غلط
 ابن حجر نے سنجہ الفکر اور اسکی شرح میں لکھا ہے کہ حدیث مختلف ممکن الجمع مقبول
 ہوتی ہے اور جو شخص صحیح بخاری کے الفاظ پر غور کرے وہ ان روایات کے جمع اور
 تطبیق بخوبی کر سکتا ہے۔ مگر مصنف تحقیق الکلام قصور فہم کے سبب معذور ہے
 صحیح بخاری میں ہے عن مجاشع ان ابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باخی فقلت
 باعنا علی الحجۃ الحدیث مجاشع کہتے ہیں میں اپنی بہائی کو لے کر آنحضرتؐ کے پاس
 آیا پس میں نے عرض کیا کہ آپ ہم دونوں سے بیعت کیجئے ہجرت پر دراصل مجاشع رضی اللہ
 اور اونکا بہائی دونوں حاضر خدمت ہوئے تھے اور دونوں بیعت کیوا سطے
 آئے تھے مگر جب آپ تعہد بیان کرتے تو کہی فقط اپنا ذکر کرتے اور کہی صرف اپنا
 بہائی کا حال بیان کرتے اور کہی اپنا اور اپنے بہائی کا اکٹھا ذکر فرماتے چنانچہ اس
 روایت میں لفظ باعنا سے دونوں کی بیعت صاف ظاہر ہوتی ہے اب میں اختلاف
 تو نکل گئے صرف ایک اختلاف باقی رہا یعنی (ابن اخی) کا نسخہ ہم کہتے ہیں نسخہ

صحیح نہیں بلکہ نسخہ صحیحہ (اناولنجی) ہے اور اسی سبب سے شارحون نے اس نسخہ پر
 لکھا ہے جو کل روایات صحیحین کے مطابق یہی نسخہ ہے۔ اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے
 کہ اگر ثقہ اور معتبر راوی اپنے روایت میں ایسا زیادہ لفظ بیان کرے جو دوسرے راویوں
 میں نہ ہو اور وہ زیادتی باعث خلاف بھی نہ ہو تو وہ روایت ائمہ حدیث کے نزدیک
 مقبول ہوگی جبکہ شک ہو وہ مقدمہ نووی شرح صحیح مسلم اور شرح منجۃ الفکر
 حافظ ابن حجر کا مطالعہ کرے **مغالطہ ۸۳** دوم یہ کہ پہلے حدیث سے صریح
 معلوم ہوتا ہے لیکن علی الجہاد والاسلام والخیارہ جملہ مستأنفہ ہے اور علی کا متعلق مستأنف
 خلیفہ کا معنی یہ ہوئے کہ اب بیعت نہیں رہی لیکن قایم رہو تو اوپر اسلام اور جہاد
 اور خیر کے اور یہ بھی احتمال ہے کہ علی کا متعلق ابابیک علی الاسلام والجهاد غلے
 جیسا کہ نووی نے بخلا ہے لیکن اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال **ہدایہ مصطفیٰ**
 آپ مولوی اور محد کہلاتے ہیں آپ کو ایسی جرأت مناسب نہیں۔ اسکو احتمال
 نہیں کہتے اسکا نام تحریف ہے جیس فوان الکلم عن مواضعہ کے کیا معنی ہیں
 آپ کا بناوٹی متعلق کون مانیکا متعلق علی صحیح بخاری میں ابابیک کا لفظ موجود ہے
 جب حدیث میں شارع کی طرف سے صراحت آچکی تو دوسری روایتوں کے حکم
 یفس بعضہ بعضا کی وہی تشریح سمجھنی چاہئے اگر آیات واحادیث کے لیکہ دوسرے
 سے تفسیر نہ کریں اور ایسے مقدرات اور تعلقات نکالنے کی اجازت دین تو تمام
 کارخانہ دین برباد ہو جائیگا۔ مثلاً فرعون نے کہا انا ربکم **العلی** اگر یہاں لفظ عبد
 مضاف بمقدر نکالیں تو معنی یہ ہوں گے میں تمہارے بڑے رب کا بڑا بہن
 پروردگار ہم سب کو تحریف سے بچاؤے **مغالطہ ۸۴**۔ بعد تسلیم یہ نہیں
 صریح معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے اس سے بیعت کی ہو اور دوسری روایات
 سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے بیعت نہیں کی الی قولہ کیونکہ اگر بیعت

۱۳۵

۱۳۶

نے اذن کے ظاہر عذر قبول فرما کر اذن سے بیعت کی اور دعائے مغفرت فرمائی اور معاملہ باطنی اذن کا خدا کے سپرد کیا چونکہ اس قصد سے ثابت ہونا تھا کہ حضرت پیغمبرِ اعلیٰ اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت و نفع بلکہ لوگوں سے بیعت توبہ لے لی اسلئے مصنف نے دو وجہ سے اس بیعت کی بیعت التوبہ جو ایسے انکار کیا ہے۔

وجہ اول یہ بیان کی ہے کہ جبکہ عذر آنحضرت نے قبول فرمایا اذن کے ذمہ تو گناہ ثابت نہ ہوا اور جس کے خطا نہیں اس کی توبہ کیسی پس یہ بیعت بیعت توبہ نہ تھی بلکہ اذن کی تالیف قلوب کے لئے اور لوگوں میں اُن کی لبرت ثابت کر نیکی کے واسطے اور اذن کے سمجھانے کے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن سے ظاہر و باطناً رضی ہین بیعت کی تھی اور آیت یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم (وہ تمہارے سامنے عذر کرنے کے جب تم لوٹ کر جاؤ گے تو کھہہا نے رست بناؤ ہم ہرگز تمہارا اعتبار نہ کریں گے) کے (جس سے اذن کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے) یہ تاویل کی ہے کہ وہ اور ہی لوگ تھے منافق مجاہد جبکہ عذر قبول ہوا اور نہ عذر کرنا اذن کا ثابت ہے جو خود اپنا نفاق ظاہر کیا کرتے تھے۔ پس جبکہ اس آیت میں ذکر ہے وہ گنہگار تھے مگر انہوں نے توبہ نہیں کی اور جو لوگ تاب ہوئے وہ گنہگار نہ تھے۔ دوسری وجہ لکھتے وقت ایسی لکھ کر کہائی ہے جو ہر پاؤں کی تمیز نہیں رہی پہلے ایک بات کو لکھ کر آگے جا کر جڑ بٹلایا ہے فرماتے ہیں کہ اس بیعت کو بیعت توبہ نہیں کہہ سکتے توبہ کا یہاں کیا ذکر ہے اگر کہیں تو اسکو بیعت اسلام کہہ سکتے ہیں کیونکہ مختلفین پر آنحضرت نے حکم کفر جاری کر کے زمرہ اہل اسلام کو اذن کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا تھا اور پھر کہتے ہیں یہ لوگ تو عذراور سوگند سے بہرہ اللہ ہو گئے تھے اذن سے بیعت توبہ اور بیعت اسلام کا لینا بے موقع ہے واہ اب بیعت اسلام کہہ کر کو

بے موقع کہتے ہو پہلے اسکا نام بحیث اسلام کسے رکھا تھا اچھا اسکا قصور معاف
 آئندہ تصنیف کا نام نہ لینا تصنیف بڑا مشکل کام ہے الغرض یہ ایسا کلام ہے
 کہ اسکے معنی در لطن قائل ہی نہیں وجہ اول کا جواب یہ ہے کہ مخالفین چہاں قسم
 کے لوگ تھے ایک وہ لوگ جو قبل روانگی آنحضرت کے پاس آئے اور عذین
 سنا کہ اجازت چاہی رسول اللہ نے اولیٰ کا عذر قبول کر اجازت دی آئی و جاء
 المعدرون من الاحزاب والیس علی الضعفاء والعلی المرضی میں اونکا
 ذکر ہے دوسرے دعا باز منافق جنہوں نے لڑائی کے وقت ساتھ نہ دیا اور جنتی
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم میدان سے لوٹ کر آئے تو چہرے ٹیٹے بہانی بنا کر اور قسم گوند
 کہا کہ انہی صفائی کا اظہار کیا چنانچہ آیت یعتذرون الیکم اذ رجعت الیہم
 اور آیت سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیہم اور ایت یحلفون لکم
 لترضوا عنہم میں اون کا بیان ہے۔ تیسرے وہ لوگ جو دل کے سچے اور مخلص
 تھے مگر کوچ کے وقت تیار ہی نہ کی اور آجکل کہتے ہوئے وقت کہو بیٹھے جب آنحضرت
 تشریف لائے تو مار و خنڈارت کے سامنے نہ آ سکے اور اپنے انگوشتوں سے جکڑ دیا
 اس طایفہ کا اس آیت میں ذکر ہے واخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا
 عمارا الحا و اخ سبھا چوتھے وہ لوگ جو اخلاص میں تیسرے گروہ جیسے تھے
 فقط مستی کے باعث شامل نہ ہوئے اور جناب رسالت کے روبرو حاضر ہو کر
 قصور کا اقرار کیا آنحضرت نے مسلمانوں کو اون کے ساتھ کلام کر نیسے منع کر دیا اور
 حکم الہی کے منتظر رہے چنانچہ آیت و اخرون مرجعوا لامر اللہ اون کے حق میں
 نازل ہوئی ہے۔ ایک فرقہ بد وقت روانگی عذر کر کے آنحضرت کی اجازت سے
 پیچھے رہ جانے والی جنکو معدرون کہا گیا ہے اور میں گروہ بے اذن رہ جانے والے
 جنکا نام مخالفین ہے قرآن مجید سے ثابت ہے بے اذن رہ جانے والوں میں چوتھا

قسم جو مصنف نے نکالا ہے اوس کا قرآن وحدیث میں بلکہ کسی تفسیر میں بھی نہ
 نہیں مغلطون میں سے وہ لوگ جنکا قسم دوم میں پہنے ذکر کیا ہے منافق تھے
 انہوں نے آنحضرت کے روبرو جھوٹے عذر بنا کر معافی چاہی اور بیعت کر لی اہل
 نفاق کے ظاہر حال پر حکم کیا جاتا ہے باطن سے کچھ تعرض نہیں ہوتا اسلئے
 بظاہر ان کا عذر پذیرا ہوا ہمارے بہولے مصنف کو یہ وہم گذر کہ اگر وہ منافق
 ہوتے تو آنحضرت ان سے بیعت نہ کرتے اور نہ انکا عذر قبول کرتے کیونکہ اسد
 عزوجل فرماتا ہے قل لا تعتذروا لن نؤمن بکم ای بنی تو کہدے عذر کرتے
 ہم ہرگز یقین نہ کریں گے۔ پس باوجود اس حکم کے کس طرح ان کا عذر قبول کیا۔ اور
 یہ نہیں سمجھا کہ ان نوٹس لکھ کا معنی تو یہ ہے کہ ہم تصدیق اور یقین نہ کریں گے تہا
 عذر کی اور ظاہر ان کا قبول کرنا اور باطن انکا سپرد خدا کر دینا یہ تو اعراض اور
 درگذر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تصدیق اور سچا جاننے ان کے سے منع
 ہوئے نہ اعراض اور درگذر سے بلکہ اعراض پر تو امر آیا تھا چنانچہ آیت سیحلفون
 لکم اذا القلبتم الیہم لتعصوا عنہم فاعصوا عنہم فانہم رجس میں
 یہی ارشاد ہے اسی واسطے ان سے درگذر کیا اور جب تہ حم دعوت اپنی کے ان
 کے لئے مغفرت مانگی اور ان سے بیعت توہ لی مصنف بہت قصداے نفسانیت
 یا سفاہت کہتا ہے کہ آیت یعتذرون الیکم سے مراد منافق مجاہدین جنکا عذر کرنا
 بھی ثابت نہیں (استغفر اللہ ایسی تاویلات سے مذہب آیات تک نوبت پہنچتی ہے
 خدا محفوظ رکھے اللہ تو فرماوے کہ یہ لوگ عذر کریں گے قسمیں کہا دیں گے اور آپ
 کہتے ہیں اس آیت سے مراد منافق مجاہدین جنکا عذر کرنا بھی ثابت نہیں۔ پہلی
 حدیث مجاشع میں بھی اسی قسم کی توجہ میں کہ کے سنت صحیحہ کا انکار کیا تھا یہاں
 آیات کو جھٹلایا اور کچھ بھی کا یہ حال ہے کہ نقیضین کو جمع کر دیا ہے منافق کہہی مجاہد

نہیں ہو سکتا منافق ہمیشہ اپنا حال چھپا کر دیتے ہیں اور لفظ ہر حال مومن کہہ لیا کرتے ہیں۔ مصنف کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ جبکا عذر لفظ ہر رسول اللہ نے قبول کیا منافق ہوتے تو اون پر تو حکم کفر اور جہنم کا ہے اور ان کے لئے استغفار اور تہم حم کیا معنی میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ہمیشہ اولیٰ کا لفظ دیکھتے تھے اور آیتیں یہی اون کے حق میں اور تہم مگر آنحضرت بمقتضای حکم لائے دعاے مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ پھر وردگار نے فرمایا اگر تو ستر بار انکو لائے دعاے مغفرت کرے تو بھی پھر وردگار اور ان کو نہ بخشے گا پھر بھی آپ دعا کرتے ہی عمر فاروق نے منافقوں کی شرارتیں دیکھ کر عرض کیا کہ آپ ان کے لئے دعا نکالیں آپ نے ارشاد کیا ہم ستر دفعہ سے زیادہ دعا کیجئے کل مفسرین و شاعرین حدیث سلف سے لیکر خلف تک اور ان لوگوں کو (جبکا عذر لفظ ہر قبول کر لیا اور طائر اولیٰ کا سپرد خدا کیا) منافق کہتے ہیں مصنف سب سے برخلاف بلا دلیل اور ان کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ وجہ ثانی آپ اپنا رد اور جواب ہے البتہ ایک بات یہاں قابل ذکر ہے ہم سنا کرتے تھے کہ قصوری صاحب مرگب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں اس حکم کفر سے جو آپ نے مخالفین کے حق میں لگایا ہے اور خاص کر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین تک جس کا اثر پہنچتا ہے ہمیں یقین آگیا اور اس فتوے پر دلیل کیا لائے ہیں کہ آنحضرت نے لوگوں کو اور ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا تھا یہ عجیب لیری ہے اگر انصاف بد نظر ہو تو اس بات کی طرف بھی خیال کرنا کہ حضرت نے اور ان کو طلاق کا حکم نہیں دیا بلکہ ہلال بن اسد کے بیوی کو پاس رہنے کی اور خدمت کرنے کی اجازت دی معاذ اللہ مؤمنہ اور کافر میں کیا علاقہ تھا کہ بابت کلمہ تخریج من افواہ ہم بیعت کی محبت کرتے کرتے منافقوں کو مومن اور مومنوں کو کافر بنا دیا **مغالطہ ۸۶** اور نواب صدیق حسن خان صاحب

مذکورہ صاحب آیت میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ جبکا عذر لفظ ہر رسول اللہ نے قبول کیا منافق ہوتے تو اون پر تو حکم کفر اور جہنم کا ہے اور ان کے لئے استغفار اور تہم حم کیا معنی میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ہمیشہ اولیٰ کا لفظ دیکھتے تھے اور آیتیں یہی اون کے حق میں اور تہم مگر آنحضرت بمقتضای حکم لائے دعاے مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ پھر وردگار نے فرمایا اگر تو ستر بار انکو لائے دعاے مغفرت کرے تو بھی پھر وردگار اور ان کو نہ بخشے گا پھر بھی آپ دعا کرتے ہی عمر فاروق نے منافقوں کی شرارتیں دیکھ کر عرض کیا کہ آپ ان کے لئے دعا نکالیں آپ نے ارشاد کیا ہم ستر دفعہ سے زیادہ دعا کیجئے کل مفسرین و شاعرین حدیث سلف سے لیکر خلف تک اور ان لوگوں کو (جبکا عذر لفظ ہر قبول کر لیا اور طائر اولیٰ کا سپرد خدا کیا) منافق کہتے ہیں مصنف سب سے برخلاف بلا دلیل اور ان کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ وجہ ثانی آپ اپنا رد اور جواب ہے البتہ ایک بات یہاں قابل ذکر ہے ہم سنا کرتے تھے کہ قصوری صاحب مرگب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں اس حکم کفر سے جو آپ نے مخالفین کے حق میں لگایا ہے اور خاص کر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین تک جس کا اثر پہنچتا ہے ہمیں یقین آگیا اور اس فتوے پر دلیل کیا لائے ہیں کہ آنحضرت نے لوگوں کو اور ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا تھا یہ عجیب لیری ہے اگر انصاف بد نظر ہو تو اس بات کی طرف بھی خیال کرنا کہ حضرت نے اور ان کو طلاق کا حکم نہیں دیا بلکہ ہلال بن اسد کے بیوی کو پاس رہنے کی اور خدمت کرنے کی اجازت دی معاذ اللہ مؤمنہ اور کافر میں کیا علاقہ تھا کہ بابت کلمہ تخریج من افواہ ہم بیعت کی محبت کرتے کرتے منافقوں کو مومن اور مومنوں کو کافر بنا دیا

تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں والقی احاد شذ الصوفیة والمشاخی وھجۃ المتصوفین
 فلا یشتب بدلیل شرعی ولا اعتدای دھابل ہی متصادفہ لما ثبت من الکتاب
 والسنة کما تری **ہدایہ** افسوس مصنف نے نقل عبارت میں حیات
 کی زیادہ تر افسوس اس بات کا ہے کہ بیچارہ چور کہلایا بدنام ہوا اور مطلب کچھ
 نہ نکلا جتنی عبارت چھانٹ کر نقل کئے ہے اوس کے اخیر میں ایک ایسا فقرہ ہے
 جس سے سب کیا کر لیا بر باد ہوتا ہے نواب صاحب نے اول آنحضرت کی بیعت کا طریقہ
 نقل کیا ہے اور پھر فرمایا وھذا ھو البیعة لثابتة بالسنة فی دین الاسلام
 والقی احاد شذ الصوفیة والمشاخی وھجۃ المتصوفین فلا یشتب بدلیل شرعی
 ولا اعتدای دھابل ہی متصادفہ لما ثبت من الکتاب والسنة ترجمہ
 اس طرح کی بیعت دین اسلام میں سنت نبوی سے ثابت ہے اور جو کچھ کہ صوفیوں
 اور مشائخ اور زنادان خشک نے ایجا دکیا ہے پس وہ دلیل شرعی سے ثابت نہیں
 اور نہ کچھ اوسکا اعتبار ہے بلکہ اذن کی بعین مقابل ہیں اوس بیعت کے جو کتاب
 اور سنت میں ثابت ہے۔ اس عبارت سے جو کہ مصنف نے اپنے مفید مطلب سمجھا
 سند میں پیش کیا ہے ہمارا مدعی ثابت ہوتا ہے اس میں بیعت کی دو قسم بیان کئی
 گئی ہیں ایک بیعت مسنونہ دوسری بدعی اور یہی ہمارا مقصود ہے اور سورۃ فتح
 کی تفسیر میں نواب صاحب فرماتے ہیں وھذہ الایۃ فیھا دلالة علی مشرعیۃ
 البیعة وقد صدرت منه صلعم مبايعات کثیرۃ اشتملت علیھا
 الاحادیث الواردة فی الصحیحین وغیرھا من دواوین الاسلام وممالا
 شک فیہ ولا شبهۃ انہ اذا ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل علی
 سبیل العادة والاھتمام بشانہ فانہ لا ینزل عن کونہ سنة فی الدین وان
 الذی عنادہ الصوفیۃ من مبايعۃ المتصوفین ففیہ ما یقبل وما یند

و يظهر ذلك بعرضها على الكتاب والسنة فما وافقها فهو السنة ولو صدق
وما خالفها فهو الخطأ والكتاب اس من مشدوعيت بيت كاشوت ست
اور آنحضرت نے بہت بار بیعتین کے ہیں بیجا بخاری مسلم وغیرہ کتب حدیث کے
روایتوں سے ثبوت ملتا ہے بے شبہ یہ قاعدہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت سے
کسی فعل کا صدور بطریق عادت اور انتہام نہایت ہو جو اسے تو کلمہ کہم وہ خود سنت
فی الدین ضرور سمجھا جائیگا اور جو صوفیوں میں رواج ہے کہ صوفیوں کے ہاتھ تیرہ بیعت
کرتے ہیں اس کے بعض اقسام مقبول ہیں اور بعض مردود اور کتاب اللہ اور
سنت رسول اللہ کی تطبیق سے یہ فرق معلوم ہو سکتا ہے پس جو مطابقت نہ ہو اسے
مردود بیعت سنت اور صحیح ہے اور جو برخلاف ہے وہ خطا اور ہلاکت ہے مصنف
نے اس کتاب کا حوالہ دیا اور ایسی عبارت نقل کی جس سے ہمیں اس شہر و مثل کا
مصدّقہ اٹھ گیا۔ چہ دلاورست دزدے کہ کف چرایع دارد **مغالطہ ۸۷** اس
سب بیان سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ علماء محققین جو اس بلا سے محفوظ رہے تشریح میں
طریق کے کرتے رہے ہیں **ہدایہ** بیعت کے بحث ختم ہونے پر اُمّی اور آپ فر
کسی عالم کا نام نہ لیا اب تک ہی سننے میں آتا ہے کہ اکثر ائمہ میرے ساتھ ہیں اجماع آیت
سے بیعت منسوخ ہے ہم بھی اس کے سند اور حوالہ کا شوق رکھتے ہیں اگر ہو تو بتا دیجئے
مغالطہ ۸۸ آیت نے یثیل نہیں سنی ملان اور فقیر کا ہمیشہ سے جنگ چلا
آیا ہے **ہدایہ** کیا جناب نے یہ نہیں سنا وکذا لک جعلنا لکل نبی
حد وامن المحن میں وکفی برباک ہا دیا و تفسیر **مغالطہ ۸۹** پانچ
استدلال بہت بڑا استدلال حرمت بیعت پر ہے کہ بیعت مروجہ یعنی پری مریدی
سے اتنی فتور اسلام میں پڑے ہیں جن کا تعداد حصر امکان میں نہیں الی قولہ جس قدر
اقسام شیعہ کے ہیں اسی سے پیدا ہوئی **ہدایہ** یک نشہ دونشہ بیعت کو اس

۸۷

تفسیر

۸۹

دلیل سے کہ وسیلہ شرک کا ہے خاصہ نبوی اور حرام تہلکنا معاذ اللہ موجب اور تحفیف
 رسول اللہ کا ہے کیا خاصہ رسول اللہ کا ایسی چیز یہی ہے جو ذریعہ شرک کا ہو ملا صاحب
 جیسا شرک و بدعت سے بچنا ضرور ہے ویسا ہی کتاب و سنت کے پیروی بھی فرض
 ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جاہلون کی سپیری مریدی میں بہت سی قباحتیں ہیں مگر
 برائی سے بچنے کے لئے سنت سے انکار کرنا اور اسکو حرام اور بدعت کہنا گنہگار
 نہیں۔ بیعت سداب شرک کا ذریعہ ہے اور اسید واسطے مشروع ہوئی ہے۔ الرباعین
 فرماتا ہے اذاجاءك المؤمنات يبايعنك على ان لا تشركن بالله شيئا حبوت
 آوین تیرے پاس عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ وہ کسی چیز کو خدا کا شریک
 نہ ٹھہرائیں گی پس بیعت کرتاؤں سے اور رسول اللہ فرماتے تھے یا یحییٰ علی ان لا
 تشركوا بالله شيئا۔ مگر رضوان الہی اور اخلاص عمل اور اطمینان خاطر اور فتح اور
 اعظم آخرت اس سے حاصل ہوتا ہے لہذا رضي الله عن المؤمنات اذ يبايعونك
 تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل السكينة عليهم وانا بصير فتأقن بآراءنا
 ہوا پر درگزاروں لوگوں سے جنہوں نے تجھ سے بیعت کی درخت کے نیچے
 پہر جانا جو اون کے جی میں تھا پس اتاری تسکین اور پڑھوں کے اور انعام دی
 اون کو فتح نزدیک اور فرمایا ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله الاقوالہ
 فسوق تہ اجمل عظیم جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت اللہ سے ہیں اللہ سے
 آخرت یہ ہے اللہ دیکھا اسکو ثواب بڑا خدا پاک نے تو نصبت کی یہ جو بیان ذکر کیا
 اور مصنف اسکو اعظم وسائل شرک سے شمار کرتے ہیں۔ راقم اس مقام پر بھیجی
 کل الخطاب لا يستحق الجواب عامل آیت کریمہ فاصف الصفح الجمیل کا ہوتا ہے اور
 دعاے ہدایت اپنے رب سے اپنے واسطے اور مصنف کے لئے مانگتا ہے۔

مغالطہ ۹۰۔ اور ہاتھ سے ہاتھ کسی عورت سے نہیں ملا۔ اور یہ ہاتھ

ملانا زاید بات ہے بیعت کے معنوں میں داخل نہیں **ہل ایه** بشکعت
 کا مآتہ اپنے مآتہ میں لینا منع ہے تمام اہل حق او سکوبراجانتے ہیں مگر یہ جو آپ لکھتے
 ہیں مآتہ ملانا زاید بات ہے یہ بات فضول ہے عقد بیعت کے دو جز ہیں ایک عہد
 لسانی دوسرا عہد فعلی جب تک دونوں اجزا جمع نہ ہوں گے بیعت کا انعقاد نہ ہوگا
 آنحضرت بیعت کے وقت مردوں کا مآتہ اپنے مآتہ میں پکڑتے تھے اگر بیعت کر نیوالا
 حاضر نہ ہوتا تو جناب رسالت اپنی بائیں مآتہ کو دائیں پر مار کر فرماتے یہ فزون
 شخص محبت کر نیوالے کا مآتہ ہے۔ معاذ اللہ فضول امر کے لئے آنحضرت اتنا
 اہتمام کرتے تھے۔ ایسے ہی جب عورتوں سے بیعت لیتے تو واسطے تمام عقد
 بیعت کے اون کے طرف مآتہ پھیلاتے اور بیعت کرنے والیاں آنجناب کی طرف
 مآتہ بڑھاتیں چونکہ نامحرم کے بدن کو مس نہ کر سکتے تھے اشارہ پیکر تکف کرتے اسکی
 مثال یہ ہے جس پر حاجی لوگ انبوی کے وقت حجرا سوداگ نہیں پونج سکتے
 تو دور سے اشارہ کرتے ہیں۔ اب وہ روایتیں منوجہین مآتہ پھیلانے اور اشارہ
 کرنا کیا ذکر ہے۔ بخاری اور مسلم میں ام عطیہ سے روایت ہے قالت بایعنا
 رسول الله صلعم فقال علينا ان لا يشركن بالله شيئا ونهنا فاعن النبي امة
 فقبضت منا امراتة يدها الحديث ههنا آنحضرت سے بیعت کی پس آپ نے
 ہمیں یہ آیت پڑھ کر سنائی (لا يشركن بالله شيئا) اور ہمیں کرنے سے منع کیا پس
 ایک عورت نے اپنا مآتہ بند کر لیا اور عرض کیا کہ فسلانی عورت نے میرے مرد
 پر عین کی تھی میں اوسکا بدل دینا چاہتی ہوں اور ابو داؤد میں ہے ان ههنا
 عتبة قالت يا نبي الله بايعني فقال لا ابايعك حتى تعين كنيات فكادها
 كفاسبع منها بنت عتبة تے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھ سے بیعت کریں پس فرمایا
 ہم تجھ سے بیعت نہیں کرتے جب تک تو ان کا رنگ نہ بدلے تیرے مآتہ ایسے ہیں

جیسے دُزدے کے پنچے۔ اور ابوداؤد اور نسائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اوصفت امرأتہ من وراء الساتر بیدھا کتاب الی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقبض السبب صلی اللہ علیہ وسلم ید فقل ما ادری اید رجل امرأتہ الحدیث ایک عورت نے پردہ میں سے (مبغیت کے لئے) آنحضرت کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کتوب اُسکے ہاتھ میں تھا آپ نے ہاتھ پھیرا ہٹالیا اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا اور عبد بن حمید داؤد ابویعلیٰ طبرانی ابن مردویہ بیہقی ام عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق نے ہم سے بیعت لی اور عمر نے ہمارے طرف ہاتھ پھیلایا اور ہم نے اُس کی طرف غلط ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حدیث ہاتھ پھیلانے رسول اللہ اور عورتوں کی حالت بیعت میں صحیح ابن خزمیہ اور ابن حبان سے نقل کی ہے ان روایات کی شرح میں علماء کے دو قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ فقط دو رکعت کا تھا ہوتا اور بعض کہتے ہیں کہ عورتیں آپ کی آستین پکڑتی تھیں اور سعید بن منصور اور ابن سعد اور ابوداؤد و مرسل میں اور عبد الرزاق بھی مرسل شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر عورتوں سے بیعت کیا کرتے تھے ایسے ضروری کام کو زائد کہنا زیادتی عقل کا مقتضا ہے **مغالطہ ۹۱** مگر عالم التمثیل میں نقل بلا سند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے اوپر تھے اور عمر صفا کے نیچے حضرت نے امر کیا کہ عورتوں سے بیعت کر۔ بیعت کر نیوالی جب میرے شبہ کہ یہ امر معمول نہیں جواب نہیں پاتی تو ناچار بنا واقفوں کو اس قصہ مجہول بے اسناد سے شبہ ڈالتے ہیں علامہ برہن اول اس حدیث کا معارض ہے اسکے آج کا **ہدایہ** مصنف اگر بیعت کو غیمہ مول بہ اپنا بتاتا ہے تو سچ ہے ہم بھی جانچ رہے ہیں کہ اسکو تو نیک اس سعادت کی نصیب نہیں ہوئی اور اگر اسکی یہ نیت ہو

کہ امت محمدیہ میں کسی نے اس پچھل نہیں کیا تو ہدایت نمبر (۲۴) کا ملاحظہ کریے۔
 صحابہ و دیگر مقبولان امت کا قتال پہنے سجوبی ثابت کر دکھایا ہے اور معالم التنزیل
 کی روایت اگر قابل اعتماد نہیں تو چشم الضائف سے روایت ابن جریر وابن کثیر
 وابن ابی حاتم اور روایت ابن سعد اور عبد بن حمید اور ابو داؤد اور ابوی
 اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی کی طرف نظر کریے **مغالطہ** اور
 ایک آدمی کو گڈی پر بٹھانا اور اسی کو بیعت کے واسطے مقرر کرنا اور اسکا
 حق موردی سمجھنا یہ سنت بنو ہود اور نہنتون کی ہے کیا معنی کہ ایک آدمی کو
 بلا تبرج حج کر لینا اور وہ خود تو معصوم نہیں گنہگار ہے الی قولہ شریعی بات نہیں
 محض سنت بنو ہود ہے جسکے پاس کوئی دلیل ہو پیش کریے **ہدایہ** جبکہ
 آپ بنو ہود کی رسم کہتے ہو وہ سنت انبیاء ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو وہ طہر کو جاکے
 لگے تو ہارون علیہ السلام سے فرمایا اخلفنی فی قومی واصلہ وراحتہ
 سبیل المفسدین تو میرا نائب رہو میری قوم میں اور لوگوں میں اصلاح
 رکھنا اور مفسدین کے پیروی نہ کرنا حضرت خاتم المرسلین نے جب غزوہ تبوک
 کی تیاری کی تو علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد کیا انت مخی بمنزلۃ ہارون
 من موسیٰ تو مدینہ میں رہ تو ہمارا جانشین ہے جیسا ہارون اپنے بھائی موسیٰ
 (بحالت سفر) جانشین تھا۔ انبیاء عظام دعا کرتے کہ اے پروردگار ایسی
 اولاد دے جو ہمارے نائب اور لوگوں کے پیشوا ہوں فہب لی من لدناک
 ولیا یرثنی و یرث من ال یعقوب بزرگوار علیہ السلام نے دعا کی تو مجھے
 کام سنبھالنے والا دے جو وارث ہو میرا اور خاندان یعقوب کا اور اسد جلیش
 خبر دیتا ہے وودت سلیمان داود سلیمان علیہ السلام اپنے باپ داؤد
 کے وارث ہوئے۔ واضح رہے کہ مراد اس ورثہ سے نبوت اور امامت مجر

کہیں روافض کی طرح مال و متاع سے تاویل نہ کرے۔ صحابہ کرام نے بعد
 انتقال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکرؓ کو گدی پر بٹھلایا اور
 ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے زندگانی میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر
 فرما گئے۔ ایسے ہی عثمان و علی رضی اللہ عنہما اتفاق صحابہ جانشین ہو گئے۔ ایسے ہی متین
 کرام کی اولاد یا مریدین سے جو تقویٰ اور دیانت سے موصوف ہوتا ہے
 وہ اپنے بزرگوں کا جانشین اور نائب قرار پاتا ہے اور لوگ اس کی خدا داد
 خوبیوں کے سبب اس کو بمعصرون میں سے ممتاز جانکر پیشوا کہلاتے ہیں۔
 کہو یہ انبیاء اور صدیقین سے مشابہت ہے یا مہنتوں کے متابعت اور بندگاری
 خدا میں سے ایک ایسے ہی گذرے ہیں نہ اون کو کسی نے گدی پر بٹھلایا
 اور نہ انہوں نے لوگوں کو اپنے طرف بلایا غیب النبیؐ کے خلعت امامت
 اون کو عطا ہوا۔ خلق اللہ کے دلوں میں اون کی ارادت اور محبت پھری گئی۔
 ہزاروں آدمی دور دور ملکوں سے آکر اون کی صحبت اختیار کرتے رہے اور
 علی غرض الحاسدین اون کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ چنانچہ ہمارے مرشد
 اور امام سید صاحب غزنوی تغذہ اللہ بغفرانہ واسکنہ بھو جہنم ابھی گزرے
 ہیں جب تک تھیں مجمع الخلائق تھے کیا یہاں ترجیح بلا مرجح کا اعتراض خدا پر کر دے
 اور یہ جواب لکھتے ہیں (وہ خوب معصوم نہیں گنہگار ہے) کیا آپ کے نزدیک
 (گناہوں سے پاک ہونا) امامت کی شرط ہے کوئی امہدت میں سے اس شرط
 کا قائل نہیں۔ البتہ رافضیوں کا مذہب ہے۔ معلوم ہوا کہ مجاہدہ کینا طر آب طریقہ
 روافض بھی اختیار کر لیا کرتے ہیں مگر صاحب ایسے خط میں پڑ گئے تو امامت انبیاء
 کا انکار لازم آئیگا۔ بھول چوک سے پیغمبر بھی معصوم نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم بھی دعا کیا کرتے تھے اللھم اغفر لی جدی وھن لی وخطائی وھارجی

وَكُلُّ ذَٰلِكَ عِنْدِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اے خدا تو مجھے معاف کر جو میں نے کوشش سے کام کیا یا نہیں سے اور جو بھول چوک سے کیا یا ارادہ سے اور یہ سب باتیں مجھ میں ہیں۔ پہلے اعتراض خاص مشائخ پر نہیں بلکہ خاتم النبیین پیغمبر مصنف کے یہ دعویٰ منکر حرب اوسکی حالت کو دیکھتے ہیں تو مقام عبرت نظر آتا ہے۔ دعویٰ توبہ کہ خلافت حرام ہے گدڑی پر بٹلانا مہنتوں کے سنت ہے اور خود اپنے لڑکے کو واسطے قیام گدڑی کے ناز حبہ اور عیدین اُن لوگوں کے ہوتے ہوئے امام کرتا ہے جو اس سے علم اور عمر میں زیادہ ہر قریبین اور یہ صریح خلاف سنت ہر اسد جلسا نہ فرماتا ہے کہ تقولون ما لا تفعلون کابر متقناً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون **مغالطہ ۹۳**

۹۳

علاوہ یہ کہ جس کو ترجیح دی ہے وہ بھی گناہ کرتا ہے وہ کیوں نہیں اپنی گناہوں سے کسی کے ہاتھ پر توبہ کرتا **ہدایہ** مشائخ میں سے ایسا کوئی نہیں جس نے دوسرے کے ہاتھ پر توبہ نہ کی ہو اپنے شیخ کے ہاتھ پر سب توبہ کیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہی اعتراض کا شوق ہے توبہ کہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت کرائی اور خود کسی کے ہاتھ پر توبہ کیوں نہ کی دیکھو ترک اور انکار سنت کا یہ نتیجہ ہے جو آپ کے مونہ سے ایسے کلمات نکلتے ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی لازم آتی ہے لائن لہ یہد نارینا لنکونن من القوم الضالین **مغالطہ ۹۴** صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانا مسنون ہے باقی لوازمات کل بدعت میں **ہدایہ** صفحہ ۲۹ میں آپ لکھتے ہیں (ہاتھ سے ہاتھ ملانا امر زاید ہے بیعت کے معنون میں داخل نہیں) یہاں اقرار کرتے ہیں کہ ہاتھ سے ہاتھ ملانا مسنون ہے اور اکثر مقامات میں کہیں بیعت کو خاصہ اور کہیں مشوخ بتلایا ہے اب کہو ہم بیعت

۹۴

کو کیا سمجھیں سنت یا بدعت خاصہ یا منسوخ الحق یعلیٰ اولہ یعلیٰ خدائے منکرون
 سے بھی انکار کر دیا و الحیل اللہ علیٰ لک مگر افسوس آپ نے حق کے ساتھ ایسا باطل
 طایا۔ یہ جسکا بطلان رہی ہے آپ۔ فرماتے ہیں (صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانا مسنون
 ہے باقی لوازمات کل بدعت ہیں) لازم کیا ہیں شرک۔ زنا۔ سرقت۔ قتل۔ بھتان
 قصدیان۔ ہمت سے تاب ہونا گویا ان سب باتوں سے توبہ کرنا ملا صاحب کے
 نزدیک بدعت سے حال انکہ ہاتھ میں ہاتھ ملانا اور گناہوں سے توبہ کرنا یہ دونوں
 امرایات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہر واحد اعلم مصنف۔ اپنے آپ کو اس آیت
 (انہ من بعض نکض بعض) کا مصداق کیوں بناتا ہے اور خدا جانے اختلال
 عقل البتہ را عمر سے ہی باب بڑے میں شروع ہوا ہے ہمیں خیال آتا ہے شاید
 کوئی کلام مصنف کی یوں تاویل کرے کہ (کل لوازمات بدعت ہیں) اس فقرہ
 کا یہ مطلب ہے کہ متحدہ اور جابلوں کی بیعت کے لازم مراد ہیں ہم اون کو
 پہلے ہی سمجھا دیتے ہیں کہ یہاں بیعت توبہ کی بحت ہے اور اس کے لازم
 یہی ہیں جو پہلے ذکر کئے۔ اور خاص کر لفظ کل توجہ لازم کو شامل ہے بیعت مسنونہ
 کے ہوں یا بدعت کے **مغالطہ ۹۵**۔ اور بعض طریق بیعت مروجہ قریب کفر
 کے ہیں **ہدایہ** صاف صاف کہو کونسی بیعت قریب کفر کے ہے محدثوں
 کے بیعت یا سنت طریق کے طریقہ سنت کو کفر کہنا شان اسلام کے خلاف ہر
 اور متحدہ دن کے طریق سے یہاں کچھ بحث نہیں اوس کے ذکر سے فائدہ کیا
 شاید کوئی شخص ہر دو قسم بیعت پر بھی فتویٰ جاری کر دے کیونکہ آپ کل لازم
 کو بدعت کہہ چکے ہیں اور اوسکا بوجہ آپ کے ذمہ ہو **مغالطہ ۹۶**
 بیعت مروجہ بیعت توبہ نہیں ہے توبہ استغفار جو کہاتے ہیں یہ صرف رسم ہے
 رسم ہی مراد اور مقصود بالذات طریق میں داخل کرنا ہے اور اپنا طرفدار اور

نہ

۹۶

مردیبتنا ہدایہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا
 کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ای اہل ایمان بچو کثرت ظن سے
 بیشک کہیں نہ کہیں گمان کرنے سے گناہ لازم آتا ہے اور آنحضرت فرماتے
 ہیں فان الظن الکذب الحدیث اٹھل سے بات کہنی پر لے درجہ کا جھوٹ ہر
 خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو طریق مسنون کے موافق بیعت کرتے ہیں اور
 ادن کی غرض اشاعت اور رواج سنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ثم ناحق بنکیوں
 پر بدگمانی کہہ کے عوام کو راہ حق سے روکتے ہو اور ادن کو عمل سنت سے محروم
 رکھتے ہو لو قصد دن عن سبیل اللہ پر غور کرو اور اللہ کے وعدہ سے دور حضرت
 فرماتے ہیں جب بندہ اپنے پروردگار سے تقرب چاہتا ہے تو پروردگار اس
 پر مہربان ہوتا ہے اور ملاذ اعلیٰ اور اہل السموات والارضین میں منادی کیجی
 ہے کہ فلان شخص سے رب العالمین محبت رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت
 رکھو۔ لوگوں کے دلوں میں خود بخود عقیدت اور محبت پیدا ہوتی ہے گہر بار
 اہل عیال کو چھوڑ کر ادن کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور حجاب خدا کی بخشش
 سے رتبہ انابت اور خشیت اور استقامت کو پہنچتے ہیں اسی حالت کا نام احسان ہے
 جو اعلیٰ مرتبہ ایمان کا ہے اور ایسے بابرکت لوگ ہمیشہ ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے ہمیں چاہیے کہ
 ادن کی جستجو میں رہیں اور ادن کی خدمت اور ادن کی بیعت کو غنیمت جانیں۔
 مصنف جو بیعت سے منع کرتا ہے اور اہل بیعت کو طالباں دنیا بتلاتا ہے کیا اس کے
 نزدیک اہل احسان اور صاحبان تقرب کا خاتمہ ہو چکا۔ یا سو اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ
 وسلم کے کوئی دوسرا اس رتبہ کو نہیں پہنچا **مغالطہ ۹۷**۔ توبہ کرنے کی کسی کے
 خاتمہ پر مامور نہیں ہے کیونکہ کلام اللہ شریف میں جہاں حکم توبہ کا ہے مطلق
 ہے جیسا کہ بغیر کچھ کرتے ہیں اختیار کر دہم فلان طریق را اور حدیث میں بھی یہ کہیں

ذکر نہ بین کہ کسی کے ہاتھ پر توبہ کرو **ہذا** یہ دوسرے کے ہاتھ پر توبہ کرنے کا
 قرآن اور حدیث میں حکم ہے ولوانھما اذ ظلما لنفسھما جاء وک فاستغفرا
 اللہ ر استغفرا لھما الرسول لوجدا اللہ نقابا الرحیمما پروردگار فرماتا ہے اگر یہ لوگ
 جو بوقت خطا وار ہوئے تھے تیرے پاس آئے اور اللہ سے معافی مانگئے اور پیغمبر خدا
 ہی ان کے لئے دعا مغفرت کرتا پاتے وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان اس آیت
 میں کہہ چکا رہا کہ ان کو ارشاد ہے کہ نبی کے پاس حاضر ہو کر توبہ کرو و تمہاری توبہ منظور ہوگی
 اور جو لوگ آنحضرت کے ہاتھ پر تائب نہ ہوئے تھے پروردگار نے ان کی مذمت
 فرمائی ہے واذ اقبل لھم لعلوا استغفرا لکم رسول اللہ لو وارثو سھم حیثوت
 کہا جاتا ہے ان کو آؤ پیغمبر خدا تمہارے لئے دعا مغفرت کریں وہ تمہارے اعراض
 کیستہ ہیں اور یہ لوگ مغفرت سے محروم رہے اور خداوند کریم نے اپنے رسول کو حکم دیا
 کہ جو عورت تیرے پاس بیعت کے لئے آوے اس سے بیعت کر اور بخشش مانگ
 ان کے لئے فبايعھن واستغفر لھن اللہ اور بہت احادیث ہیں جن سے
 آنحضرت کا رغبت دلانا اور امر کرنا ثابت ہے۔ غرض آیات اور احادیث سے یہ بات
 سببی ثابت ہے کہ لوگوں کو آنحضرت کے ہاتھ پر توبہ کرنا حکم تھا حدیث صحیح یا یحییٰ
 سلمیٰ ان لا تشركوا باللہ شئیاً الحدیث اس بات کی دلیل ہے اور حکیم آنحضرت عورتوں
 نے پیغمبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور آپ کے بعد خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کرتی رہی
 پس قصوری کا یہ کہنا کہ کہیں ذکر نہیں کسی کے ہاتھ پر توبہ کر دو محض نادانی کی بات
 ہے اور قول مصنف کا (جیسا کہ تصریح کرتے ہیں) اختیار کر دو فلان طریق را سابق
 لاحق سے کچھ تعلق نہیں رکھتا مثال اور مثال میں کسی نوع کی مناسبت نہیں
 بالکل لغو ہے ربط کلام ہے **مغالطہ** ۹۸۔ اگر بیعت کے بعد پھر تکب صغائر
 و کبائر کا جو توبہ اللہ ماخوذ ہوگا کیونکہ آیات اور احادیث میں ایفاء عہد کی نسبت

بہت تاکید ہے **ہدایہ** جو شخص بغیر بیعت کے توبہ کرے اور پہرہ ترکب گناہ کا ہو وہ بھی مآخوذ ہوگا توبہ کرنے والا آئندہ کے واسطے خدا سے عہد کرتا ہے کہ پہرہ گناہ نہ کرونگا جب کرینگا تو ضرور باز پرس ہوگی اللہ جل شانہ فرماتا ہے و افوالبعہدی اوف بعہدکم اگر اس دلیل سے بیعت کی روکرتا ہے پس اُمّ صاحب کو چاہئے لوگوں کو توبہ سے ہی منع کر دین **مغالطہ ۹۹** جس امر کی صحابہ نے رسول اللہ سے بیعت کی ہے پہرہ سکونہیں توڑا **ہدایہ** یہ تہا ب اذ عوی غلط ہے حدیث کا علم نہیں جو چاہتے ہو سو کہتے ہو اکثر اصحاب آن حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور پہرہ ان سے خلاف عہد وقوع میں آتا چنانچہ صحیحین میں ثابت ہے کہ بیعت الرضوان کے دن اصحاب نے اس بات پر بیعت کی تھی جو ہم سرکہ سے نہ بہا لگین گے اور بروز غزوہ حنین انہیں میں سے اکثر بہا لگ گئے اور صحیحین میں ام عطیہ سے روایت ہے ہا یعناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا ینوح فما وقت امراتہ منالہام سلیم و امر العلاء بنت ابی سلمۃ امراتہ معاذ و بنت ابی سلمۃ و امراتہ معاذ فہم نے رسول خدا سے بیعت کیا جو ہم مردہ پر مین نہ کریں گے پس ہم میں سے کسی نے وعدہ پورا نہ کیا سوائے ام سلیم اور ام علاء اور ابوسبرہ کی بیٹی کے جو معاذ کی بیوی ہے یا شائذ یون کہا ایک ابوسبرہ کی بیٹی نے دوسرے معاذ کی بیوی نے - راوی کو شک ہے کہ ابوسبرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی ایک ہے یا دو عورتیں ہیں جو شخص بے علم ہو کر اپنے آپ کو مجتہد سمجھے اسکا خدا فظ **مغالطہ ۱۰۰** نتیج سے دریافت ہوتا ہے کہ کل گناہ معاذ کو کبائر سے ترک کرنیکی بیعت کسی صحابی نے کہی رسول اللہ صلعم سے نہیں کی بعض بعض خاص کاموں میں بیعت کی ہے **ہدایہ** تہا ہی ایسی تلاش کو کیا کہوں حدیث نور کنار قرآن سے

بہی واقفیت نہیں اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَلَا یَعْنِیْكَ فِیْ مَعْرِوْفٍ ذٰلِیْہِیْنَ
جب عورتیں تجھ سے بیہ عہد کرین جو ہم کن حکم شرعی میں مخالفت کرینگے پس
تو ان سے بیعت کر۔ لفظ معروف عام ہے کوئی امر شرعی اس سے خارج نہیں رہتا
کیونکہ لفظ معروف نکرہ ہے نفی کے حیز میں واقع ہوا عموم کا فائدہ دیتا ہے کلا
خیفی فتدبر **مغالطہ ۱۰۱**۔ اور یہ لوگ کل کا عہد لیتے ہیں اور تکلیف

عنا

ملا یطاق محال ہے **ہدایہ** جناب رسول خدا صلعم نے حق فرمایا کہ اس
امت کے لوگ یہود کی روش اختیار کرینگے جب یہودیوں نے احکام الہی جو
تورات میں نازل ہوئے تھے سُننے تو گہرا کر انکار کر دیا اور کہنے لگے سمعنا و
عصینا ہم نے سنا اور اطاعت نہیں کرتے۔ ایسے ہی سُکرین بیعت لوگوں کو تعلیم
کرتے ہیں جو کہیں ہر امر کی اطاعت کا عہد نہ کرنا سبدا کہیں فرمانبرداری میں قصور
ہو جائے اور تم پکڑے جاؤ یہ سنت یہود اب تک جاری نہوئی ہتی ہمارے بہادروں
نے آج اسکو بھی جاری کر دیا مصنف کی تقریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مستغفر اللہ
من کل ذنب والو تب الیہ یعنی معافی چاہتا ہوں میں اللہ سے تمام گناہوں کی
اور توبہ کرتا ہوں میں طرف اُسکے کہنا درست نہیں کیونکہ تکلیف ملا یطاق ہے۔

آنحضرت کا بیعت لینا اوپر آئیہ وَلَا یَعْنِیْكَ فِیْ مَعْرِوْفٍ بہی معاذ اللہ ظلم اور افراط
ہے عدل کا رستہ یہ ہے کہ سب امر وہی سُکر کے یوں کہے نو من ببعض و نکفر
ببعض ہم کچھ توڑا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ اگرچہ ملا صاحب نے عہد کلی
کی مانعت خاصہ بیعت میں کی ہے مگر چونکہ بیعت اور توبہ میں سوائے ما تہہ
پکڑنے کے کوئی فرق نہیں اس واسطے توبہ میں بھی یہی قباحت پائی جائیگی
مغالطہ ۱۰۲۔ ایسی بیعت مصداق آئیہ کریمہ ہے وَلَا تَخْذُوا آیَاتِ
اللہ ہز والی قولہ توبہ کنندہ اور جسکے ہاتھ پھیلی توبہ کیا جاوے مستہزئے

عنا

ہدایہ بایات اللہ میں بیعت کر نیوالا تین حال سے خالی نہیں ہوتا یا بقصد
 چوڑ دینے گناہ کے بیعت کرتا ہے یا اس ارادہ سے کہ شاید اس شخص کی بیعت
 کی برکت سے گناہوں سے بہت جاؤ لگنا یا خوف حاکم سے حاکم کا خوف تو اس زمانہ
 میں نہیں بغیر ان دونوں باتوں اول کے اس پر کوئی باعث نہیں ہوتا اور نہ اسکو کوئی فائدہ
 ملتا ہے اگر مصنف کو بیعت کر نیوالی کا دلی حال معلوم ہے کہ اسکو کسی اور ہی فائدہ
 کا لحاظ ہے تو ہمیں بھی بتا دے کہ وہ فائدہ دینی ہے یا دنیوی اگر دینی ہے
 مصنف کا اعتراض اس پر بجا ہے اور اگر دنیوی ہے تو بیعت کر نیوالا مستہزی ہے
 بایات اللہ ہوگا شیخ کا کیا قصور علم قلوب کے مدعی تو آپ ہوشیخ کو حالت بیعت
 میں کیا خبر ہے کہ مخلص ہے یا منافق اگرچہ بیعت کے بعد عدم وفا اس سے
 معلوم کرے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نظر کر و آپ کے پاس منافق
 آتے اور اخلاص ظاہر کرتے آنحضرتؐ انکے لئے دعا سے مغفرت کرتے تو یہ
 کراتے اور بیعت لیتے پھر وحی سے معلوم ہو جاتا کہ یہ انکا محض فریب تھا۔
 مصنف کے نزدیک معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستہزی ٹھہرے
 در اصل ایمان اور اسلام ہی ایک عہد اطاعت مابین خالق اور مخلوق کے ہے
 پس جو شخص صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے بچنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ بحکم مصنف
 اسلام نہ لاوے کیونکہ عہد شکنی کے سبب استہلال لازم آئیگا گویا ملاقصوری
 بمقتضائے قصور علم و فہم یہ فتویٰ دیتا ہے کہ مسلمان ہو کر گناہ کرنے سے
 یہی بہتر ہے کہ آدمی بحالت کفر مر جاوے **مغالطہ** ۱۰۰۔ اور ایک آدمی
 عورت کو طلاق دیتا تھا اور غلام کو آزاد کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ٹھٹھے
 سے کیا ہے پھر یہی آیت نازل ہوئی **ہدایہ** مصنف نے وعدہ کیا تھا
 جو ہم ہر مسئلہ کی سند میں حدیث صحیح یا حسن ضرور لاؤینگے اب ہم سوال کرتے

ہیں کہ اس آیت کا شان نزول جو اس نے بیان کیا ہے حسب وعدہ حدیث صحیح یا حسن سے ثابت کرے ورنہ یہ سبب وعدہ خلافی کے خود اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا **مغالطہ ۴۰** اکچہ شک نہیں کہ جو اوراد متصوفہ میں مروج ہیں بعض شرعی بعض اختراعی جو اختراعی ہیں انکی حرمت کا کسی کو شک نہیں **ہدایہ** ورد وظیفہ اور دعائیں جن میں کلمات شرک ہوں یا مہملہ الفاظ جنکے معانی معلوم نہ ہوں یا اپنی شان اور مرتبہ سے بڑھ کر درخواست کرے اس قسم کے اذکار اور دعائیں سب ناجائز ہیں اور اگر اس قسم کی کوئی قباحت نہ پائی جاوے تو اوراد غیر ماثورہ بے شبہ جائز ہیں اللہ فرماتا ہے یا ایہا الدین امنوا اذکروا لله ذکر اکثر اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو بہت سی یادگاری سے اور فرمایا ادعونی استجب لکم مجہ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور فرمایا فاذا کرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا یہ حکم عام ہے کوئی جس طرح کی دعا چاہے کرے کیفیت خاص نہیں فرمائی بلکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ دعا کر نیوالے کو اختیار ہے جو نسبی دعا اسکو خوش آوے او جو وہ چاہے مانگے۔ صحیحین میں ہے ثم لیتخیر من الدعاء اعجبہ الیہ نمازی سلام پہیرنے سے پہلے وہ دعا پڑھے جو اسکو زیادہ پسند ہو اور نساے میں ہے ثم لیتخیر من الکلام ما شاء قبل اسلام پسند کرے جو بات کہ چاہے جب حاجت اور موافق اوقات کے آدمی دعا کرنی چاہتا ہے اگر بقول ملا صاحب عالمگیر تو قیفی ہوں یعنی جز ان الفاظ کے جو حدیث میں آچکے ہیں اور الفاظ سے دعا جائز نہ ہو تو سو خاص حاجتوں اور خاص وقتوں کے مانگنا حرام ہوگا باہل تو کیا بڑے بڑے عالم ہی اگر ہر ہر حاجت کے لئے دعا ماثورہ تلاش کریں تو ملنا ممکن نہیں ملا صاحب کا یہ قاعدہ بالکل غلط اور خلاف کتاب اور سنت کے ہے

حضرت رسالت مآب تو نماز میں اجازت دیتے ہیں کہ جو چاہو سو مانگو یہ شخص راست
 مرحومہ پر تنگی کر نیوالا اور مشقت ڈالنے والا منع کرتا ہے۔ اور یہ طرفہ بات ہے کہ آپ
 خطبات عید و جمعہ اور ابتداء رسائل میں الفاظ غیر ماثورہ سے دعا اور حمد اور ثنا کرتے
 ہیں اور اس وعید کا مصداق بنتے ہیں لہٰذا لقولن مالا نفعولن الا یہ ازریقولن
 مالا یفعلون ویفعلون مالا یؤمر دن سلف صالحین کی تفسیحات کو ملاحظہ کرو و سیابہ
 کتابہ میں حمد اور ثنا اور دعائی نئی ڈھنگ سے لکھتے ہیں دعا اور ثنا سے مقصود
 صرف اپنی حاجت مندگی اور عاجزی اور اسکی بزرگی اور نعمت کا اظہار ہے وقت اور زمان
 کا خصوصیت نہیں صحابہ کرام بحالت نماز و دیگر اوقات نئی نئی طرز کی دعائیں پڑھتے
 آنحضرت ﷺ کچھ اعتراض نہ کرتے بلکہ بعض اوقات پسند فرماتے۔ سنن ابوداؤد
 میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سر جلا جاء فدخل الصف
 وقد حضرة النفس فقال الحمد لله حمد اکثیرا طیبا مبارک کا فیدہ فلما قضی
 رسول اللہ صلعم صلوٰتہ قال ایکم المتکلم بالکلمات فاسم القوم فقال ایکم
 المتکلم بها فانه لہ لیل باسا فقال رجل جئت وقد حضری النفس فقلتها
 فقال لقد سرائت اثناعشر ملکاً یتدسروا لہا الیہم یوفعہا ایک شخص آیا
 اور صف میں شامل ہوا اور اسوقت اسکا دم ٹھکانے نہ تھا پس اس نے کہا
 الحمد لله حمد اکثیرا طیبا مبارک کا فیدہ جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کس نے
 یہ کلمات کہے تھے پس سب لوگ خاموش رہے پھر فرمایا کون تھا کہنے والا اگر
 نے کچھ بیجا نہیں کہا پس ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آیا اور میرا
 دم ٹھکانے نہ تھا اسوقت میں نے یہ کلمات کہے تھے پس فرمایا ہم نے دیکھے
 بارہ فرشتے جیسے تھے جو ان کو پہلے کون اٹھاتا ہے اور ابوداؤد میں غامضی
 عنہ سے روایت ہے قال عطس شاب من الانصار حلف رسول اللہ

صلعم وهو فی الصلوة فقال الحمد لله حمد الکثیرا طیباً مبارکاً فیہ حتی یرضی
ولجده ما یرضی من امر الدنیا والاخرۃ فلما انصرف رسول اللہ صلعم قال
من القائل الکلمۃ فانہ لم یقل باسا فقال یارسول اللہ انا قلتها لمارد بها الاخیر
قال ما تناهت دون عرش الرحمن کہا ابو عامر نے ایک جوان انصاری نے جنینک
لی آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے پس کہا اُس انصاری نے الحمد للہ حمداً
کثیرا طیباً مبارکاً فیہ آخر تک پس جب نماز سے فارغ ہوئے رسول اللہ صلعم فرمایا
کس نے کہی تھی یہ بات ابو عامر کہتے ہیں پس چپکا ہوا وہ جوان پہ فرمایا کون تھا
کہنے والا اس بات کا اس نے کچھ برسی بات نہیں کہی پس اُس نے عرض کیا
یا رسول اللہ میں نے کہا تھا وہ کلمہ اور سوائے خیر کے میرا کچھ مقصود نہ تھا فرمایا
اِس کلمہ نے عرش پر پہنچ کر دم لیا ہے اور بخاری وغیرہ میں ہے عن سرفاۃ
قال کنالیو ما وراء النبی صلعم فلما رفع سلسلہ من الركعة قال سمع اللہ
لمن حمدہ قال رجل وراءہ سبنا وک الحمد الحمد الکثیرا طیباً مبارکاً فیہ
فلما انصرف قال من المتکلم قال انا قال رايت لبضعة وثلاثین ملکاً يتدبرون
اليهم يكتبها اول روایت ہے رفاعہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک روز ہم آنحضرت کے
مقتدری تھے پس جب آنجناب نے رکوع سے سر مبارک اُٹھایا سمع اللہ لمن حمدہ
کہا۔ ایک شخص نے پیچھے کھڑے کھدیا ربنا وک الحمد الحمد الکثیرا طیباً مبارکاً فیہ پس
جب آپ نے سلام پھیرا فرمایا کون تھا کہنے والا اُس شخص نے عرض کیا میں پہلے
یا رسول اللہ فرمایا ہم نے دیکھے کچھ اوپر تیس فرشتے جھپٹتے تھے جو کون انکو پہلے
لکھتا ہے اور ابو داؤد اور ترمذی میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلعم نے سنا کہ ایک شخص اپنی وعامین کہتا تھا اللهم انی اسألك بأنک انت
اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لک کفوا

احد فقال دعاء الله باسمه الاعظم الذي اذا سئل به اعطى واذا دعي به اجاب.

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بہ سبب اس کے جو تو ہی معبود و رب حق
ہنیں کوئی معبود مگر تو جو اکیلا اور پاک ہے وہ ذات ہے تیری جس نے نہ جانہ خود چنا
کیا اور جسکے برابر کا کوئی نہیں پس فرمایا اُس نے پکارا ہے اللہ کو ساتھ ایسے اسم
عظمت والے کے جو وقت سوال کیا جاتا ہے اُسکے واسطہ سے عطا کرتا ہے اور
جو وقت پکارا جاتا ہے ساتھ اُسکے اجابت کرتا ہے اور رزق کی روایت میں ہے
عن بریدۃ قال دخلت المسجد عشاء فاذا ابو موسیٰ یدعوا فقال اللهم

انی اشہد انک انت الله لا اله الا انت احد اھل المرسلہ ولم یولد ولم
یکن لہ کفوا احد فقال رسول الله صلعم لقد سال باسمه الذی اذا سئل به

اعطى واذا دعی به اجاب قلت یا رسول الله اخبرہ بما سمعت منک قال
نعم فاخبرته بقول رسول الله صلعم فقال لی انت الیوم لی اخ صدیق حقیقی

مجھ حدیث رسول اللہ صلعم کہا بریدہ رضی اللہ عنہ نے میں عشاء کے وقت سب
میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ دعا مانگ رہے ہیں

پس کہا ابو موسیٰ نے اللهم انی اشہد کفوا احد تک پس حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے سُکر فرمایا بیشک اس نے پروردگار کو اُسکے ایسے اسم اعظم

کے ساتھ پکارا ہے جو وقت سوال کیا جاتا ہے اُس اسم کے ساتھ عطا کرتا ہے
اور جو وقت پکارا جاتا ہے ساتھ اُسکے قبول فرماتا ہے میں نے عرض کیا یا

رسول اللہ میں ابو موسیٰ کو بتا دوں جو آپ سے سنا ہے فرمایا ہاں پس میں نے
ابو موسیٰ کو خبر دی آن حضرت کے ارشاد سے پس انہوں نے مجھ سے کہا تو

آج سے میرا مہربان بھائی ہے تو نے مجھے رسول اللہ صلعم کی حدیث سُنائی
اور موطا مالک میں ہے کہ جب ابو الدرداء رضی اللہ عنہ تجھ کے لئے اُٹھتے

تو کہتے نکات المیون و هذا احت المجنون و لہد یبق الا انث یا حی یا قیوم اکہیر
 سو گہین اور پیکون نے آرام کیا اور کوئی باقی نہیں مگر تو اسے زندہ رہنے والے قائم
 رہنے والے ناظرین ان روایتوں کو مستثنیٰ نمونہ از خرد و سمجھین ورنہ اس قسم کی حدیث
 روایتیں میں اور واضح ہو کہ یہ دعائیں اور اذکار جنکا ہم نے ذکر کیا ہے صحابہ کرام
 اپنے دل سے بنا کر پڑھا کرتے تھے اور یہ احتمال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ صحابہ آنحضرت
 سے شکر اور سبکدہ کر پڑھتے ہو گئے کیونکہ ان روایتوں میں تصریح ہے کہ ان
 حضرت نے کہنے والوں کا نام دریافت فرمایا اور کہنے والا مارے خوف کے دب کر
 چپ بور حاجب آپ نے تسلی فرمائی تب اقرار کیا اور بریدہ ابو موسیٰ کو خردہ سنانے
 کے لئے و طے ان چار قرآن سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ نے وقت اور جگہ
 کے موافق جن الفاظ سے چاہا اپنے رب کو پکارا اور اگر یہ کہیں کہ تمام اقوال و افعال
 جو صحابہ سے وقوع میں آئے ہیں سب آنحضرت سے دیکھ کر اور شکر انہوں نے
 کئے ہیں تو حدیث موقوف کی نفی لازم آئیگی حالانکہ جملہ محدثین حدیث کے دو قسم
 لکھتے ہیں ایک مرفوع (جسکا ثبوت صراحتہ یا حکما آنحضرت سے ہو) دویم موقوف
 (جسکا ثبوت صحابی سے ہو) غرض تعلیم نبوی کے سوا صحابہ کرام سے ادعیہ اور اذکار
 ثابت ہیں۔ البتہ اس بات میں شک نہیں کہ دعائے غیر ماثورہ دعائے ماثورہ کو
 نہیں پہنچ سکتی **مغالطہ ۱۰۵** اور جو شرعی ہیں انکو تغیر اوقات تغیر
 اوضاع تغیر عادات تغیر تقدیم و تاخیر اور تغیر التزام و غیر ذلک سے عمل میں لاتے
 ہیں اور تغیر روایات کا بدعت ہے کل بدعت ضلالۃ **ہدایہ** بیشک
 دعائے ماثورہ کے لفظوں کو بدلنا منع ہے چنانچہ ثابت ہے کہ ایک شخص
 دعائے بجاے لفظ نبی کے رسول پڑھتا تھا آپ نے اسکو منع فرمایا۔ اور اگر
 ایک امر آنحضرت سے ثابت ہو جائے مگر اسکی مداومت اور اسکا شمار اور

اُسکے وقتوں کی خصوصیت ہمیں ثابت نہ ہو تو اُسکو خاص اوقات میں معین عدد کے موافق ہمیشہ عمل میں لانا بدعت نہ ہوگا آنحضرت فرماتے ہیں احب الاعمال الی اللہ اذ وہا پروردگار کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ کام ہے جس پر ہمیشگی کی جائے جو جب اس حدیث کے یہ سب التزام جائز ہیں صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک صحابی (جو اپنی قوم میں امام تھا) اوقات پنجگانہ میں ہر رکعت کے اندر (جب فاتحہ سے سورت ضم کرتا) تو پہلے قل ہو اللہ پڑھتا پھر اور سورت ملاتا مقتدیوں نے کہا آپ ہمیشہ قل ہو اللہ احم کیوں پڑھتے ہیں اسکی کیا ضرورت ہے امام نے کہا اگر تم میری امامت پر راضی ہو تو میں قل ہو اللہ پڑھتا ہوں اور نہ تمہارا اختیار ہے کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرو مقتدیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بات کی شکایت کی ان حضرت نے فرمایا اے شخص تبا کیا باعث ہے جو تو اس سورہ کو ہمیشہ پڑھتا ہے اور اسکے ترک سے تجھے کون مانع ہے اُس نے عرض کیا مجھے اس سورت سے محبت ہے آنحضرت نے فرمایا اسکی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی اور صحیحین میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ ہر ایک وضو کے بعد دو گانہ پڑھتے جب آنحضرت کو اطلاع ہوئی تو آپ نے کچھ اعتراض اور انکار نہ کیا اور ابو داؤد میں ہے کہ اذان فجر سے پہلے ہمیشہ بلال رضی اللہ عنہ یہ دعا پڑھتے اللھم الی احمدک ستغنی علی قریش ان یقیموا دینک اے اللہ میں میری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں قریش پر اس بات کی جو وہ قائم کریں دین تیرا امور غلطی کی مداومت تو کیا انکا ایک دفعہ کا وقوع بھی آنحضرت سے ثابت نہیں اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا چاشت کی نماز ہمیشہ پڑھتیں اور فرماتیں اگر میری ماں اور باپ دونوں زندہ ہو جادین تو اس نماز کو نہ چھوڑوں (یعنی نماز چھوڑ کر انکی دیارت کو نہ جاؤں)

چاشت کی نماز باتفاق علماء آنحضرت سے ثابت نہیں ہوتی مختلف فیہ سے روایت کا تو ذکر کیا ہے اور بعض اوقات کی فصیلت شارع سے ثابت ہے اگر کوئی شخص واسطے ذکر اور حمد اور تسبیح کے اُن وقتوں کو مقرر کرے تو بیشک افضل ہوگا اللہ جل شانہ فرماتا ہے فبمحمداً سرابک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب پس پاکی بیان کر ساتھ حدیث اپنے کے پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے چہنچے کے ومن الليل فسجدوا له باکر السجود اور رات کو پس تسبیح کر سکی اور بعد نمازوں کے اس قسم کی بہت آیتیں اور حدیثیں ہیں اگر کوئی شخص ان وقتوں کو افضل اوقات سمجھ کر کوئی ورد یا ذکر پڑھتا تو کہو اس نے کوئی بُرائی کر ہی شارع کی طرف سے مطلق ذکر الہی کی بابت ہے اور یہ شخص بھی ذکر کرتا ہے۔

۱۷۷

معالمہ ۱۰۶ اور ایک اصحاب کا بٹیا وضو میں دعا پڑھ رہا تھا اللھم انی اسالک قصراً ابیض فی یمین الجنۃ اسیاب نے کہا اے بھٹی زیادتی مست کر کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے پیچھے ایسے لوگ پیدا ہونگے کہ ادعیات نیز زیادتیان کرینگے کہو رسول اللہ صلعم اتنی دعا سکھاتے تھے اللھم انی اسالک الجنۃ اس سے معلوم ہوا کہ سب ادعیات و اذکار تو فیقی بن **ہدایہ** لہ صاحب نے اس حدیث میں اس قدر الفاظ بڑا دیئے ہیں کہ جس سے اقترا کی حد تک پہنچ گیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں ان عبد اللہ بن مغفل سمع ابنہ یقول اللھم انی اسالک القصر الابیض عن یمین الجنۃ اذا دخلتها فقال ای بٹی سل اللہ الجنۃ وتعود بہ من الناس فانی سمعت رسول اللہ صلعم یقول سیکون فی هذه الامۃ قوم یعتقدون فی الطھور واللہ عما عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے ہوئے سنا اے التحقیق میں مانگتا ہوں تجھ سے سفید محل جو جنت کے بائیں طرف ہو پس عبد اللہ نے

کہا اسے اٹھ کے میرے مانگ اللہ سے بہشت اور اسکی پناہ لے دو رخ سے پس
 تحقیق میرے منہ سے رسول خدا صلعم سے فرماتے تھے قریش یہوگی بچ اس
 امت کے ایک قوم جو زیادتی کرینگے وضو اور دعائیں یہ دو جملہ ملا صاحب نے
 گہرے ملائیے ہیں (وضو میں دعا پڑھ رہا تھا) اور (ہمکو رسول اللہ نے اتنی دعا
 سکھائی ہے اللہم انی اسالک الجنة) اگرچہ احتمال ہے کہ ملا صاحب نے دانستہ یہ
 الفاظ نہ بڑے ہوں بلکہ بیماری اور بڑھاپے کے باعث کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو مگر
 بظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عید واسطے اثبات دعا کے (کہ ماثور پر زیادتی
 جائز نہیں) اس امر ناجائز کا ارتکاب کیا ہے انا للہ وانا الیہ مراجعون دراصل
 حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دعائیں غلو اور افراط نہ کرو یعنی اپنے منصب سے بڑھ کر
 سوال نہ کرو قصر ابیض عن یمین الجنة انبیا کا مقام ہے تاکہ نے اتنا جملہ (ہمکو
 رسول اللہ نے اتنی دعا سکھائی ہے اللہم انی اسالک الجنة) بڑھا کر تحریف
 کا حق ادا کر دیا اور مطلب کو بالکل بدل دیا اب ما حاصل کیا ٹھہرا کہ دعا سے ماثور
 میں اور الفاظ نہ ملاؤ اب ہم پوچھتے ہیں کہ دعا کی کمی بیشی سے تو آپ منع کر لے
 ہیں اور روایت میں خیانت کرنے سے اور تحریف مضامین اور پیغمبر پر ہتھان
 باندھنے سے کیوں نہیں ڈرتے آپ نے یہ وعید نہیں سنا من کذب علی
 متعمد فلیتوا مقعدہ من الناس صحابہ کرام و دعائے ماثورہ میں الفاظ بڑھا کر پڑھا
 کرتے اور حضرت کچھ انکار نہ فرماتے تھے صحیحین میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
 سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم اس طرح لبیک پکارتے تھے لبیک اللہم
 لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والمیلث لا شریک لک اور
 خود جناب عبد اللہ اس سنون تبلیہ پر یہ الفاظ زیادہ کرتے لبیک لبیک و
 سجد یک والخیر بیک والرحماء الیک اور ابو داؤد میں ہے کہ لوگ آنحضرت

کی تلبہ پر لفظ ذالمحارج و امثال ذلک زیادہ کرتے اور آپ سُننے اور کچھ نہ فرماتے۔
صحابی کی جگہ اصحاب کہنا اور دعا کی جمع جو دعوات اور ادعیه میں ادعیات بنا کر مصنف
کی ریاقت کی دلیل ہے **مغالطہ** فقہا بھی والدرجۃ الرفیقہ سے جو دعا اذان
میں داخل ہے منع کرتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور انت السلام و منک السلام
میں جو زیادہ بڑائی گئی ہے علماء نے اُس سے منع کیا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے
رسالہ مصنوع فی احادیث الموضوع میں لکھا ہے **ہدایہ** ملا صاحب نے
فقہاء کی عبارتوں کو نقل نہیں کیا ہم بغیر دیکھے آپ کی روایت اور روایت کا اعتبار
نہیں کر سکتے غالباً فقہاء نے اس طرح لکھا ہوگا جو یہ الفاظ ثور نہیں ہیں آپ نے اسکا ترجمہ کیا ان
الفاظ سے منع کرتے ہیں اور بالفرض اگر کسی عالم نے ایسا کہا ہو تو کیا ہم اسکو تقلید ہو کر صحابہ کو امر رضی اللہ عنہم
کا طریق چھوڑ دینگے کہتا ہوں جو کوئی اہل علم سنت صحابہ چھوڑ کر ایسی بجا تقلید نہ کر لے گا صاحب ردالمحتار
نے والدرجۃ الرفیقۃ پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے صرف یہ بات
نقل کی ہے کہ یہ الفاظ بے اصل ہیں چنانچہ انکی عبارت یہ ہے قال ابن
حجر و زیادۃ والدرجۃ الرفیقۃ و ختمہ بیا الرحمہ الراحمین لا اصل لہما۔ کہا
ابن حجر نے زیادتی (والدرجۃ الرفیقۃ) کے اور لفظوں کا ختم کرنا ساتھ (یا ارحم الراحمین)
کے انکا کچھ اصل نہیں۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ شیخ جزیری سے نقل کرتے ہیں
واما ما یزاد بعد قوله اللهم انت السلام من نحو والیک یوجع السلام
جینا سر بنا بالسلام و ادخلنا د امر السلام فلا اصل لہو فخلق بعض القصاص
اور جو کچھ بڑا دیتے ہیں اللہ انت السلام کے پیچھے شلا کہتے ہیں (وایک یرجع السلام
جینا سر بنا بالسلام و ادخلنا د امر السلام) اسکا کچھ اصل نہیں یہ بعض قصہ خوالون کا ایجاد
ہے۔ ان عالون نے تو الفاظ ماثورہ اور غیر ماثورہ کو علیحدہ کر کے تہا یا ہے انکے پڑھنے
سے منع نہیں کیا۔ اور ملا صاحب نے عدم ثبوت اور حرمت کو ایک ٹہر کر مانعت کا فتویٰ

۱۰۸

جاری کر دیا۔ طرفہ تو یہ ہے کہ سلام کا ترجمہ اسلام کے ساتھ کیا **مغالطہ**
 اگر ادعیات اور اوراد تو فیقی نہ ہوتے تو صحابہ کو صلوٰۃ کی کیفیت دریافت کرنے کی
 کیا ضرورت تھی **ہدایہ** اگر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم سے نماز
 کا طریقہ سیکھا تو اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ سب اذکار آنحضرت کی تعلیم پر متوف
 ہیں۔ البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذکر ماثور غیر ماثور سے افضل ہے۔ اسی واسطے شہد
 میں علما کا اختلاف ہے اور جن کلمات کو جس نے ماثور جانا انہیں کے پڑھنے کا
 فتویٰ دیا اور افضل سمجھا۔ تمام علما اور محدثین بلکہ تمام امت محمدی کا قاعدہ ہے کہ
 جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک زبان پر لاتے ہیں تو یہ درود اصلی اللہ
 علیہ وسلم پڑھتے ہیں اور اپنی کتابوں میں جا بجا لکھتے ہیں اور مٹا صاحب نے ہی
 اپنے اس سالہ میں جہاں آنحضرت کا ذکر آیا ہے وہیں یہ درود لکھا ہے بلکہ
 اس سالہ کے اخیر میں جہاں بیڑوی کا مسئلہ لکھا ہے لکھتے ہیں و صلی اللہ علی
 رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین حالانکہ یہ الفاظ آنحضرت سے منقول نہیں پس آپ ہی
 اہل بدعت شہرے اور تمام بزرگان امت کو بھی معاذ اللہ بدعتی ٹھرایا۔ درود اور
 دعائیں مکملہ شرک نہ ہو اگرچہ غیر ماثور ہو اسکا پڑھنا بے شائبہ جائز ہے۔

۱۰۹

مغالطہ ۱۰۹ شہد جو صحابہ کرام اپنے طور سے پڑھتے تھے رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ایک التحیات ان کے واسطے خاص فرمایا **ہدایہ**
 اس شہد میں ناجائز الفاظ اور غیر جامع دعائیں پڑھتے تھے مثلاً کہتے تھے السلام
 علی اللہ آنحضرت نے فرمایا اللہ خود سلام ہے اس پر سلامتی پہنچنے کے کیا معنی۔ اور
 کہتے السلام علی جبرائیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان فلان آپ نے بجائے
 اس کے کلام جامع تلقین فرمائی السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اس میں تمام ہندوگان
 شہد الٰہ السموات والارض سب آگئے غرض پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شہد

میں قباحث اور نقصان دیکھ کر اصلاح فرمائی، یہ نہیں کہ سوائے ادغیہ ماثورہ کے اور دعاؤں سے منع فرمایا۔ اور اماموں کا اختلاف بھی بعض الفاظ کی تفصیل میں ہے اور جائز و ناجائز ہونے کی بات نہیں۔ چنانچہ شیخ ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ نے اس بات کو بصرحت بیان کیا ہے۔ **مغالطہ ۱۱۰**۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے جس کے راوی سب صحیح ہیں۔ **ہدایہ** مصنف کا یہ منصب ہے کہ روایات پر ضعف اور صحت کا حکم لگا دے مگر صاحب کو چاہئے کہ حکم صحت کسی محدث سے نقل کریں۔ بلکہ یہ روایت مجروح ہے جس کے راویوں میں عیسیٰ ہے جو مدلس ہے اور عین کہہ کر روایت کرتا ہے اور محدثین کے نزدیک مدلس جو عین کہہ کر روایت کرے اس کی روایت صحیح نہیں سمجھی جاتی۔ اور جو اسکے سواراوی ہیں ان کا رتبہ پہچانتا ہمارا کام نہیں ایسے حدیث ان کی شناخت کر سکتے ہیں۔ ہمارے مگر صاحب شاید راویوں کی مزاج پرسی کو گئے تھے اگر خبر دیتے ہیں (بفضلہ تعالیٰ سب راوی صحیح و سلامت تندرست ہیں) محدثین کی اصطلاح میں تو صحت اور ضعف روایت کی صفت ہے راویوں کی صفت نہیں **مغالطہ ۱۱۱**۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذکار نماز کے توفیقی ہیں **ہدایہ** ہم اس حدیث کو بالفاظ نقل کرتے ہیں تاکہ طالبان حق بنظر انصاف دیکھیں جو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے جو اذکار آنحضرت کی تعلیم پر موقوف ہیں یا کہ اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل ما تقول فی صلوٰتک قال التَّحْمِیْدُ ثُمَّ اسْأَلَ اللہَ الْجَنَّةَ وَاعُوذُ بِاللہِ مِنَ النَّارِ وَانَا وَاللہُ مَا احسن دُندُنْکَ وِلَادَہُ دُندُنْکَ مَعَادُہُ فَقَالَ حَوْلَہَا دُندُنْ رُویت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا تو اپنی نماز میں کیا کہا کرتا ہے اس نے کہا میں تہمید پڑھتا ہوں پھر الدعائیں کہے بعد

ع

ع

سوال کرتا ہوں اللہ سے جنت کا اور اُسکی پناہ چاہتا ہوں۔ درج سے اوپر
 سب پروردگار کی آپ کی غفقا ہٹا جو آپ ملکی آواز سے چپے چپے جنت نہیں
 اور معذرت کی غفقا ہٹا اچھی طرح بیکر سمجھ میں نہیں آتی آپ نے فرمایا ان دو کلمات (سوال
 اور پناہ) (دو بزم) کے گرد میں ہم غفقا ہٹ کیا کرتے ہیں اس حدیث سے
 صاف ثابت ہے جو کوئی دعا نماز میں پڑھی جائے یا حاج از نماز تعلیم ہو ہی پر
 موقوف نہیں آنحضرت کی جناب میں اس نے شکایت بھی کی جو میں آپ کی دعا
 نہیں سمجھتا تاہم آپ نے اُسکو کچھ نہیں سکھایا اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ ٹوہینے
 دل سے دعا بنا کر پڑھنے کے سبب برعنی ہو گیا ہے اگر دعا اور ذکر توفیق ہوتے
 تو آپ اُسکے یہ کلمات سُنکر رشم اسأل اللہ الجنۃ واعوذ باللہ من النار ضرور
 فرماتے کہ اس طرح جنت کا سوال کر اور ان الفاظ کے ساتھ جہنم سے خدا کی پناہ
 مانگ حق ظاہر ہے مگر جبکو بصیرت نہ ہو وہ نہیں دیکھ سکتے **مغالطہ ۱۱**
 اور انکی آواز اپنے کانوں تک بھی نہیں پہنچتا انکی نماز جائز نہیں کما حقہ الفقہاء
ہدایہ آپ نماز کے ناجائز ہونے کی کیا اچھی دلیل لائے ہیں وہ عدہ تو
 کیا تھا کہ ہم آیت اور حدیث سے سند لاؤینگے جب آیت وحدیث سے کوئی سند
 نہ ملی تو فقہاء کے متقلد بن گئے عدۃ المؤمن کاخذ الکف مگر خدا جانے قاصد صاحب
 کیسے مؤمن ہیں جبکو ایفا وعدہ کا کچھ خیال نہیں یہ میں کتاب اور سنت کہیں
 ثابت کرو کہ جسکا آواز کانوں تک نہ پہنچی اُسکی نماز جائز نہیں **مغالطہ ۱۲**
 یہہ ذلیل صحیحہ شریعہ کے توفیق ہونے پر اور ذکر معمولہ صوفیہ کی بدعت ہونے پر
 لکھ چکا ہوں **ہدایہ** آپ نے ایک حدیث بھی مفید دعا نہیں لکھی اور
 جو کچھ بزم خود لکھا ہے وہ بالکل نفع عنکبوت (مکڑی کا جالا) ہے چنانچہ ہم
 ہر ایک بات کا جواب جس سے قاصد صاحب کی غلط فہمی ظاہر ہوتی ہے بتھیں

۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

لکھ چکے ہیں **مغالطہ ۱۱۴** جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے وصیت نامہ
 میں بیعت سے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ درین زمان دست بدست کے نباید داد
 اور قول جمیل میں سنت لکھا ہے اور مولوی اسماعیل شہید نے تقویتہ الایمان
 اور ایضاح الحق میں کس کس خوبی سے رو بدعت و شرک کیا ہے اور پھر صراط مستقیم
 اور رسالہ امامت میں اُسکی مناقض اور خلاف لکھا ہے **ہدایہ شاہ صاحب**
 کی کلام میں کچھ تناقض نہیں جو انہوں نے لکھا ہے سب حق ہے قول الجمیل
 میں لکھتے ہیں کہ بیعت سنت ہے اور وصیت نامہ میں فرماتے ہیں (دست بدست
 مشائخ ابن زمان نباید داد) اسکا مطلب یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر بیعت کرنی چاہئے
 اسوقت کے پیر اکثر مکار اور بدعتی ہیں اگر کوئی متبع سنت اور اہل حق پیشوا طلبائے
 توسبحان اللہ نعمت عظمیٰ ہے غنیمت سمجھے اور بیعت کرے کہو اس میں کیا تناقض
 ہے تعصب کا اندہیرا آپ کے راستہ میں چھا گیا ہے نشیب و فراز کچھ نہیں سو جہتاً
 بزرگوں پر اعتراض کرتے ہو اور جو مولوی اسماعیل صاحب کی تحریر کو آپ متناقض
 بتلاتے ہیں غالباً وہ بھی آپکی کج فہمی کا نتیجہ ہوگا اگر آپ عبارت نقل کر دیتے تو
 البتہ ناظرین کو حال معلوم ہو جاتا **مغالطہ ۱۱۵** اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
 وصیت نامہ میں لکھتے ہیں وکلام شارع ہرگز برین معنی محمول نیست نہ صریحاً نہ اشارتاً
 آری قومی این مطالب را از کلام شارع فہمیدہ اند مثلاً آنکہ کسی قصہ لیلی و مجنون
 شنود و ہر سخنی را بر سر گزشت خود حمل کند و آزا و عرف ایشان اعتبار گویند۔
ہدایہ شاہ صاحب کی غرض یہ ہے کہ صوفیوں کے اعتبارات اور اشارات
 جو وہ آیات اور حدیثوں سے نکالتے ہیں دراصل فن تفسیر نہیں ہیں بلکہ وہ لیک
 جداگانہ فن ہے جسکا نام اعتبار ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے بھی فن اعتبار کو معتبر قرار دیا ہے اور خود اس روش کو اختیار

فرمایا ہے چنانچہ نور الکبیر میں لکھتے ہیں واما اشارات الصوفیۃ واعتبار الھم
فلیست فی الحقیقۃ من فن التفسیر الی ان قال وھمنا فائدۃ مہمۃ ینبغی
الاطلاع علیھا وھی ان حضرت صلعم جعل فن الاعتبار معتبرا و سلك
ذلک الطریق لتكون سنتہ لعلماء الاھتقو لیکون ذلک فتحا للباب ما وہب
لھم من العلم اسے پر صوفیوں کے اشارے اور اُنکے اعتبارات دراصل
فن تفسیر سے نہیں ہیں آخر لکھتے ہیں کہ اس مقام میں ایک ضروری فائدہ ہے
جسکی آگاہی مناسب ہے وہ یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
نے فن اعتبار کو معتبر ٹھہرایا ہے اور خود اس روش کو اختیار فرمایا ہے تاکہ علمائے
امت کے لئے سنت ہو جاوے۔ اور جو علم اُنکو عطا ہوئے ہیں اُن علموں کا درجہ
کہل جائے۔ ملا صاحب کو اظہار حق منظور نہیں تلبیس عوام کے لئے طرح طرح کے
فریب کرتے صریح اور مفصل بات کو چھوڑ کر ایک مجمل قول لکھتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں
کہ شاہ صاحب جیسے عالم بھی آپکے ساتھ ہیں۔ بالفرض والتقدیر اگر مرزا آقا و شاہ صاحب
موز مولوی محمد اسماعیل صاحب لائفہ عالیہ کے منکر ہو جائیں تو کیا اُنکا قول سہم حجت ہوگا اور کیا
اقوال علماء آپکے نزدیک نصوص شرعی ہیں۔ چہ جا کہ بچ بزرگوار خود اس طالبہ میں
داخل ہیں۔ **مغالطہ ۱۱۶** راقم کہتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل نے یہی ہی
لکھا ہے کہ اشغال صوفیہ امور شرعیہ نہیں یہ آلہ احسان کے ہیں میں کہتا ہوں کہ
آلہ دو قسم کا ہوتا ہے یا مروی شائع سے یا غیر مروی مروی جیسا کہ وضو واسطے
ناز کے اور ہر قسم کے ہتھیار واسطے جنگ کے **۱۱۷** مولوی اسماعیل
صاحب فرماتے ہیں کہ صوفیوں کے اشغال کو امور اصلی اور مقصود بالذات نہ سمجھنا
چاہئے بلکہ یہ اخلاص اور احسان کا آلہ اور وسیلہ ہیں اور وسیلہ کا وہی حکم ہونا
ہے جو اصل شے کا حکم ہو۔ ملا صاحب نے مختصر عبارت نقل کر کے اصل مطلب کو

چہا یا ہے خدا انکو ہدایت کرے۔ آپ لکھتے ہیں وضو نماز کا آلہ ہے۔ پہنوش خوب سمجھے ایسی عقل نہیں جو بیعت کے منکر ہوئے وضو شرط نماز ہے نماز کا آلہ نہیں شرط شے اس چیز کو کہتے ہیں جسکے سوا دوسری چیز باقی نہ جاوے جیسے وہوہ اسطے نماز کے جب تک وضو کیا جائیگا تب تک نماز نہ ہوگی اور آلہ کہتے ہیں اوزار کو جیسے دوخت کا اوزار سوئی اور کوٹھے پر چڑھنے کا اوزار سیڑھی۔ نماز کا آلہ تو جو نماز ہی ہے اور وضو اسکے لئے شرط اور خوبی دیکھئے آپ فرماتے ہیں آلہ مردی، جینکی سند پغمبر خدا سے ہو، کی مثال جیسے ہر قسم کی لڑائی کو ہتھیاں بندوق اور توپ بھی آپکے نزدیک خیر القرون میں بنی ہوگی اور یہ بات بالکل خلاف ہے **مغالطہ ۱۱۷** اور یہ اذکار و اشغال تو آلہ ہی نہیں بن سکتے کیونکہ آلہ غیر ذی آلہ کا ہوتا ہے۔

۱۱۷

ہدایہ ذکر جو آلہ احسان ہے ذمی آلہ کا عین کس طرح ہو گیا۔ ذکر الہی سے تو اخلاص اور انابت پیدا ہوتی ہے اور اسی اخلاص کا نام احسان ہے آپ کس عقل سے کہتے ہیں (اشغال تو آلہ ہی نہیں بن سکتے کیونکہ آلہ غیر ذی آلہ کا ہوتا ہے) کیا آپکے نزدیک ذکر اور تہب احسان کا ایک ہی چیز ہیں۔ خدا کے لئے آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں لوگ سینگے تو آپکو جنوں کی طرف نسبت کریں گے۔ **مغالطہ ۱۱۸**

۱۱۸

۱۱۸۔ اور جو جو خوارق و اخول ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتے ہیں کہ جو سنت کے خلاف سے ثمرہ حاصل ہوتا ہے وہ سب شیطانی ہے پس یہ خوارق شیطانی ہیں جیسا کہ تطہیر الاعتقاد میں ہے اور ملا علی قاری شریح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں اور ابن تیمیہ فرقان میں کہتا ہے **ہدایہ** بیشک جو لوگ اسماء الہی کو تغیر کرتے ہیں یا مشائخ کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں یہ لوگ مشرک ہیں اور انکے احوال اور خوارق سب شیطانی ہیں تطہیر الاعتقاد اور شریح فقہ اکبر اور فرقان میں ان صوفیوں کا ذکر ہے جو اقسام شرک میں مبتلا ہیں اور جنکا عقیدہ

ہے حلول - اتحاد - اتصال - تفصل اور ذات ہاں ہی تعالیٰ کو وجود مطلق سمجھتے ہیں
ایسے گنہ سے اشتقاق و انون سے سن میں، ہون نے یہ فتویٰ لگائے ہیں مصنف
نے کمال بے انصافی کی عوام الناس کو دھوکا دیا فقط اتنا لکھ دیا کہ یہ لوگ بڑے
ہیں، سکو چاہئے تھا مفصلاً لکھنا کہ جو اہل شرع اور اہل حق ہیں وہ ملکی صفات رکھتے
ہیں، امر انکی خوارق کرامات ہیں اور جو مشرک اور گمراہ ہیں انکے حالات اور خوارق
شیطانی ہیں تلا علی قاری نے بعد رد لمحدین کے اہل حق صوفیوں کا ذکر کیا ہے اور
انکی بڑی تعریف لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں وھذہ طریقتہ السالکین الاولین
وھی طریقتہ المتابعین ومن بعدھم من الایمۃ المجتہدین واکابر المفسرین و
اعاظم المحدثین و عہدۃ الصوفیۃ المتقدمین کداؤد الطائی و الحاسبی و السمری
و السقطی و المعروف و الکرخی و جنید البغدادی و المتاخرین کابی النجیب السہر
وردی و عبد القادر الجیلانی و صاحب العوارف و ابی القاسم القشیری
الی ان خلف من بعدھم خلف اذاعوا الصلوۃ و اتبعوا الشھوات ترجمہ
یہ طریقہ ہے آگے بڑھنے والے اول درجہ کے لوگوں کا اور طریقہ ہے تابعین او
ایمہ مجتہدین اور اکابر مفسرین اور محدثین اور اگلے زمانہ کے برگزیدہ صوفیوں کا
جیسے داؤد طائی اور محاسبی اور سمری سقطی اور معروف کرخی اور جنید بغدادی رحمہم اللہ
اور پچھلے زمانہ کے اہل تصوف کا مانند ابو نجیب سہروردی اور عبد القادر جیلانی و عوارف
عوارف اور ابوالقاسم قشیری انکی یہاں تک نوبت پہنچی کہ انکے پیچھے رہے ناخلف
جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوتوں کے پیچھے لگے اور محمد بن اسماعیل نے بھی نہیں
کو بڑا کہا ہے جبکہ تصوف کا دعویٰ ہے اور ذکر الہی اور عبادات چھوڑ کر لذات
نفسانی کے درپے ہو رہے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں او تزعیم ان ھذہ کرامات
لھولاء المجاذیب الضلال المشرکین الذین لا یسجدون للہ سجدتہ ولا

یزید کو دین اللہ و حلال ان سرعیت ہذا انقد اثبت الکرامات اللہ کین و ہذا
 بذلک قواعد الدین و اذا عرفت بطلان الامرین علمت ان ہذا احوال
 شیطانیۃ الی آخر ما نقلہ المصنف کیا تو گھمان کرتا ہے تحقیق یہ شعبہ ان مخدوہوں
 گمراہوں مشرکوں کی کرامتیں ہیں جو لوگ اللہ کو کبھی سجدہ نہیں کرتے اور الہ واحد کا کبھی
 ذکر نہیں کرتے اگر تو ایسا اعتقاد رکھتا ہے پس گویا تو نے مشرکوں کے لئے کرامات
 کا درجہ ثابت کیا اور ایسے اعتقاد سے دین کے قواعد کو برباد کر دیا اور جو وقت تو نے
 پہچان لیا باطل ہو نا دو نون امرون کا تو نے جان لیا اس بات کو تحقیق یہ حالات شیطانی
 ہیں۔ اور شیخ ابن تیمیہ فرقان میں لکھتے ہیں فان ابن عربی و امثالہ وان اذعوا
 الفہم من الصوفیۃ فہم من الصوفیۃ الملاحدۃ الفلاسفۃ لیسوا من صوفیۃ
 اہل الکلام فضلا عن ان یقولوا من مشائخ اہل الکتاب ولسنۃ کا الفضیل
 بن عیاض و ابراہیم بن الادھم والی سلیمان الدارانی و معروف الکرخی
 و الجندیہ ابن محمد و سہل بن عبد اللہ التستری و امثالہ تحقیق ابن عربی اور اسکی
 امثال اگرچہ دعویٰ کریں کہ وہ لوگ صوفی ہیں پس وہ ہیں لمحہ فلسفی صوفی نہیں ہیں
 اہل کلام صوفیوں میں سے چہ جائے کہ وہ ہو وین ان مشائخ میں سے جو صاحب کتاب
 اور سنت ہیں جیسے فضیل بن عیاض کے اور ابراہیم ادھم اور ابوسلیمان دارانی اور
 معروف کرخی اور جنید بن محمد اور سہل بن عبد اللہ تستری اور امثال انکے اور پھر اس کے
 قریب فرماتے ہیں فان الجندیہ کان من ائمۃ الہدیٰ مشک جنید تھے پیشوایان
 ہدایت میں سے ملامت صاحب نے ان عبارتوں کو (جن میں طریقہ تصوف کا اقرار ہے) اور
 صوفیہ کی خوبیوں کا نام بنام ذکر ہے) حذف کر دیا اور خلق خدا کے بہکانے کو ناقص
 عبارتیں جن میں محدود کا ذکر ہے نقل کر دیں۔ یہ انکار سنت کا وبال ہے جو تم خیا
 اور تحریف کرنے لگے یا دے کہ پروردگار دغا بازوں کو کامیاب نہیں کرتا ان اللہ

لا یهدی کید الخائنین ہم کہتے ہیں کہ جب بیعت کا سنت ہونا صحیح سندوں سے ثابت ہے پس بالفرض اگر ابن تیمیہ اور ملا علی قاری صوفیوں کے منکر ہو جائیں تو انکے کہنے سے سنت منسوخ ہو جائیگی اور آپ پر تو انکا قول حجت نہ ہو مگر لوگوں کے حق میں حجت ہو جائیگا **مغالطہ ۱۱۹** جیسا کہ تطہیر الاعتقاد میں ہے فان قلت قد يتفق من هؤلاء الذين يلوكون الجلالة وليضيفون اليه اهل الخلافة والبطالة خوارق پس اگر تو کہے کہی اتفاق ہوتا ہے ان لوگوں سے جو بولتے ہیں اسم اللہ کو اور نسبت کرتے ہیں طرف انکی صاحب فریب اور بطلان کرا متوں کو **ہدایہ** واہ کیا ہی ترجمہ کیا ہے۔ يتفق فعل اسکا فاعل ندارد۔ وليضيفون جو جمع معطوف اپنی کے صلہ ہے موصول کا موصول صلہ ملکہ اور مجرور ہو کر جار کا تیفق سے متعلق تھا جدا جملہ بنا دیا خوارق (جو دراصل تیفق کا فاعل ہے) يضيفون کا مفعول ٹہرا دیا اہل الخلافة والبطالة جو يضيفون کا مفعول تھا فاعل اسکا بنا دیا۔ او یلوکون جسکے معنی ہیں چنانچہ آپ اسکا ترجمہ کرتے ہیں بولنا۔ اور يضيفون جس کے معنی اس جگہ میں ملانا ہے آپ اسکا ترجمہ نسبت کرنا بتلاتے ہیں کہیں فعل کو سیاق کر دیا اور کہیں فاعل کو مفعول اور مفعول کو فاعل بنا یا ترکیب اور معنی اور ترجمہ الفاظ سب کا ناس کر دیا اور سب سے عجیب یہ ہے کہ عباد (جو یعنی بندوں کے ہے) کا ترجمہ افواج سے کیا۔ صحیح ترجمہ یہ ہے اگر تو کہے کہی اتفاقاً وقوع میں آتے ہیں ان لوگوں سے جو چپا کر بگاڑ کر پڑھتے ہیں (اسماء الہی کو اور ملا تے ہیں ساتھ اس کے (سماء) بید لوزن اور مگر اہوں کے امور خوارق عادت (جو کرامات سے مشابہ ہوتے ہیں) مجھے اس وقت یہ مثال یاد آئی اونٹ کی کونسی نعل سیدھی ملا صاحب کے مسائل اجتہادی اور عبارتون کے ترجمے اور انشا اور املا بجائے خود سب عجیب ہیں۔

مغالطہ ۱۲۰ اسی مقام میں لکھا ہے کہ ذکر اللہ کا (جو مروج طریقہ

نقشبندی ہے) ذکر نہیں ہے جو اس ذکر سے حاصل ہوتا ہے سب شیطانی ہے
ہذا ایہ تھا صاحبِ تطہیر الاعتقاد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ طریقہ نقشبندی
 کے ذکر اور شغل اور ان کے حالات سب شیطانی ہیں یہ رسالہ دو دفعہ چھپ چکا ہے
 غالباً اکثر لوگوں کے پاس موجود ہو گا لوگ دیکھیں اور صاحب کی راست گوئی کا
 اندازہ کریں صاحبِ تطہیر الاعتقاد فرماتے ہیں فالعلت قد تیفق من هؤلاء
 الذین یلوکون الجاللة ویغیفون الیہا اهل الخلاعة والبطالة خوارق لطن
 انفسهم وحملهم لثل الخش والحیة واکلمهم الناس قلت هذه احوال شیطانیة
 واکم لبوس علیک ان ظننتھا کرامات للاموات لما هتف هذا الضال -
 باسماءهم جعلهم انداداً وشرکاء لی ان قال او تنعم ان هذه کرامات لہؤلاء
 المجاذیب الضلال المتشرکین اتابعین لكل باطل المتفسین بین بجا سرالودایل
 الذین لا یسجدون للہ سجدة ولا ینکرون اللہ وحده پس اگر تو کہے کہ یہی
 اتفاقاً وقوع میں آتے ہیں ان لوگوں سے جو چاکر پڑھتے ہیں اسماء الہی کو اور ملا
 ہیں ان کے ساتھ بیدینوں اور گمراہوں کے ناموں کو کام خرچ عادت جیسا کہ اپنے
 جسم میں نیزہ مارنا اور حشرات الارض اور سانپ کو اٹھالینا اور آگ کو کہا جانا میں جواب
 میں کہوں گا یہ حالات شیطانی ہیں اور اگر تو انکو مردوں کی کرامات سمجھے تو (مردین)،
 تجھ پر پوشیدہ ہے جب کہ یہ گمراہ ان کے نام لیکر پکارتا ہے انکو خدا کا مثل اور
 شریک ٹھہراتا ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کیا تو گمان کرتا ہے کہ یہ افعال
 کرامتیں ہیں ان مجذوب لوگوں کے جو گمراہ شرک کر نیوالے ہر باطل کام کے
 پیروی کر نیوالے بد عادتوں کو دیکھو ان میں غوطہ کھانے والے ہیں۔ ایسے لوگ
 جو اللہ کو ایک سجدہ نہیں کرتے اور اُس اکیلے کا نام نہیں لیتے ناظرین غور کریں
 جو اس عبارت اور مضمون کا (جو ذکر نقشبندی سے پیدا ہوتا ہے وہ سب شیطانی ہے)

کہیں سبتہ نہیں۔ تاکہ صاحب نے ایک مشہور رسالہ پر اختر کر کے اپنے آپ کو اس
 مثل کا مصداق بنایا ہے۔ دروغ گویم بروے تو۔ اور واضح ہو کہ مصنف رسالہ
 تطہیر الاعتقاد نے اس مقام میں ایک بڑی بہاری غلطی کہا ئی ہے وہ کہتے ہیں کہ بغیر
 طلب اور دعا کے صرف اللہ اللہ کرنا داخل فکر نہیں ہم کہتے ہیں ہم محض غلط ہے قرآن
 اور حدیث سے اس کا خلاف ثابت ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے قل ادعوا للہ وادعوا
 الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی کہہ تو پکارو تم اللہ کو یا پکارو تم رحمن کو جبکہ
 تم پکارو (سو بہتر ہے پس اسی کے واسطے ہیں اچھے نام اور فرمایا فا ذکرونی اذکر
 کہہ پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرو لگا ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ خدا کو یاد کرو
 یا اللہ یا رحمن اور اللہ الرحمن رحمن کہو غرض اسماء حسنی سے یاد کرو اور پکارو یا دہی
 کے سبب رحمت نازل ہوتی ہے اور یہ مستقل عبادت ہے اور دعا و استغفار علیہ
 چیز ہے حدیث شریف میں ہے کہ خدا کے ایک کم سونا میں جو شخص اُنکو یاد کر لگا
 داخل ہوگا جنت میں اور صبح مسلم میں ہے لا تقوم الساعة علی احد یقول اللہ
 اللہ اُن لوگوں پر قیامت نہ آئیگی جو اللہ کہتے ہیں اگر محض خدا کا نام لینا اور اُسکو یاد
 کرنا ذکر نہ ہوتا تو اسپر جنت کا وعدہ کیوں ملتا اور قیامت جو عذاب الہی ہے اُن پر
 سے کیوں ٹلائی جاتی و صاحب التطہیر محبوب و الحق احب الینا منہ **معالمہ**
 ۱۴۱۔ اور دوسری جگہ رسالہ میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ اعتقاد کرے کہ اولیاء
 اللہ کے طریق ہیں سوائے طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (جیسے کہ نقشبندیہ
 وغیرہ کہتے ہیں) وہ کافر ہے اور اولیاء شیطان سے ہے **ہدایہ**
 ایسے اعتقاد و الاشخاص گمراہ ہے مگر صوفیہ کرام کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں اُن کے
 محققین کی تصانیف کو دیکھو کہ کس قدر اتباع سنت میں تاکید فرماتے ہیں اور مخالفین
 طریقہ بنویہ کو گمراہ بتلاتے ہیں۔ میرزا منظر صاحب اور مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ

صاحب اور مولینا محمد اسماعیل صاحب اسی زمرہ کے ہیں ان بزرگوں نے طریقہ خلافت سنت کو کیسار و کیا ہے اور ملا صاحب نے خود انکی عبارتوں کو بطور سند ذکر کیا ہے بالفرض اگر ایسا کلمہ کسی جاہل یا ملحد نے سوڈ سے نکالا ہو تو کیا ایک شخص کے گناہ کے بدلے ہم سب کو بڑا کہینگے اور تمام قوم پر مواخذہ کرینگے یہ انصاف سے بعید ہے **معاملہ ۴۴** - اور جگہ فرماتے ہیں اور کرامات میں استعانت لیجاتے ہیں ذکر اللہ اور تراویح و قرآن سے اور صلوة اور دعا سے اور یہ لوگ استعانت پکڑتے ہیں سماع اور تالیان بجانے سے **ہدایہ** رسالہ فرقان کی عبارت جکا ملا صاحب نے حوالہ دیا ہے ہم یہاں لفظ بلفظ نقل کر کے ملا صاحب کی بیانت اور دیانت کا ایک نیا نمونہ دکھاتے ہیں صاحب فرقان لکھتے ہیں فاذا کان تلّا تحصل بالصلوٰۃ والذکر وقراءة القرآن والدعاء بل تحصل بما یحبہ الشیطان کالاستغاثۃ بالملحوقات او کانت ہما لیستغاث بہا علی ظلم المخلوق وفعل العواش ففی من احوال الشیطانیۃ لا من الکرامات الرحمانیۃ پس جبکہ خوارق عادت کسی شخص کو نماز اور ذکر اور تلاوت و قرآن اور دعا سے حاصل نہ ہوں بلکہ ایسی چیزوں سے حاصل ہوں جنکو شیطان پسند کرتا ہے جیسے کہ مخلوقات کو پکارنا یا اس قسم کی چیزیں جس کے ذریعہ سے خلق اللہ پر ظلم کیا جائے اور بچیائی و قویع میں آئے پس یہ خرق عادت حالات شیطانی سے ہے کرامات رحمانی سے نہیں ہم انہیں کہتے ہیں کہ وہ بیعت کے لئے ملا صاحب ہر خبر و شر کے ارتکاب کے واسطے تیار ہیں کسی چیز سے پرہیز نہیں نوبت بانجا رسید کہ تحریف اور افتراء جو سنت الیہود ہے اختیار کی - شاید اس ہدایہ کے مطالعہ سے کوئی وہم کرے کہ راقم کے نزدیک سماع اور تالیان بجانے سے استعانت حالات اور کرامات پر جائز ہے لاوالہ ہرگز ہرگز یہ بات نہیں بلکہ فقط مصنف کی تحریف اور افتراء ظاہر کرنا مراد ہے - دراصل مجوز سماع اور راگ تو خود ہی مصنف ہے جیسا کہ ص ۷۷ میں

حافظ ابن قیم پر حرمت راک میں طعن کیا ہے **مغالطہ** ۱۴۴۲ھ - اور اپنی جہاز
 اور مال اُس پر قربان کرے اور مال و جان سے اُسکا تقرب حاصل کرے اور اُس کی
 خفگی کو خدا کی خفگی جنال کرے الی قولہ اور کوسون سے اُسکی زیارت کو آوے الی ان قال
 یہہ محبت بیشک شرک جلی ہے **ہدایہ** جان اور مال سے ہنگون کی بخرست
 کرنی اور یہ نیت رضا مندی الہی کے اُنکی رضا جوئی کرنی اور اُنکی ایذا رسانی کو باعث
 غضب الہی سمجھنا عین ایمان ہے حدیث تیسری ہے من عادی فی دلیا فقد
 باکر زنی بالحراب جس نے میرے دوست سے دشمنی کی پس تحقیق نگاہ میری
 لڑائی کو اور آن حضرت فرماتے تھے ان من الناس علی فی ماله و نفسہ
 ابابکر تحقیق لوگوں میں سے مجہد پر بہت احسان کرنا والا اپنے مال اور جان سے بکڑ
 ہے اور دارمی میں ہے کہ ابوبکر صدیق نے آن حضرت کی خدمت میں عرض کیا بل نفیک
 با بئنا و امھما تناء و انفسنا و اموالنا ہم اپنا مال جان باپ دادے آپ پر قربان
 کرتے ہیں اور ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی اور صہیب اور بلال رضی اللہ
 عنہم کو ابو سفیان طا صھابوں نے اُسکو دیکھ کر کہا کیا خدا کی تلواروں نے نہیں لیا
 دشمنانِ خدا کی گردنوں کو ابوبکر صدیق نے یہ بات سنکر کہا تم قریش کے سردار
 کو ایسی سخت بات کہتے ہو پر ابوبکر آن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب
 قصہ سنایا آنحضرت نے سنکر فرمایا لعائنک ا غصبتہم لئن کنت ا غصبتہم لقد غصبت
 سربک شاید تو نے اُنکو غصہ دلا یا ہے اگر تو نے اُنکو غصہ دلا یا ہے تحقیق تو نے اپنے
 پروردگار کو غصہ دلا یا ہے پس ابوبکر اُنکے پاس آئے اور کہا اے بھائیو کیا میں
 تم پر خفا ہوا تھا انہوں نے کہا نہیں - خدا تجھ کو معفرت کرے ان ردائوں سے خفا
 نہایت بے کہ اولیا اللہ کی خدمت میں سعادت ہے اور اُنکے رنج کرنے میں دین
 اور دنیا کی بربادی مصطفیٰ صاحب اب کہو صحابہ کرام کے حق میں رجو مال و جان

رسول اللہ پر قربان کرتے تھے) کیا فتویٰ دو گئے اور رسول اللہ کے باب میں جو فقرہ صحابہ کے حق میں فرماتے تھے انکو غصہ دلانا پروردگار کو غصہ دلانا ہے) کیا حکم جاری کرو گئے آپ کی تحریک کے سوا تو معاذ اللہ وہ بھی مشرک ٹھہرے۔ کاش آپ ہم رسالہ نہ بناتے اور اہل بصیرت جو صدمہ کو کس سے اہل اللہ کی خدمت میں آتے ہیں ان کی یہ غرض ہے کہ طریقہ انابت اور خشیت اور احسان کا سیکھیں اور علم باللہ حاصل کریں اور طلب علم کے لئے سفر کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے **مغالطہ ۱۴۴** ظاہر یہی ہے کہ شذر حال کسی جگہ تین مکانون کے سوا نہ کرو مگر جو شذر حال صریح مجاز ہے اور شرع نے اجازت دی ہے جیسا سفر حج و تجارت و طلب علم **حدیث ۱۴۵** قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ علم دو قسم پر ہے۔ علم باللہ۔ اور علم بالاحکام۔ علم باللہ (خوف و خشیت الہی) انسان کو فائدہ بخشتا ہے۔ اور محض علم احکام (فرض واجب حرام و حلال کی واقعی بغیر پہچاننے عظمت الہی کے) خدا کی حجت ہے بنی آدم پر انما یخشی اللہ من عباده العلماء خدا کے بندوں میں سے خدا کا خوف وہی کرتے ہیں جو علم والے (معرفت والے) ہیں امن ہو قانت اناء اللیل ساحلہ و قائماً یحذر الاخرة و یجو رحمة ربہ قل هل یتوی الذین لعلون والذین لا لعلون پہلا جو بندگی میں لگا ہے اوقات شب میں سجدے کرتا ہے اور کھڑا رہتا ہے خوف کرتا ہے آخرت کا اور امیدوار ہے اپنے رب کی رحمت کا تو کہ پہلا برابر ہو جائیگی سمجھ والے اور بے سمجھ۔ پروردگار نے ان لوگوں کو عالم اور سمجھ والے کہا ہے جو شب خیز عابد متقی ہیں اور جن میں یہ صفیت نہیں وہ اس زمرہ میں شمار نہیں ہوتے ان کے حق میں فرمایا وہ گدھے ہیں کتا بولن سے لڑے ہوئے کمثل الحمائل الخلیل اسفار چار پائے بروکتا بے چند۔ گدھا کتا بولن کا بوجہ اٹھا کر عالم نہیں بنتا ایسے ہی عالم بنے عل جسکو پڑھ گن کر خوف و خشیت نصیب نہ ہو وہ عند اللہ

عالم نہیں کہلاتا احکام شریعت سے واقف ہو کر جو سگ کی طرح نفس کی پیروی کرتے ہیں انکے حق میں فرمایا وہ گتے کی مانند ہیں جیسا کہ اپنی مقتضائے طبیعت کے سبب ہر وقت ہانپتا ہے ایسے ہی یہ لوگ اپنی بد عادت کے سبب ہر دم نافرمانی کرتے ہیں فتنہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تذکرہ یلھث اصل علم معرفت خوف خشیت الہی ہے جو اس میں کامل ہیں وہ اس فن کے استاد اور معلم ہیں جیسا علم احکام حدیث و فقہ پڑھنے کے لئے سفر کرنا ضروری ہے ویسے تحصیل معرفت اور خشیت کے واسطے سفر کرنا لازم ہے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت کے ہمراہ تھے آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا ایسا وقت آئندہ ہے جو لوگوں میں سے علم اُٹھایا جائیگا یہاں تک جو کچھ ہی انکے قبضہ میں نہ رہیگا زیادہ بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرح علم جاتا رہیگا ہم قرآن پڑھتے اور اُمیدہ اپنے بال بچوں کو پڑھائینگے (یہ سلسلہ جاری رہیگا) آپ نے فرمایا تجھے کو روئی تیر ہی ما سے زیادہ ہم تجھے مدینہ والوں میں سے دانشمند بناتے تھے (پھر تو ہماری بات نہ سمجھا) یہ ہیں تو ریت و انجیل یہود اور انصاری کے پاس پس انکو ان کتابوں سے کیا نفع ہے حدیث کا راوی کہتا ہے پر مجھے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا اتفاق ہوا ان سے میں نے ذکر کیا ابوالدرداء ایسا فرماتے ہیں عبادہ نے کہا ابوالدرداء سچ کہتے ہیں اگر تو چاہے تو میں تجھے بتا دوں وہ علم جو لوگوں میں سے پہلے پہل اُٹھایا جائیگا وہ خشوع (خوف الہی) ہے اور قویب ہے وہ حالت کہ تو جامع مسجد میں جاوے اور کسی شخص کو حالت خشوع میں نہ دیکھے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ الفاظ اور معانی کی واقفیت علم نہیں خوف خدا و معرفت الہی کو علم مقبول کہا جاتا ہے ملا صاحب اس علم سے بے بہرہ ہیں اگر واسطے فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے پاس جانے سے (جو کچھ ہم سے زیادہ چرچہ ہے

۱۔ رواہ الدرر
۲۔ رواہ احمد بن حنبل
۳۔ رواہ ترمذی مختصراً

جنہا میں سے ہے اور علامہ دہلوی نے کہا ہے کہ حکیم قول سے آپ سند پکڑتے ہیں انہوں نے
 بسراحت تمام قبور اور سوانح کا مطالعہ کر لیا مگر وہ کہا ہے چنانچہ مجمع البحار اور
 فتح الباری میں ہے واخلف فی بلدھا الی قبور الصالحین والی المواقف الفاضلة
 فحرم وبعث قال الشيخ ابو محمد الجويني حرم جملہ انظار الحدیث وانشاء القاضی
 حسین الی اختیارہ وبلہ قال عیاض وطائفۃ قبور صالحین اور سواضع فاضلہ کی
 طرف سفر کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء اسکو حرام بتلاتے ہیں اور بعض مباح ابو
 محمد جوینی کہتے ہیں کہ نظر بظاہر حدیث کے یہ سفر حرام معلوم ہوتا ہے اور قاضی
 حسین نے اس پر اسباب کے پسند ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور قاضی عیاض اور
 کہہ طائفۃ القبور میں ہے اور یہاں تو اہل بیت سے اس عبارت سے امام غزالی رحمہ اللہ کے قول
 کا مقصود صاف ظاہر ہے کہ مراد اس سے مکانات متبرکہ ہیں یعنی کسی مکان کو
 متبرک سمجھ کر وہاں جانا نہیں چاہیے اور صلحا کی زیارت کا وہاں ذکر نہیں۔ مانعین سفر
 کے امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ہذا الحدیث لا یتناول السفر الی
 الامکنۃ التي فیہا الوالدان والعلماء والمشاہیر والاخوان وبعض المقاصد
 من الامور الدنیویۃ المباحۃ۔ اس حدیث میں وہ سفر داخل نہیں جہاں اپنے
 والدین یا علماء اور مشائخ اور اپنے بھائی ہوں یا جس جگہ اپنی دینی و ملی غرضیں ہوں
 جتنا حاصل کرنا مباح ہے۔ دیکھئے یہ بزرگ تو زیارت علماء اور صلحا کے واسطے سفر
 کے اجازت دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلط معنی بتا کر اوگون کو روکتے ہیں
 اور ناحق ان آئیمہ دین پر افترا کرتے ہیں۔ شکستہ شہادۃ تم ویسلون فی الطہارۃ
 ۱۳۷۔ اور وہ حدیث جو مسلم بن مرداسی ہے کہ ایک شخص دوسرے قریہ میں اپنے
 بھائی کی ملاقات کو گیا تھا فرشتہ نے اسکو کہا کہ اللہ تجھ کو دوست رکھتا ہے اس حدیث
 سے تاول سفر جتہ نہیں معلوم ہوتا چاہئے کہ قریہ قریہ قریب ہوں یا جیسے کہ ہم

دیکھتے ہیں۔ **ہدایہ** بالفرض بستان قریب قریب ہوں تاہم اس آمدوت کو سفر کننگے کیونکہ کچھ نزدیک تو سفر کی حد مقرر نہیں قریب بعید یکساں ہے اور امام ابن قیم کہتے ہیں کہ بہت سلف کا یہی مذہب ہے اور صحیح حدیثوں سے ہی کوئی حد ثابت نہیں ہوتی پس آپ کا یہ عذر بالکل فضول ہے۔ **مغالطہ ۳۸** دوم یہ کہ بہائی اُسکا حقیقی تھا ظاہر ہی ہے ظاہر سے عدول کیوں کیا جاوے اور صلہ رحم کا واجب ہے اگرچہ شد الرحال سے ہی ہو۔ **ہدایہ** اگر وہ شخص حقیقی بہائی کی ملاقات کو جاتا تو (اصلہ) کہتا یعنی میں صلہ رحم کے لئے جاتا ہوں حالانکہ اُس نے (احبتہ فی اللہ) کہا یعنی میں اُس سے حب للہ رکھتا ہوں اس لئے زیارۃ کو جاتا ہوں۔ اور فرشتہ اُسکو اس عمل کی خوشخبری دینے نہ آتا انسان کو اپنے رشتہ داروں سے طبعی محبت ہوتی ہے چنانچہ اکثر فاسق و فاجر اپنے اقربا سے محبت طبعی رکھتے ہیں اس جہت سے وہ ایسی جزا کے مستحق نہیں ہوتے۔ بالفرض ہم نے تسلیم کیا کہ وہ دونوں حقیقی بہائی تھے مگر ملاقات کی علت تو صلہ رحم بیان نہیں کی بلکہ حب للہ سنایا اور فرشتہ نے ہی جب خوشخبری دی تو یہ وجہ بتلائی کہ حب للہ کے سبب خدایا راضی ہے اسکے سوا اور کوئی وجہ بیان نہیں کی اور حب للہ میں غریب اور بیگانہ سب برابر ہیں۔ غرض بہر طور اس حدیث سے بہائی مسلمان کی ملاقات کے واسطے سفر کر کے جانا ثابت ہوتا ہے اپنے بیگانے کا کچھ فرق نہیں۔ **مغالطہ ۱۴۹** اور بعض لوگ جو حدیث شد الرحال پر کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ نحو کا ہے کہ مستثنیٰ منہ جنس قریب کھانی چاہئے اور جنس قریب سیاق کلام میں مسجد ہے معنی حدیث کے یہ ہوئی کہ کسی مسجد کی طرف شد رحال نہ کرو الا ان میں مسجد کی طرف اسکا جواب یہ ہے کہ قاعدہ غلط ہے **ہدایہ** قاعدہ کو غلط بتا کر فاسق ہو بیٹھے دیکھئے اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں جس میں مستثنیٰ منہ (لفظ مسجد)

۱۴۸

۱۴۹

موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل باسناد حسن اپنی سند میں روایت کرتے ہیں لاینبغی
 للمطی ان تشد سر حالہ الی مسجد یتبغی فیہ الصلوۃ غایر المسجد الحرام والاقصی
 و مسجدی ہذا ینہن لایق سوار یوں کے زمین کسی جائین طرف کسی مسجد کے ہر
 غرض سے کہ اس میں جا کر نماز پڑھیں سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور اس میں میری مسجد
 کے۔ بالفرض اگر ہم ملا صاحب کا طریقہ اختیار کریں اور مستثنیٰ منہ لفظ مکان نکالیں
 تاہم علماء اور مشائخ اس میں داخل نہ ہونگے۔ اور بموجب قاعدہ نحو یوں کے جنس لید
 اگر مراد لین تو یہی لفظ مکان مستثنیٰ منہ ہو گا اور لفظ ثنیا ہرگز نہ ہو گا کیونکہ رعایت
 جنس کی واجب ہے۔ مطلب بر تقدیر میں علماء اور مشائخ داخل نہ ہونگے کیونکہ وہ غیر

۱۳۰

ہیں مسجد اور مکان سے **مغالطہ ۱۳۰** کئی مکانوں میں کلام اللہ میں مستثنیٰ
 منہ اگر جنس قریب نکالیں تو معنی صحیح نہیں ہوتے جیسا کہ لا یعلم الغیب الا اللہ
ہدایہ ملا صاحب آیت قرآنی تو اس طرح نہیں کچھ تو اللہ سے خوف کرو
 ردو بیت کے واسطے کس قدر بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہو گئے کبھی غلط طور
 علماء پر دیتے ہو اس پر بھی فتناعت نہیں کی از خود حدیث بنا کر رسول اللہ کی طرف
 منسوب کر لیا اس پر بھی آپ سے صبر نہ ہوا قرآن مجید میں کمی و بیشی کرنے لگے اخوذ
 بک من علمہ لا ینفع و قلب لا ینشع و دعاء لا یسمع آیت قرآنی یہ ہے قل
 لا یعلم من فی السموات و **محکم** الارض الغیب الا اللہ اور یہ آیت اس بحث
 سے تعلق نہیں رکھتے کیونکہ اس میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے اور ہمارا گفتگو مستثنیٰ مفرع
 میں ہے **مغالطہ ۱۳۱** دوسری آیت و ما ینظر سواہ الا صیۃ واحدہ بیان
 جنس قریب صیغہ ہے مگر اسکے معنی کچھ نہیں بنتے ضرور ثنیا ہے مقدار کرنا پڑیگا
ہدایہ اللہ جل شانہ نے بہت سے معجزے اور نشانیاں دکھائیں اور
 کفار پر بھی ایمان لانے تک پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی ما ینظر سواہ

۱۳۱

الا صیحة واحدة یعنی یہ لوگ معجزات اور آیات دیکھنے پہنچے آپ اور کچھ باقی نہیں
 سوائے ایک سخت آزمائش کے جو بیچ میں دم نہ لیگی اور اس سے مراد ہے فتنہ صور پس
 معلوم ہوا کہ سختی منہ آیات ہیں جو جنس قریب ہے اگر آپ بھی نظر انصاف سے دیکھیں
 تو ایسا سہل مسئلہ سمجھ سکتے ہیں مگر تعصب نے آپ کو بالکل کودن بنا دیا **مغالطہ**
 ۳۴ جو شخص یہ کہے کہ میں اس شخص کے پاس آیا ہوں تاکہ اس کی عادات و اخلاق
 دیکھوں اور اس پر عمل کروں وہ مشرک فی الرسالہ ہے **حدیث** المستعلیہ
 لیلی ای دین تدانیت کہ وای غریم فی التقاضی غریبھا سے اہل اسلام اللہ اف
 رسول کے حکموں کو دیکھو اور اس مغالطہ کو بڑھ کر تصور ہی صاحب کی دیانت اور علم کا
 اندازہ کرو اللہ جل شانہ فرماتا ہے واتبع سبیل منی انما ابالی تو پیروسی کر اس شخص
 کی جو رجوع ہوا ہے طرف میری اور جالس ترمذی میں ہے کہ آئندہ سے فرمایا وھتدوا
 لھدی عمارس روش اختیار کرو تم روش عمار کی اور فرمایا ایضا و بالذین من بعدی
 ابی بکر و عمر اقتدا کرو تم ان دو شخصوں کی جو میرے بعد رہنا ہوں ابوبکر اور عمر اگر
 یہ شخص کو صالح اور دیندار جان کر اس کی اقتدا اور پیروسی کرنا مشرک ہے تو کیا معاذ اللہ
 اور اگر اس کے رسول نے حکم مشرک سکھایا ہے۔ تمہارا اثر اعتراض یہ ہے کہ جبکہ ہم
 پیغمبر خدا کے سوا پیشوا اپکڑینگے وہ شخص خود معصوم نہیں اور جب اس کی عصمت کا یقین
 نہیں تو یہ غالب احتمال ہے کہ وہ کسی کام میں خطا کرے اور ہم اس کی پیروی کے باعث
 حق خطاوار اور گنہگار بنیں اس کا جواب یہ ہے کہ پروردگار بندوں کا حال خوب جاننا
 اور پیغمبر خدا کے بارہ شریعت کو سمجھتے ہیں جب اللہ اور رسول نے سوائے انبیاء کے اور نیک
 بندوں کے اقتدا کا حکم فرما دیا تو اب غلڑ کرنا اور شبہ و التا نشان اسلام سے بعد
 شریک و شریک ثم و شریک جو خدا کے مقرب بندے ہیں انکو اس درجہ تک ترقی نصیب
 ہوتی ہے کہ پروردگار ان کے کان اور آنکھیں ہاتھ اور پاؤں بخاتا ہے وہ اس سے

152

لے روانہ احمدی
الارض مذی و ابن
ساجد اب بن سنج
و ابن ام قریظ
ن اهل لند
هذه عیت و ان
بوسه و
باسانیا
تفتت ان افان
الناس تحت

سُنتے ہیں اور اُسی سے دیکھتے ہیں اُسی سے پکڑتے ہیں اور اُسی سے چلتے ہیں۔
 پہلا جنکو ہم رتبہ نصیب ہو تبہیں اُنکے اقتدار سے کیوں انکار ہے اللہ جل شانہ فرماتا
 ہے وحسن اولئک رفیقاً اچھے ہیں ہمہ لوگ رفاقت کے لئے۔ ایک وہ لوگ
 ہیں کہ سو کام میں سے اُنکا ایک کام غلط اور خطا ہوتا ہے اور ایک وہ ہیں کہ
 سو میں سے ایک بات اُنکی ٹھیک ہوتی ہے پس کچھ شک نہیں کہ زیادہ پہلنے
 والے ثابت قدموں کی پیروی کر کے اپنا آپ بجا دین اور الاعتصام عہدۃ
 و تلقی قرآن و حدیث کو نجات کا اصلی ذریعہ سمجھیں اور اگر کوئی کام خلاف شرع
 بنا بر طبیعت بشری اہل اللہ سے پا دین تو اس سے اعراض کریں اور اُس کام
 میں اُنکی تابعداری نہ کی جاوے کلا طاعة الخلق فی معصیة الخالق اُن کے
 باقی سب اخلاق و افعال میں تابعداری کرنی بحکم الہی ضروری ہے۔ ہم عام قاعدہ
 ہے کہ اکثر کے واسطے حکم کل کا ہوتا ہے اور نادر کے واسطے حکم معدوم کا سئلے
 اللہ اور رسول نے کثیر الخطا گنہگاروں کو صالحین کے اقتدار کا ارشاد فرمایا اور
 اُنکی خطا کو جو برسبیل ندرت ہے کالعدم سمجھا مطلق حکم اتباع فرمایا مگر افسوس کہ بدائیز
 حاسد کو سوائے عیب کے کچھ نظر نہ آیا **مغالطہ ۳۴** ہم درجہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے نہ مطلق کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کئی جگہ پر اعتراض
 کئے **ہدایہ** ملا قصوری حضرت رسالت مآب کو ہر بات میں پیشوا نہیں سمجھتا
 کچھ اپنا ہی اختیار رکھتا ہے اور ہم بموجب اس آیت کے ماسکان المؤمنین ولا
 مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان ینکون لہم الخیرۃ من امرہم آنحضرت
 کو امام مطلق اور پیشوائے برحق جانتے ہیں۔ اور آنحضرت کے حکم کی مخالفت
 اور آپ پر اعتراض کرنا ناجائز سمجھتے ہیں اور معاذ اللہ اس بات کو صحابہ کبار کی
 طرف نسبت کرتا ہے کہ وہ حضرت رسالت پر کئی جگہ اعتراض کیا کرتے تھے۔

پھر جو مثالیں لکھی ہیں سو اے ایک مثال کے حسین کچھ نمونہ اعتراض کا ہے اور کوئی بطلان نہیں ان مثالوں میں یہ ذکر ہے کہ بعض صحابہ نے سجا آوری حکم میں دیر اور غفلت کی ملا صاحب کہتے ہیں کہ اعتراض کیا معلوم ہوا کہ خود بدو تخلف اور اعتراض کو ایک جانتے ہیں بالفرض جس نے اعتراض کیا اُس نے بڑی بہاری خطا کی کسی کا منصب نہیں کہ امتی ہو کر اپنے بنی پر اعتراض کرے

۱۳۴

مغالطہ ۱۳۴ جیسا کہ رونے میں بیٹے کے مرنے پر یعنی ابراہیم **ہدایہ** کل کلمات اعتراض کی یہ ایک مثال لائے آپ ایمان سے کہو کہ اس اعتراض میں کس کی خطا تھی معترض کی یا آنحضرت کے صحابی نے غلطی کہائی حضرت کو روتے دیکھ کر آپ کی نسبت بے صبری کا گمان کیا اور جو شبہ دل میں آیا بے تکلف عرض کر دیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بے صبری نہیں بلکہ (مصیبت زدہ کی مصیبت کو دیکھ کر رونا) رحمت ہے جبکو پیدا کرتا ہے اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں اور بے شک پروردگار اپنے بندوں میں سے رحم دل بندوں پر رحمت کرتا ہے۔ صحابی کی غلطی سے دلیل پکڑنی اور رسول اللہ پر جو اعتراض کا فتویٰ دیا کس قدر بہادر ہی غلطی ہے **مغالطہ**

۱۳۵

۱۳۵ اور بتیاری کرنے پر مرض موت میں **ہدایہ** یہ آپ کا قول خلاف واقع ہے آن حضرت کو بتیاری دیکھ کر کسی نے اعتراض نہیں کیا اگر سچے ہو تو کسی کتاب کا حوالہ دو **مغالطہ ۱۳۶** اور زینب نے امر نکاح پر **ہدایہ**

۱۳۶

یہ قصہ مفسرین نے تفاسیر میں نقل کیا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ صحیح ہے یا کیا اگر صحیح بھی سمجھیں تو یہ پایا جاتا ہے کہ بی بی زینب نے حکم سجالانے پر سستی کی اور یہ نہیں کہ آنحضرت پر اعتراض کیا اور اس سستی پر پروردگار نے سخت وعید فرمایا اور یہ آیت نازل کی وَمَا كَانَ لَكُمْ مِنْهُنَّ عِلْمٌ ۚ اِذَا

قضى الله ورسوله امر ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله
 ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مبيناً نہیں لائق کسی ایماندار مرد یا عورت کو جس وقت
 حکم لگا جائے اللہ اور رسول یہ کہ سمجھیں اپنے کاموں میں اپنا اختیار اور جو شخص
 نافرمان ہوا اللہ اور اس کے رسول کا پس تحقیق گمراہ ہوا ظاہر گمراہی۔ پھر مفسرین
 لکھتے ہیں کہ نبی بی زینب نے بعد نزول اس آیت کے عرض کیا قد اطعک
 فاضع فی ما سنّت فرد جہا زید امین آپکی اطاعت کرتی ہوں پس آپ جو
 چاہیں سو کریں۔ پس آپ نے زینب کا نکاح زید سے کروایا ایک تو وہ اہل
 ایمان تھے جنہوں نے اپنا جان و مال سب اللہ اور رسول کے سپرد کر دیا تھا اور
 ہر وقت ہر معاملہ میں منتظر حکم رہتے تھے ایک آپ ہی ہیں جو لوگوں کو غلط حوالہ
 دیکر مخالفت رسول کی رغبت دلاتے ہیں **معطلہ ۱۳۷** اور بریرہ نے

۱۳۷

بھی **ہدایہ** بریرہ کے معاملہ میں نہ آنحضرت نے حکم فرمایا اور نہ بریرہ
 نے انکار کیا صحیح بخاری کی روایت میں اسکا صریح ذکر ہے آنحضرت نے بریرہ
 کو فرمایا لو اس جعیتہ اگر تو اپنے شوہر کی طرف رجوع کرے (تو مناسب ہے)
 قالت یا رسول اللہ تاہنی اُس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ مجھ کو اس
 بات پر حکم کرتے ہیں (اگر حکم ہو تو سسرانکھوں پر مجھے منظور ہے) قال امّا
 اشفع فرمایا نہیں ہر سفرارش کرتے ہیں قالت فلا حاجۃ لی فیہ بریرہ نے
 عرض کیا تو مجھے اس شوہر کی ضرورت نہیں **معطلہ ۱۳۸** اور حدیبیہ میں قرآنی
 پر اور صلح کرنے پر **ہدایہ** اس معاملہ میں کسی نے اعتراض اور مخالفت نہیں
 کی بلکہ معاملہ شور ہی طلب تھا جیسا کسی کی رائے میں آیا و یسا عرض کیا اور مشور
 میں اہل مجلس پر لازم ہے کہ غیبیا خیال دل میں آوے و یسا ظاہر کریں ورنہ
 مشورت سے فائدہ کیا۔ جنگ بدر میں قیدیوں کی بابت آنحضرت نے مشورت

کی سب نے یہ رائے دی کہ غریہ لیکر چلو چھوڑ دیا جاوے عمر فاروق کے سب کے برخلاف عرض کیا کہ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کیا جاوے ایسا ہی مقام حبشیہ میں آنحضرت صلعم چاہتے تھے مگر عمر فاروق نے ناپسند رکھا اور اس مخالفت پر بڑا زور دیا اس اسید کے کہ شاید میری رائے کے موافق وحی آوے جیسا کہ بدر کے قیدیوں میں یہاں تک کہ آنحضرت نے دشمنوں سے عہد و پیمان کر لی اور وہی کو (فرمانی کے جانوروں کو جو بیت اللہ پہنچ کر ذبح کئے جاتے ہیں) وہیں ذبح کر ڈالا تب اصحاب نے جانا کہ اب حکم نافذ ہو چکا مخالفت اور انکار کی گنجائش نہیں فی الفور اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانیان کرنے لگے پھر کسی طرح کی مخالفت نہ کی۔ حضرت عمر کو جب اپنی مخالفت اور اصرار کا خیال آتا تو بہت ڈرتے چنانچہ فرماتے مازلت تصدق واصوم واصلی واعتق مخافة كلامي الذي تكلمت به من حين صدقہ دیتا رہا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں اور نفل پڑھتا ہوں اور بردہ آزاد کرتا ہوں اس بات سے ڈر کر جو میں نے مونہ سے نکالی تھی تعجب ہے خود عمر رضی اللہ عنہ اپنی بات کو گناہ سمجھ کر کفارات دیتے رہیں۔ اور ملا صاحب اسی بات سے استدلال کر کر آنحضرت پر اعتراض اور انکی نافرمانی کو جائز بتلاتے ہیں۔ ناظرین اس ہماری تقریر کو غور سے سمجھ لیں ایسے مغالطات سے بچنے کے لئے انشاء اللہ بہت مفید ہے **مغالطہ ۱۳۹**۔ اور بخاری میں ہے اسلم کی قوم ایک روز آپس میں تیر اندازی کر رہے تھے رسول اللہ نے فرمایا کہ اے بنی اسمعیل تیر اندازی کرو اور میں خالی طرف ہوں فریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی آپ نے پوچھا کہ تم نے تیر اندازی کیوں چھوڑ دی کہا یا رسول اللہ کیونکہ تیر اندازی کرین حالانکہ آپ ان کے ساتھ ہو آپ نے فرمایا تیر اندازی کرو میں دونوں کے ساتھ ہوں اسر مطلق وجوب کا فائدہ دیتا ہے ان صحابوں نے باوجود امر کے تیر اندازی ترک کر دی اور غار پیش

کیا اور آنحضرت صلعم نے انکے ترک کی تقریر کی تو معلوم ہوا کہ کل فعل رسول اللہ کا
 تشبیعی نہیں ہوتا **ہدایہ** تم جہتے ہو (فریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی)
 یہ قول تمہارا سراسر غلط ہے صحیح بخاری میں یہ عبارت موجود ہے فاہمسک
 احد الفریقین پس تیر اندازی سے ترک کیا و گروہوں میں سے ایک گروہ یعنی
 جب آنحضرت ایک طرف شامل ہو گئے تو دوسری طرف والوں نے دیکھا کہ اب
 بظاہر صورت آنحضرت سے مقابلہ لازم آئیگا اور یہ نشان ادب سے بعید ہے۔
 کمال ادب کے سبب ترک گئے آپ نے سبب دریافت فرمایا انہوں نے عرض
 کیا کہ آپ گروہ مقابل کے ساتھ ہیں ہم کس طرح تیر چلا دیں آپ نے انکا ہند
 شکر (جسکے حرف سے اخلاص ٹپکتا ہے) فرمایا تم تیر اندازی کرو میں دونوں
 کے ساتھ ہوں۔ اصل قصہ اس طرح ہے جیسا ہم نے نقل کیا مولوی صاحب
 نے اول تو دانتہ یہ جھوٹ بولا (فریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی) جکے ساتھ حضرت
 شامل ہوئے تھے انکو تو کوئی عذر نہ تھا ناحق ان کا نام ہی لے دیا تاکہ صحابہ کا
 بلا عذر حکم نبی کو رد کرنا ثابت ہو جائے اور یہی اسکا مقصود ہے چنانچہ صاف لکھتا
 ہے (تو معلوم ہوا کہ کل فعل رسول اللہ صلعم کا تشبیعی نہیں ہوتا) دیکھو یہ شخص
 اپنی جان کا دشمن کیسا دلیر ہے۔ افترایا ہوا اللہ اور رسول کی بی ادبی کسی بات سے
 نہیں چوکتا۔ اور اس مقام میں جو آپ نے تیر اندازی کا ارشاد کیا اگرچہ یہ امر
 وجوبی نہ تھا ایک سرسری بات تھی تاہم صحابہ کبار کہی بجا آوری میں دیر نہ کرتے
 مگر چونکہ آنحضرت خود ایک فریق میں شامل ہو گئے تھے تو فریق مقابل عذر شرعی
 کے سبب مجبور ہو گئے یہ ایسا عذر ہے کہ اگر امر واجب کو ایسے عذر کے سبب
 چھوڑ دیا جائے تو عین ایمان ہے صد اہل احکام عذر کے باعث ترک کئے جاتے
 ہیں اور شارع کی طرف سے اجازت ہے مثلاً قیام فی الصلوۃ بیماری کی حالت

مین اور روزہ حالت سفر میں کیا اس سے بہ لازم آئیگا کہ پیغمبر خدا صلعم کے
(بہم احکام) یا تمام احکام مشروع نہیں ہیں معاذ اللہ من ذلک - بات
اتنی تھی کہ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے شایع علیہ السلام کے تمام احکام واسطے
وجوب کے نہیں ہوتے بعض حکم استحباً استحباً ہوتے ہیں - یا یوں کہتا
کہ عذر شرعی سے ترک کرنا حکم کا جائز معلوم ہوتا ہے مگر سچی بات سے اسکا
باطل مدعا حاصل نہ ہوتا تھا اس لئے نا حق کلام کو طول دیتا چلا گیا اور غلط او
تناقص کلام میں پڑا صاحب فرماتے ہیں کہ چوڑ دینا صحابہ کا تیر اندازی
بہ سبب عذر کے دلیل ہے اس بات کی کہ کل فعل رسول اللہ کا تشریف نہیں
ہوتا - مین کہتا ہوں کہ اگر آپ کے نزدیک چوڑ دینا امر شرعی کا بہ سبب عذر جائز
نہیں تو آپ کا یہ کہنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ و کل اہل اسلام سے برخلاف
ہے اور اگر جائز ہے تو آپ کا استدلال غلط اور لغو ہوا کیونکہ انہوں نے تو عذر سے
چوڑ دیا تھا - طرفہ یہ ہے کہ آپ نے کہا ہے - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
کل فعل رسول اللہ کا تشریف نہیں - ملا صاحب یہاں تو فعل کا ذکر نہیں اگر یوں
کہتے کہ کل امر رسول اللہ کا تشریف نہیں تو ایک بات تھی شاید مصنف امر او فعل
کے درمیان فرق نہیں کر سکتے منصف حق پسند اس مثال میں غور سے ناظر
کرے کہ یہاں اعتراض صحابہ کونسا ہے اور رسول اللہ کا نام محو فعل کونسا -

فہم نصیب نہیں نا حق پیغمبر پر اعتراض کر نیکا فتویٰ دے بیٹا **مغالطہ ۱۲**
اور مرض موت میں رسول اللہ صلعم نے کاغذ مانگا کسی نے نہ دیا اور کہنے لگے
حبنا کتاب اللہ **ہدایہ** یہاں کسی نے عدول علمی اور اعتراض نہیں
کیا بلکہ خطا اجتہادی (سمجھ کی غلطی) ہے سرور کائنات بیمار تھے اور مرض کا غلبہ
تھا اس حالت میں آپ نے ارشاد فرمایا ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا

بعد ابدالاً تم میرے پاس لاؤ (کاغذ و قلم) تاکہ میں لکھ دوں تمہیں ایسی
 نوشتہ جسکے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے بعض صحابہ کو خیال آیا کہ دین پورہ ہو چکا ہے
 اور اللہ کریم نے اتمام نعمت کر دیا فقالوا ما شانہ اھجر استغفرہ فذہبوا
 یومدون علیہ فقال دعونی و فی سوا یتہ قوموا غنی پس لوگ آپسین
 کہنے لگے اسوقت جناب کی کیا حالت ہے کہ میں عالم بیہوشی میں بہکتے تو نہیں
 اچھی طرح آپ سے پوچھو اور سمجھو پس لوگ بات کو اٹا اٹا کر لے گئے دریافت کرنی
 پس آپ نے فرمایا چھوڑو مجھے اور ایک روایت میں ہے میرے پاس سے اٹھ
 جاؤ۔ اور اُنکے اس خیال کا منشا یہ آیت تھی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت
 علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا پروردگار فرماتا ہے آجکے دن میں
 پورا کر چکا واسطے تمہارے تمہارا دین اور کامل کر چکا تمہارا اپنی نعمت اور مذہب
 اسلام کو تمہارے واسطے دین پسند کر چکا۔ یہ آیت پہلے اُتر چکی تھی اگر نظر
 انصاف سے دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ حکم خدا و رسول پر ایسے
 ثابت قدم تھے کہ ایک نیا حکم سنکر (جو بادی النظر میں اُنکو حکم سابق کے خلاف
 معلوم ہوا) اپنے دل کی تسلی کے سوا ایک قدم آگے نہ بڑھے اور شبہ مٹانے
 کی خاطر دوبارہ پوچھنا چاہتے تھے کہ ان حضرات نے اُس حکم کو ملتوی رکھا اور
 حاضرین کو اٹھ جانے کا ارشاد کیا چنانچہ عمر فاروق کے دل میں بھی غرض
 پیدا ہوا۔ بولے حسب کتاب اللہ قرآن مجید ہمارے ہی ہدایت کے واسطے
 کافی ہے۔ اور حاضرین مجلس میں سے بعض اصحاب اس خیال سے محفوظ رہے
 اور اُس موقع کو یاد کر کے (جو دوسروں کے تکرار کے سبب اُنکے ہاتھ سے
 نکل گیا) بہت افسوس کرتے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہاتے ان الزیۃ
 کل الزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم و بین ان ینکت لہم ذلک الکتاب

بیشک رنج نہایت درجہ کا پہنچ اُس چیز کا ہے جس نے آنحضرت کو بخیر سے رہا
 صحابہ کبار سے جب اس قسم کی خطا سرزد ہوتی تو کبھی رب العالمین کی طرف سے
 مٹاؤ سنت عتاب چوتھا اور کبھی خود ہی اپنے قصور کو یاد کر کے نادوم ہوتے اور
 مدت العمر نماز و روزہ صدقہ و خیرات سے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرتے۔ تم عجیب
 مسلمانو! ہو چکا یہ اعتقاد ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے کل اعتناق اور افعال پسندیدہ
 نہیں اور رسول اللہ پر کوئی اعتراض کرے تو جائز ہے بیعت کے بحوث میں سنت
 کے معنی تم نے ایسے بیان کئے تھے جس سے سنت فعلی (جو کام آپ نے
 کیا ہو) اور سنت تقریری (جو کام کسی نے آپ کے رویہ و رویا اور آپ نے دیکھ
 کر سکوت فرمایا) کا انکار پایا جاتا تھا یہاں اگر مطلق سنت سے انکار کر دیا
 جب آپ کے تمام اخلاق اور افعال پر دل کا اطمینان نہیں تو اتباع کیسا۔ رسول پر
 یہ سب خرافات پھریوں کے ہیں مگر اس تحریر سے ہمیں معلوم ہوا کہ مصنف
 نے بھی انکی شاگردی کی اسلئے حوالہ دیدن **مغالطہ ۱۴۱** رسول اللہ نے
 خود فرمایا انتم اعلموا بما موسدینا کہ اور حدیث تاہیر میں ہے انما انا بشر اذا
 امرتکم بشئ من امر دینکم فخذوا واذ امرتکم بشئ من شئ فامضوا البشر
ہدایہ ان روایتوں کو تمہارے مدعا سے کچھ تعلق نہیں تمہارا مطلب
 یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات کسی امر دینی کا حکم کرتے اور
 اصحاب رضی اللہ عنہم اس پر معترض ہوتے دیکھو مقام حدیبیہ میں قربانی پر انکا
 کرنا اور کاغذ قلم لانے کا حکم ماننا (جبکو تم بطریق مثال لائے ہو) دینی امر کا
 انکار ہے قربانی۔ اور نصیحت لکھنی کوئی دنیاوی یا لمبی کام نہیں پس ثابت ہوا
 معاذ اللہ اصحاب نبی ہر ایک حکم شرعی میں آپ کے تابع دار نہ تھے اور یہی بات تم
 سیکھانی چاہتے ہو حدیث انتم اعلموا بما موسدینا کہ اور روایت واذ امرتکم

لشیئ من سرائی میں صاف ذکر دینا وہی کاموں کا ہے ان روایتوں سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپ کے جملہ عادات و اخلاق پسندیدہ نہیں ہیں البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ تجارت زراعت زرگری اور آہن گری اور اسکے سوا جتنے دنیاوی کام ہیں انکو اہل حرفہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ اپنے کاموں سے واقف ہیں انبیاء ایسے کاموں میں دخل نہیں دیتے اور کبھی دنیا کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ وہ جس کام کے واسطے سبوت ہوئے ہیں رات دن اسی میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ انجینئر نہ تھے جو ہمیں عمارت کا ڈھنگ بتلاتے۔ ڈاکٹر نہ تھے جو ہمیں جراحی سکھاتے ہر فن میں جو زیادہ مشاق ہے وہی استاد ہے اگر کوئی اس سے یہ فیض نکالے جو بس دینی معاملات میں ہی لوگ اور انبیاء برابر ہیں تو کفر اور اسلام میں کیا فرق

۱۴۲

مغالطہ ۴۴ جب رسول اللہ کا یہ حال ہے تو اور کون شخص ہے جسکا اقوال و افعال و اطوار سب محمود ہوں **ہدایہ** جب تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے بعض اقوال و افعال کو اچھا جانتے ہو اور بعض کو ناپسند رکھتے ہو تو پھر رسول کو رسول کہنے کی کیا حاجت ہے۔ جسکا تمام عمر میں چال چلن نیک نہ ہوا انہی کی نبوت کیا ہے۔ مصنف صاحب آپ ایمان سے کہو یہم بحسب آپکا ضد کے رو سے ہے یا سمجھ ہی انہی ہے؟ فانکنت لا تدری فقلک مصیبتہ، و

۱۴۳

انکنت تدری فالتصیبتہ اعظم، **مغالطہ ۴۵** اور کئی برس اور کئی مہینے گھر بار چھوڑ کر اسکے جوار میں رہیں **ہدایہ** صحابہ کبار میں سے ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے تمام عمر گھر بار نہیں بنایا۔ رسول رب العالمین کی مسجد میں اوقات زندگی بسر کی لوگ اچھا کہاتے اچھا پہنتے اور یہ معکفان بارگاہ عالی سجا فاقہ مستی دینا و مافیہا کو چھوڑ کر وہیں پڑے رہتے تاکہ پیٹ بھر کر آپکی صحبت کا فیض حاصل کریں اور معرفت الہی سے مستفیض ہوں۔ ایسا ہی اس آخر زمانہ میں اگر

کوئی اس سنت پر عمل کرے اور واسطے تحصیل علم باللہ کہ کسی عالم حقانی کی خدمت میں جا رہے تو بیشک خداوند اللہ مستحق اجر کا ہوگا البتہ جبکہ ایمان میں خلل ہے وہ ہجرت فی سبیل اللہ نہیں کر سکتے چنانچہ رب العالمین نے منافقوں کے حالات نقل کئے ہیں کسی کہنے بقیہ الخ لعلنا لا نؤلفوا لکوا وانشاء لکوا جو منکر کرتے ان میں تباہی و مباحی پھوسا تاہین ہال اور اہل و عیال کی خاطر تباہی ہے۔ ہمارے ہر شخص پر ہے کہ کوئی خبر گیری اور حفاظت نہیں افسوس ملاقصہ یہی پروان سنت پر اعتراض کرتا ہے اور روش منافقین کی طرفت و غیبت و انانیت ہے **ہذا لطیف** ہم سم اور ہم عذر اٹکا کہ ہم سائل پوچھنے جاتے ہیں حالانکہ وہ آپ بھی علم واسطے ہیں اور قرب و جوار میں بھی عالم ہیں پھر اٹکا کیونکہ بہانہ ہے **ہذا لطیف** ہم سم عذر اٹکا اہل بصیرت کے نزدیک درست ہے جس علم کے وہ طالب ہیں اس علم سے تم اور ہم جیسے عالم بالکل بچہ برائین وہ علم ہماری تمہاری صحبت سے ہاتھ نہیں لگتا کہ اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے اس آخر زمانہ میں علم باللہ لینے احسان اور اخلاص خلق اللہ میں ایسا اٹھا یا گیا ہے کہ اگر شاذ و نادر کوئی اس عالی رتبہ کو پہنچتا ہے تو گم اسکودیوانہ اور مخزن سمجھتے ہیں خاصکر جنگوینچ سے لگاؤ ہے وہ تو مونہ بہاڑ بہاڑ کر اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں اب ہم ناظرین کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ملاقصہ یہی نے دیباچہ میں وعدہ کیا تھا کہ میں ہر بات میں قرآن اور حدیث صحیح یا حسن سے تشک کروں گا جوابات عشرہ اُس کے ختم ہو چکے اور بجائے قرآن و حدیث کے جو کچھ اُس نے لکھا ہے وہ ظاہر ہے۔ پروردگار اُسکو ہدایت کرے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔

بحث الہام کی

۱۴۵

وہی لفظ ہے جو ۱۴۴۔ الہام کے معنی لغت میں یہ ہیں الہام چیرے در دل پر منت
 رہتا ہے اور اس انداز و سحر ج۔ و یقال الہم اللہ خیر القہا یاہ قاموس۔ اللہ میں بعد
 تفسیر ہے کہ میں نے یہ الہام دل کے خیال کو کہتے ہیں **ہد الہ** آپ نے
 میرے اور قلموں کے پناہ میں تو نقل کرو میں مگر افسوس کہ مطلب نہ سمجھ۔ صراح میں لفظ
 (چیز) سے اور (اسم) موجود ہے۔ پس عبارت کے کیا معنی ہوئے الہام کیا ہے
 کوئی چیز دل میں ڈالنی اور جو کچھ خداوند کریم کسی کے دل میں ڈالے خواہ وہ خیال
 ہو یا کلمہ یا سببت واللہ اعلم آپ نے خیال کی خصوصیت کہاں سے نکالی ہے تو کیا
 کی عبارت کو دیکھو یقال الہم اللہ فیرا) کہا جاتا ہے الہام کیا اللہ نے اس شخص کو
 بہترائی کا (لذہ یاہ) سمجھا دیا یا سکھلا دیا یا کلمہ سنایا اس شخص کو وہ کام۔ صاحب
 قاموس نے الہام کے معنی کئے ہیں تلقین کے اور عنایات اللغات میں ہے تلقین
 فہما یند (تعلیم کر دینا) سمجھانا اور سکھانا یا و ما خوذ از تلقن۔ یعنی فہم ین و اگر فقہ حنفی
 (کسی) اور لفظ تلقین لیا گیا ہے تلقن سے جسکے معنی ہیں سمجھ لینا اور حاصل کرنا
 بات کا کسی سے۔ اور قاموس میں ہے التلقین التضمین تلقین کے معنی ہیں
 سمجھانا اور صحیح الجار میں ہے لقن ای فہم حسن التلقین لما لیسعدہ مرد لقن
 یعنی سمجھانا اور اچھی طرح پانا جانے والا جس بات کو سننے۔ حدیث شریف میں ہے
 لقنوا موتا کہ لا الہ الا اللہ کہلوادو تم یا سکھلاؤ تم اپنے قریب الموت لوگوں
 کو لا الہ الا اللہ اور ایک روایت میں ہے لقنوا موتا کہ لیس سکھلاؤ تم اپنے مردوں
 کو سورہ یٰسین اور اوجہ کی حدیث میں ہے فذہب حسن الحفظ عنی حتی
 آنت لقن فاتخذہ الکتاب پس جاتا رہا میرا مافط بیان تک کہ مجھے سورۃ فاتحہ

کہا تے اور کتب لغت میں لفظ القان کے معنے لکے ہیں سبھانا۔ تعلیم کرنا۔ تلفظ کرنا۔
اور ان روایات میں جہاں لفظ لقنوا یا القن کا آیا ہے پڑھانے یا سکھانے کے
معنے میں۔ سکتے ہیں اگر یہاں آپ کی طرح دل کے خیال معنے کریں تو کیا ترجمہ ہوگا مردہ
کو کلمہ لا الہ الا اللہ اور سورہ یسین کا خیال کراؤ۔ اور سورہ فاتحہ کا مجھے خیال کرایا جاتا تھا
منا صاحب آپ نے کونسی کتابوں کا تلخیص کیا تھا۔ صراح اور قاموس کی عبارت تو بہار
مفید مطلب ہے کوئی اور کتاب بتائیے جس میں الہام کے معنے دل کا خیال لکھے
ہوں **مغالطہ ۱۴۶** الہام کے معنے میں دعا اور ندا ماخوذ نہیں **ہدایہ**

۱۴۶

آپ نے قاموس کی عبارت کا حوالہ دیا ہے اور صاحب قاموس نے الہام کے معنے
کو میں تلقین اور تلقین میں تکلم اور کلام ہی ہوتی ہے اور تکلم اور کلام کو آواز و ندا نام
ہے پس آپ کہاں سے کہتے ہیں کہ (الہام کے معنے میں دعا اور ندا ماخوذ نہیں) الفاظ
کا ترجمہ اجتہادی بات نہیں کہ آپ اپنے اجتہاد سے جو چاہیں لکھ دیں یہاں کتب
لغت اور محاورہ عرب کی سند درکار ہے۔ **مغالطہ ۱۴۷** اور کسی لغت میں

۱۴۷

نظر نہیں آیا جو شخص یہ کہے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ یہ بات کر اور میں نے جواب دیا کہ
کس طرح کروں **ہدایہ** چشم بدور کیا عجب عبارت ہے ہر چند فکر کیا کچھ
سمجھ میں نہیں آتا جملہ اول (اور کسی لغت میں نظر نہیں آیا) اگر اسکو پہلی عبارت سے
رابطہ دیتے ہیں تو اگلی عبارت (جو شخص یہ کہے کہ مجھ کو الہام ہوا) نا تمام رہی جاتی
ہے لفظ (جو) موصول شفعین معنی شرط چاہتا ہے جزا کو اور یہاں جزا کا پتہ نہیں
اور اگر جملہ اول کو عبارت مابعد سے ملا کر کل مغالطہ کی عبارت کو ایک بنا دیں تو یہ معنی
ہوتے ہیں (کسی لغت والے نے کسی صاحب الہام کا یہ قصہ نہیں لکھا کہ تو یہ بات
کر اس نے کہا میں کس طرح کروں) اور تمام عبارت بالکل لغو اور بوج ہو جاتی ہے۔
اہل لغت معانی الفاظ بیان کیا کرتے ہیں قصہ خوانی اُنکا کام نہیں۔ الہام کی

حکایتیں اور اسکے اقسام اور کیفیتیں وہی لوگ بتلا سکتے ہیں جو صاحب حال ہیں۔
 واضح ہوا ہام کے چند اقسام میں ایک تحدیث لینے وہ کلام جو پردہ غیب سے نازل
 ہوتی ہے پس اگر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہو تو اسکو اصطلاح شرعی میں وحی کہتے
 ہیں اور اگر اولیاء اللہ پر نازل ہو اسکو تحدیث کہتے ہیں اور ایسے ہی لفظ وحی مورد کے
 اعتبار سے جدا گانہ منے رکھتا ہے اگر سوائے نبی کے اور کسی کی طرف وحی کی
 نسبت کی جائے تو اس جگہ الہام مراد ہوگا چنانچہ اس آیت میں واذا وحیت الی
 الحواس میں ان اموابی و بوسوی جو وقت الہام کیا ہونے حار یوں کی طرف کہ تیز
 لا و مجہ پر اور میرے رسول پر اور اس آیت میں واوحینا الی ام موسیٰ ہم نے الہام
 کیا موسیٰ کی والدہ کو۔ چونکہ یہ لوگ نبی نہ تھے اس واسطے ان آیتوں میں وحی
 کا ترجمہ الہام کیا جاتا ہے۔ اور ابن عباس کی قراءت میں ہے وما ارسلنا من
 قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا الایۃ اور نہیں بھیجا ہم نے تجہ سے پہلے
 کوئی رسول اور نہ کوئی نبی اور نہ صاحب الہام آخرت تک اگرچہ لفظ محدث ہماری
 قراءت متواتر میں نہیں مگر علماء کے نزدیک قراءت غیر متواتر خبرت ہو کر حکم کہتی
 ہے اور حدیث صحیح میں ہے قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون فان یک فی
 امتی احد فمر بشیک پہلی امتوں میں صاحب الہام تھے پس اگر میری امت میں
 کوئی ہوگا تو عمر ہوگا۔ اس آیت اور حدیث میں تحدیث کو قسم کا بیان ہے۔ تحدیث کے معنی میں بات کرنی پر
 ثابت ہوا کہ صاحب الہام کو غیب سے کلام سنائی دیتی ہے ملا صاحب جو الہام کو
 محض خیال بتلاتے ہیں بالکل غلط ہے۔

قسم دوم۔ زبانی فرشتہ تشکل بشکل لیس کلام سننا جیسا کہ مریم علیہا السلام
 کے حق میں فرمایا فاسرسلنا الیہا روحنا الا یاتک پس ہم نے بھیجا مریم کی طرف
 اپنی روح (جبرئیل) کو آیتوں کے اخیر تک واذا قالت الملائکہ یریم ان اللہ شہید

جو وقت کہا فرشتوں نے تحقیق الہ خو شخبری دیتا ہے تجھ کو اذ قالت الملائكة
 یریم ان الله اصطفاک اور جو وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق الہ نے
 برگزیدہ کیا تجھ کو اس قسم کے الہام کو اصطلاح قوم بن خطاب ملکی بھی کہتے ہیں
 تیسرا قسم الہام کا یہ ہے کہ صاحب الہام کہے (اے) جو خود ایک باطنی
 بات سے اور کسی زبان پر آتی ہے اکثر ایسی بات ہے جو سوئے سے نکلتی ہے کہ شہر
 سکون یا وہ تھی بلکہ اسکا علم نہ تھا حقیقت میں وہ کلام غیبی ہوتی ہے خیالات انسانی
 نہیں ہوتے۔ قسم سوئم کا الہام باعتبار مورد کے دو قسم ہے اور ہر ایک قسم کا خاص نام
 نام ہے اس قسم کا الہام اگر نبی کو ہو تو اسکو نفث فی الروح کہتے ہیں حضرت فرما
 ہیں روح القدس نفث فی روحی تحقیق یہ الہام جبریل نے میرے دل میں اگر
 کسی اور شخص کو ہو تو اسکا نام نطق سکینہ ہے چنانچہ صیاتیہ نام کہتے ہاکنانچیک
 ان السکینۃ تطلق علی لسان عی وقلبہ ہم البیدۃ سمجھتے اس بات کو جو سکینہ گویا
 ہوتا ہے عمر فاروق کی زبان اور دل پر۔ لیکن عمر کی بات سنکر ہم یون گمان کرتے تھے
 کہ یہ شخص اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ الہام ربانی سے کہتا ہے۔ شارحان حدیث
 سید۔ طبری۔ صاحب احادیث کہتے ہیں سکینہ اس شے کا نام ہے جو صاحب الہام
 کی زبان پر ڈالی جاتی ہے یا فرشتے کا نام ہے جو الہام لیکر آتا ہے قسم چہارم
 یہ ہے کہ صاحب الہام کے دل میں محض خیال آوے جیسا کہ ملا صاحب نے بیان
 کیا ہے اور ان محدثوں میں بھی اسی کا ذکر ہے ان للملک لمة بقلب ابن آدم
 وللشیطان لمة فلة الملک الیعاد بالخیر و تصدق بالوعد و لمة الشیطان الیاعا
 بالشر و لکن یرب بالوعد تحقیق فرشتہ کا لگا وہ ہے انسان کے دل سے اور شیطان
 کا بھی لگا وہ ہے فرشتہ کی لگا وہ کیا ہے بہرانی کا وعدہ دینا اور خدا کے وعدہ
 کو سچ رکھنا اور شیطان کی لگا وہ برائی کا وعدہ دلانا اور خدا کے وعدہ کو سچ رکھنا

لمة راحة البقرة
 والذی وہی
 لمة راحة البقرة
 والذی وہی

والد اسی نوقی الصراط واعظ اللہ فی قلب کل مؤمن اور رستہ پر کھڑا ہو کر چلے
 والا۔ الہ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔ حاتم بن القیم عراج میں
 فرماتے ہیں والارطفا من یقسم الخی تار و مناعی وعامدہ فذل یقیم کثیرا و خاندہ
 قل یقیم نادرا انتھی منحصرا اور اہام منقسم ہوتا ہے طرف نام اور خاص کے اور
 قسم عام اسکا کثیر واقع ہوتا ہے اور قسم خاص کبھی شانوار و نادر و قوی عین آتاس۔ یہ
 چار قسم آیات اور احادیث سے ثابت ہیں ملاحظہ حسب لے چوتھا قسم بیان کر کے
 تین قسموں کی نفی کر دی اور بر خلاف کتاب وسنت راہ ہفت کے ایک صریح رستہ
 لکھا **هذا الله فعاله** ۱۴۸ لیکن شرح میں یہ بات ثابت نہیں کی کہ ایک
 شخص چلا جاتا تھا اور آتف نے اراد کیا قرآن میں ہی اسکا ذکر نہیں پس معلوم
 ہوا کہ اہام صرف خیال دل کو کہتے ہیں **وہو الذی لا یبذل** آتف۔ صالح منادی
 تینوں کے ایک ہی معنی ہیں اور دوسرے والا چھٹی راہ۔ پکارنے والا۔ انتہام
 آئیوں اور صدیوں سے ثابت کرتے ہیں جو کئی شخصوں کو صالح اور مٹا دیتی
 پکارا اور آواز دی۔ صحیح بخاری میں ہے لما مات الحسن بن الحسن ضربت امر
 القبة علی قبرہ سنة ثم سرفعت فسمعت صائحا یقول الاھل وجدوا ما
 فقدوا۔ فاجابوا بآخر۔ لا بل یثیوا ذلقلیوا جبکہ انتقال کیا حسن بن حسن رضی اللہ
 عنہما نے انکی نبوی نے انکی قبر پر ایک سال خیمہ لگا رکھا پھر خیمہ اٹھا لائی پس
 اس نے سنا ایک پکار نیوا کہتا ہے کیا انہیں پا گیا جو انہوں نے کہو یا تھا۔
 دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ نا امید ہو گئی پس لوٹ چلی۔ ملا علی قاری نے
 صالح کا ترجمہ آتف سے کیا ہے۔ اور حدیث معراج میں ہے فلما جا وزت
 نادی مناد مضی فی رضی وخففت عن عبادی پس جب میں گزرا ایک
 پکارنے والی نے پکارا میں نے اپنے فرض کا حکم جاری کر دیا اور اپنے بندوں

کے واسطے تحفیف کر دی۔ اور ساریہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے فاذا بصائح
 یصیح یا ساری الجبل اچانک ایک چلانے والے نے چلا کر کہا اے ساریہ پہاڑ
 کی طرف رہ اور حدیث صحیح میں ہے فسمع صوتا فی السحابۃ اسق حدیقۃ فلا
 پس بادل میں سے ایک آواز سُنی فلاں شخص کی باغ کو پانی دے مجھ الجارین
 ہے اہتف بالانصار ای نادھم بلحا متیون کو لہتف یصیح دونوں کے ایک
 سے ہیں ایسا ہی ہتفت صاحب غرض حدیث کی شروع اور لغت کی کتابوں سے
 ثابت ہوا کہ ہاتف اور صائح اور منادی کے ایک معنی ہیں اور نیز صحیح روایتوں سے
 جن سے انکار کرنا پیر وان سنت سے بعید ہے ثابت کیا گیا جو ہمارے حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حسن بن حسن کی بیوی نے اور میدان جنگ میں
 ساریہ رضی اللہ عنہ نے اور جنگل میں کسی مسافر نے ہاتف کی آواز سُنی اور سمجھی
 پس یہ قول مصنف کا ان معنوں میں جو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں کہہیں قرآن
 وحدیث میں نہیں آیا، آواز دہل منادی کرتا ہے کہ بیچارہ بالکل سادہ اور بیعلم
 ہے جس نے مشکوٰۃ دیکھی ہوگی وہ ان روایتوں سے واقف ہوگا مصنف کو
 قرآن وحدیث کے مارست کا دعویٰ ہے مگر ان روایتوں کی خبر نہیں۔ اور پروردگار
 فرماتا ہے و نادینان یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا ہم نے بکارا سکو اے
 ابراہیم تو نے بیکسچ کر دکھلایا خراب اذ ناداہ مریدہ بالواد المقدس طوی حیر
 وقت بکارا موسیٰ کو اسکے رب نے پاک جنگل میں جبکا نام طوی ہے۔ ملا صاحب
 چند سطرین لکھ کر فرماتے ہیں (اور کئی نے آواز سُنی) پہلے انکار سے توبہ کرتے
 ہیں پس ناظرین اس نتیجہ کو بھی منسوخ سمجھیں جو انہوں نے فرمایا تھا اور معلوم
 ہوا کہ الہام صرف خیال دل کو کہتے ہیں، بلکہ باقرار ملا صاحب چاروں اقسام صحیح
 ہیں مغالطہ ۱۴۹ ادھی سربک الی النخل اور واوحینا لی موسیٰ میں

مفسرین الہام کے معنی کرتے ہیں لیکن الہام کے معنی درست نہیں ہوئے کیونکہ
 الہام میں حرف القا ہی ہوتا ہے و مان جواب و سوال نہیں ہوتا **ہذا** یہ
 تو آپ مانتے ہیں کہ وحی میں کلام اور سوال و جواب ہوتا ہے مگر الہام میں نہیں ہوتا اب
 ہم پوچھتے ہیں کہ یہ فرق آپ نے کہاں سے نکالا اور اس پر کیا دلیل اور کونسی سند ہے
 اہل لغت وحی کے معنی الہام ہی کرتے ہیں جب اہل لغت کے نزدیک دو نون ایک معنی
 پر آتے ہیں تو مفسرین کا قول صحیح ہے۔ قاموس میں ہے الوحی الکتابۃ والاشاعت
 والکتوب والرسالۃ والالہام والکلام الخفی وحی کے معنی ہیں لکھنا اور اشارہ
 کرنا اور کتب اور رسالہ اور الہام اور پوشیدہ کلام اور مجمع الباریں ہے الوحی یقع علی
 الکتابۃ والرسالۃ والالہام والکلام الخفی اور مجمع میں ہے الالہام ان
 ینزل فی النفس اذ یرید جملۃ فعلی والفعل والذکر وهو نوع من الوحی ینحصر فی
 ینزل من لیساء من عبادہ فی لفظ وحی یوہی جاتا ہے کتابت اور رسالت اور الہام اور
 کلام پوشیدہ پر۔ الہام یہ ہے کہ اللہ کسی کے دل میں کسی بات کا القا کرے جو اثر
 فحس کو فعل یا ترک کا باعث ہووے۔ اور الہام ایک قسم ہے وحی کا خاص کرتا ہے
 اُس کے ساتھ پروردگار جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور یہ بات ہم پہلے ثابت
 کر چکے ہیں کہ الہام بعینہ تحدیث و تلقین اور تکلم ہی آتا ہے اور اس صفت والے شخص
 کو ملیم اور محدث اور تلقین اور مکالم کہتے ہیں بخاری میں ہے قد کان فیمن قبلکم الامم
 محدثون پہلی آیتوں میں غیب لے باتیں سننے والے لوگ تھے قد کان فیمن
 قبلکم من بنی اسرائیل یراجال یکنون من خیر ان یرکون انبیاء فان یک فی
 امتی منہم احد فعر تہارے سے پہلے امت بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے جنکے
 ساتھ غیب کے کلام کی بات تھی باوجودیکہ وہ بنی نہ تھے پس اگر میری امت میں سے کوئی
 دیا ہو اور میں اور صحیحین میں ہے ویلھنی محامدا احمد لہجہ لا تخضر فی

الَّذِينَ فِي سَرَايَاهُ يَلْعَنُونَ اور الہام کر دیا کہ مجھ کو تعریفین جنکے ساتھ میں اسکی
 حمد کرو دیکھا جواب مجھ کو یاد نہیں اور ایک روایت میں ہے تعلیم کر دیا کہ مجھ کو پروردگار آخر
 حد پیش تک۔ ان سے بڑا ایتھون اور سندن۔ سے ثابت ہوا کہ وحی کے معنی الہام ہی
 نہ ہے اور الہام میں آواز اور کلام ہی سنائی دیا کرتی ہے اور معلوم ہوا کہ ملا صاحب
 نے وضعی سنائی بنا تے ہیں وہی ہی وضع لذت میں ہی دخل رکھتی ہے۔ غیر تریہون
 صدری کے مجتہد۔ یہ بھی غنیہ ہے کیون صاحب آپ نے صفحہ ۶۴ میں تصریح کیا ہے
 کہ اگر کسی آدمی سے فرشتہ کلام کرے تو اسکا نام وحی ہے نہ الہام یہ تو بتلادینجے
 جو کوئی جو ہوتا دعویٰ کرے کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے تو جو جب اس آئیہ کریمہ کے دامن
 اظلم میں افتری علی اللہ کذابا و قال اوحی الی دلہ یوح الیہ شئی وہ شخص ہر وہ
 ظالمین کا ہے یا نہیں اگر ہے پس آپ اور آپکا وزیر مطیع الد صاحب رجوراس رسالہ
 اور قصیدہ علیا کے اخیر میں لکھتے ہوے سروش از غیب بامن کردار شاد و یکے سروش
 گفت ز غیبم بگو شہر این تاریخ تو پوری پوری اس آیت کی مصداق ہو گئی اور اگر کو کہ یہ
 کلام شاعروں کے طریق پر ہے پس حکم آئیہ کریمہ والشعرا یقتبہم الخا وون معا ذلہ
 داخل زمرہ غا وین ہو جاؤ گے کیا اچھا کہا جننے کہا ہے وزیرے چنین شہر یارے چنان
 جہان چون نگید و قرار جہان۔ افسوس آپ ملھین صادقین پر طعن کرتے ہو اور خود بدولت
 ناحق مدعی وحی **مغالطہ ۵۰** جب یہ بات ثابت ہوئی کہ الہام کے معنوں
 میں کلام اور حکم ماخوذ نہیں **ہدایہ** ملا صاحب آپ نے یہ بھی کہتے ہیں کہ الہام
 میں کلام نہیں ہوتی کیا یہ مسئلہ آپ کو الہام سے معلوم ہوا ہے۔ یہ کتاب میں دیکھا
 ہے قرآن و حدیث اور لغت عرب سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ میں کہی کلام ہی
 ہوا کرتی ہے ان یتبعون الا الطن و ما تقوی الا نفس پروردگار اور اتا ہے بوجہ
 لوگ اپنی انکل اور ہوائے نفس کے تابع ہیں ایسا ہی آپکا حال نظر آتا ہے۔ خدا رحم

۱۵۱

فرماوے **مغالطہ ۱۵۱** اگر کوئی شخص دعویٰ کلام متقدم کا کرے اور پھر اسپر
اطلاق الہام کا کرے ہم اسکو صادق نہ جانتے **ہدایہ** چونکہ اب مغربین کو وحی

۱۵۲

میں کلام ہوا کرتی ہے اور وحی اور الہام کا مرادف ہوا لغت کی کتابوں سے ثابت ہے
پس آپکو اس شخص کا صادق جاننا اپنی تخریر کی رو سے ضرور مانتا ہے **مغالطہ ۱۵۲**

۱۵۲ - اسے جل جلالہ سے صریح فرمایا ہے کہ خالصہ اشقیوں ہذا و تقویٰ لفظ نفس عام
ہے تاسیق کا ہوا یا تالیف کا کافر کا ہوا یا مومن کا تقویٰ اور فحور کا الہام ہر ایک کو ملے ہے

ہدایہ جیسا لفظ نفس عام ہے اسی طرح لفظ الہام بھی عام ہے بعضوں کو بطریق
تحدیث غیبی، بعض سے ایک کلام کا، اور دینا، سوائے ان کو کیونکر نہ ملے ملے (فرشتہ کا

تمشکل شکل انسان ہو کر کلام کرنا، اور کبیر کو بطریق تعلیم روحی (خود بخود) ایک کلام کا جو
اسکو یاد تھی یا اسکو جانتا بھی نہ تھا زبان پر جاری ہوتا، اور جنہوں کو بطریق القافی القلب

را ایک خیال دل میں آتا، اور جیسا کہ الہام تقویٰ میں الہام کا عام معنی لیا جاتا ہے
ویسا الہام فحور میں بھی عموم ہے مگر القاء خیر کو الہام رحمانی کہیں گے اور القاء شر کو

الہام شیطانی چنانچہ اس حدیث میں (جب کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) دونوں طرح کے
القاء کا ذکر ہے۔ فرشتہ کا لگاؤ ہے ابن آدم کے دل سے اور شیطان کا فرشتہ

کی لگاؤ خیر کی اسید دلائی اور خدا کے وعدوں کو سچا دکھانا اور شیطانی لگاؤ
جرائی کا وعدہ دینا اور وعدہ الہی کو جھٹلانا۔ الہام خیر کے انواع راقم پہلے کتاب و

سنت سے ثابت کر چکا اب الہام شر کے انواع آیات بینہ و احادیث صحیحہ سے
بیان کرتا ہے۔ نوع اول تحدیث جبراس متفق علیہ روایت میں مذکور ہے **تک الکلمۃ**

من الحق یحفظها الجنی فیکرہا فی اذن ولیہ قرالہ جاجتہ دکان کوئی سچی
بات بھی لوگوں کو بتلا دیتے، ان حضرت نے فرمایا یہ ایک سچی بات ہے جن
(فرشتوں سے شک نہ کرے) اسے یاد کر لیتا ہے پس مرغی کیسی آواز کے ساتھ نہ لو کر

اپنے دوست کے کان میں کہہ دیتا۔ ہے۔ نوح و دیم خطاب جو ان آیتوں میں
 وارث و اذنی من لعم الشیطان اعمالهم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس
 وانی جاسر لکم فلما تراءت الفئتان نکص علی عقیدہ وقال انی برئی منکم
 انی اسی مالاً توون ترجمہ۔ اور جب وقت سنوارنے لگا شیطان اُنکی نظر میں
 اُنکے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا تمہارا جکے دل اور میں رفیق ہوں تمہارا پس جب
 سامنے ہوئیں دو فوجیں اُنکا پہلا بیٹا اثریون پر اور بولامین تمہارے ساتھ نہیں
 میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ شیطان مجسم ہو کر لوگوں کو نظر آیا اور لڑائی کے
 وقت جب مقابلہ میں فرشتہ دیکھے اپنے ساتھیوں کو جواب دیکر سیاگ گیا۔ اور
 کتل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی برئی منک حبیبی کلمات
 شیطان کی کہ جو وقت کہا اُسے آدمی کو کفر کر پس جب کفر کیا کہا میں الگ ہوں تجہ
 سے۔ شیطان ایک زاد کا دوست بنا اور اُسکو ذوق سکھایا جب وہ کپڑا گیا تب کہنے
 لگا تو مجھے سجدہ کر میں تجھے بجا لو لگا۔ جب اُسے سجدہ کر کے ایمان گنوا لیا تو کہنے لگا
 میں تجہ سے بنیرا ہوں۔ جیسے بی بی مریم سے جبرئیل نے بصورت انسانی ظاہر ہو کر
 کلام کر ہی تھی ویسے ہی ان کافروں سے شیطان نے جسم انسان میں آکر فریب
 دیا نوح سویم تعلیم روحانی جسکا بیان اس حدیث صحیح بخاری میں ہے فیسم الکلمۃ
 فیلقیہا الی من یتختہ ثم یلقیہا الآخر الی من یتختہ حتی یلقیہا علی لسان النبی
 ترجمہ۔ پس سنا۔ ہے شیطان فرشتوں سے ایک کلمہ پس اپنے سے نیچی جگہ
 والے کو ڈالتا ہے پھر وہ اپنے سے نیچی درجہ والے کو سکھاتا ہے یہاں تک کہ
 جادوگر کی زبان پر ہر ذریعہ تعلیم روحانی کے آتا اور ساخر ایک سچے فقرہ کے ساتھ
 سو جوت ملا کر لوگوں میں فخر سے ظاہر کرتا ہے۔ نبوت کے جوٹے مدعی اکثر ہی
 قسم کئے الہامات دکھا کر لوگوں کو فریب دیا کرتے تھے صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں

فالروایات اشخاص بان الوضع فی اذن الکھکان تاکسرتو بلا صوت واخری
 بدروایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جو کان بن سکے کان میں کہی اور اسے بات پہنچی
 کہی بدون آواز کے۔ نوع چہارم دسوسہ اور خطرہ جبکو مصنف خیال دلی کہتے ہیں
 الشیطان بعد کلام الفقر ویاورکما بالفقر وشیطان شہین روتا ہے محتاجی
 سے اور حکم کرتا ہے بھائی کسان فتمتک مذہ بقلب ابن آدم والشیطان مذہ
 فلمذہ الملک ایجاد بالخیر و تصدیق بالوعدہ و لمذہ الشیطان ایجاد بالشرا و تکت
 بالوعدہ اس آیت اور حدیث میں نوع چہارم کا بیان ہے اور حبیب الہام کا معنی
 آئہ کریمہ فاللہما فحوسھا و تقوھا میں عام ہے اسی طرح وحی اس آیت میں
 وان الشیطان یلین لیوحون الی اولیائکم (تحقیق شیطان وحی کرنا ہے طرف اپنے
 دوستوں کے) عموم پر دخول ہے یعنی مختلف طور پر افکار کرتا ہے۔ الہام خیر اور الہام
 شر میں بہم فرق ہے کہ خیر الہم عزوجل کی طرف سے ہے اور شر شیطان کی طرف
 سے جبکو خیر الہام ہوتا ہے اسکو محدث و ملہم و ملقن رحمانی کہتے ہیں اور جبکو شر
 کا الہام ہوتا ہے اسکو محدث و ملہم و ملقن شیطانی بتاتے ہیں۔ آئہ کریمہ فاللہما
 فحوسھا و تقوھا میں الہام کا ایک ہی معنی لینا اور باقی کو نہ ماننا یا سراسر تعقب ہے
 یا محض بے علمی و تجربہ۔ ہم ناظرین کو ایک اور بات بتا دیں صاحب نے لفظ الہام کا
 ترجمہ الہام اصطلاحی سے کیا ہے اور ہم نے وہی معنی فرض کر کے اسی روش
 پر یہ جواب دیا ہے ورنہ دراصل آیت فاللہما فحوسھا و تقوھا میں الہام کے
 معنی میں تعلیم اور تہذیب کے پس آیت کے معنی اس طرح کرنے چاہئے پس سکھایا
 اور سمجھایا نفس کو فہم اور تقویٰ اسکا (یعنی پروردگار نے کتابین اُتار کر اور
 رسول بھیج کر اسی اور ہدایت کا رستہ واضح کر دیا اور سمجھا دیا۔ اب مصنف کا
 استدلال بالکل بجا اور باطل ہو گا۔ **مغالطہ ۱۵۳** پس یہ لوگ جو

[illegible]

علم سے نہیں بنایا۔ نہ اس علم کلام فلسفہ کے مقابلہ میں اسی کی ڈھنگ پر
 بنایا گیا تھا اہل کلام کو مشغول کی طرف توجہ نہ تھی صرف علم معقول انکا مبلغ علم تھا اسلئے
 سلف صالحین نے متکلمین کو زمرہ مذہب میں شمار نہیں کیا اور آپ ہی ہمیشہ انکے منکر
 رہے ہیں مگر افسوس کہ ضرر اور نقصان کے سبب یہاں انکی تقلید کرتے ہیں اگر متکلمین
 برخلاف کتاب وسنت کے کسی مسئلہ کا انکار کریں گے تو بیشک انکا قول رد کیا جائیگا
 اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَاذا وجهت الی الخواص میں ان اصحابی وبنو علی قالوا
 امنا اور جوقت الہام کیا میں نے طرف حار یوں کے یہ کہ تم ایمان لاؤ ساتھ
 میرے اور میرے رسول کے دو بولے ہم ایمان لائے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے
 شاگردوں کو معرفت توحید الہی اور حقیقت عیسیٰ علیہ السلام الہام سے حاصل ہوئی
 اور اسی کے موافق انہوں نے اپنے عقائد کو مضبوط کر کے اللہ اور اس کے رسول کے
 برحق ہونے کا اقرار کیا معرفت توحید الہی کے برابر کوئی علم نہیں سب علوم اس سے
 ادنیٰ ہیں جب یہ سب علوم کا سردار علم ہر سبب الہام کے حاصل ہو سکتا ہے تو اور
 علوم کی کیا حقیقت ہے۔ اور فرمایا و اوحینا الی ادم موسیٰ ان اسر ضعیفہ بنما
 خفت علیہ فالقیہ فی الیم ہم نے موسیٰ کی ماکہ طرف الہام کیا کہ اُسکو دوزخ
 پلا پس جوقت تجھے اسکی حالت پر خوف ہو پس ڈال اُسکو دریا میں۔ ویکو الہام کے
 ذریعہ سے کیسی مشکل حل ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس دور از عقل
 بات پر کیا اعتبار کیا کہ جتنے بچے کہ بہتے پانی میں بہنیک دیا آخر اللہ جل شانہ نے
 اپنا وعدہ سچا کیا اور ماں بیٹے کو ملا دیا لتعلم ان وعدہ اللہ حق تاکہ وہ جانے بہنیک
 اللہ کا وعدہ حق ہے۔ اور طاوت نے بذریعہ الہام معلوم کر کے بتلایا کہ میرے
 ساتھیوں میں سے جو نہر پر پانی پیئے گا میری رفاقت سے رہ جائیگا۔ چنانچہ ایسا
 ہی ہوا۔ اور عمر فاروق نے ایک لشکر روانہ کیا اور ساریہ نام شخص کو سپہ امیر بنایا۔

اہل حق وہ ہیں جنکے عقائد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق ہیں۔ نفسی متکبران
میں سے ایک شخص ہی سائل صفات میں اکثر غلطی کرتا ہے اور پہرا نہیں سائل
کو اہل حق کی طرف منسوب کرتا ہے انکے نزدیک اہل حق اہل کلام ہیں **مغالطہ**

۱۵۷

۱۵۷- اور اس الہام کو اولیاء اللہ کا خاصہ سمجھنا خطا ہے بلکہ ہر ایک مومن اولیاء اللہ
ہے اور الہام کسی کا خاصہ نہیں ہے **ہدایہ** مومن مفرد اولیا جمع بہ کو نسا جاؤ
اور عزت ہے نحو میر کے پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ مطابقت مبتدا اور خبر میں ضروری
ہے ملا صاحب بیشک ہر مومن ولی ہے مگر جیسے عمل ویسا درجہ ایک سابق بالخیرات ہیں
اور ایک سیانی روش والے اور ایک گناہوں کے سبب اپنی جان پر ظلم کریں والے
مؤمنوں کے درمیان فرق ہے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت ہے ملا صاحب اگر مدعی
مسادات ہیں تو اسکا قول برخلاف قرآن کون مانے گا۔ آیت واحادیث سے ثابت ہے
کہ الہام متنازع فیہ ہر ایک شخص کو نہیں ہوتا بلکہ وہ خاص لوگ ہیں جو اس عالی رتبہ
کو پہنچنے میں چنانچہ پروردگار نے انبیاء اور رسل کے ساتھ اہل الہام کا ذکر فرمایا
قراءت ابن عباس میں ہے وصارسلنا من قبلک من بنی ولایا رسول ولا
محدث اور حدیث شریف میں ہے لقد کان فینہم قبلکم من الامم محدثون
اور صاحب مجمع البحار لکھتا ہے ہو نوع من الوحي ینخص اللہ بہ من لیشاء
من عبادہ عمر فاروق جیسے مؤمنوں کو الہام ہونے تھے ہر شخص کا منہ نہیں
جو دعویٰ کرے جبکہ اہل اللہ کے ساتھ الہام کی خصوصیت نقل اور عقل سے ثابت
ہے ملا کا بے دلیل قول کون شکیکہ دراصل ملا صاحب اسکے فہم سے قاصر ہیں جو
بات سمجھتے ہیں نہ آئی اسکی تکذیب کے درپے ہو گئے بل کذبوا بما لم یحیطوا
بعلمہ دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم ہر بات کی سند کتاب و سنت سے لائینگے مگر خاص کر
سجوت الہام میں سوائے اس بات کے (الہام بمعنی خیال ہے) اور کوئی دلیل نہیں

اے عجب ناطقہ بند ہوا ہے۔ مجتہد صاحب کچھ توارشاد کیجئے۔ الہام کا مسئلہ بدیہی الثبوت ہے دیکھو الہام سے اکثر حالات گزشتہ اور آئندہ کہل جاتے ہیں محض خیال سے گو تمام عمر خیالی پلاؤ پکا مین مخفی حالات منکشف نہیں ہوتے پھر دونوں کو ایک کہنا ایسا ہے جیسے کوئی نور اور ظلمت کو ایک کہے **مغالطہ ۵۸** الہام بموجب اصلی معنوں کے خیال و الہام کسی آیت کا اور دل میں آجانا اور بھونی ہوئی یا ذکر الہی جانی یا کسی مقدمہ میں بحالت تردد آیت یا دلائل جانی یہ تو جائز ہے منع نہیں **ہذا** ملا صاحب یہاں الہام کے معنی کرتے ہیں (یا دلائل اور یاد کرنا) نیت ہے آجکی ضد توئل گئی بار بار یہی کہتے تھے الہام دل کا خیال ہے اب یاد دلانا بھی الہام ہو گیا مگر یہ امر ظاہر نہ ہوا جو کسی انسان کا یاد دلانا مراد ہے یا غیب کی یاد دہانی۔ خیر اگر ملا صاحب کسی بشر کی یاد دہانی کو الہام کہینگے تو غیب کی یاد دہانی بطریق اولیٰ الہام تو کیجا ایسی۔ امر حق تھا بے اختیار زبان پر آگیا الحق یصلو ولا یصلی **واحدہ** اگر ہم فرض کریں الہام کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں اور کسی صحابی کو کشف حالات نہیں ہوا اور اسوقت ایک شخص صادق متقی حاکم من اللہ دعویٰ کرے جو مجھے بعض اوقات کشف ہوتا ہے اور اسکا نام الہام رکھے تو ہم بدشک اسکو سچا جانینگے۔ یہ کوئی حل و حرمت کا مسئلہ نہیں ہے جہر دلیل شرعی کا لانا ضروری ہو۔ مؤمن کو سچا جانتا اور اسکے قول کو تصدیق کرنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور ہمارے رسول کریم کا طریقہ ہے۔ پروردگار فرماتا ہے یومن باللہ ویؤمن للہو منین رسول خدا اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مؤمنوں کی بات پر یقین کرتا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ صحابہ کو جب یہ حالت حاصل نہ تھی تو اس شخص مدعی کو کس طرح حاصل ہو گئی اسکا جواب یہ ہے کہ علماء امت کے نزدیک بہت ایسے قصہ اور واقعات مسلمات سے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ ایک ادنیٰ درجہ والے سے ایسا امر صادر ہوا جو اعلیٰ درجہ والے سے

کبھی وقوع میں نہیں آیا۔ چنانچہ بعض لوگ خوف خدا سے دفعاً مری گئے اور انبیاء و صحابہ
 کرام میں سے کوئی نہیں مگر اللہ پاک کا عطا ہے اختیاری کام نہیں جو اس پر طعن کیا
 جاوے کہ تجھ کو کیوں الہام ہوا اور تو کیوں مر گیا یا کیوں مجذوب ہوا صحابہ میں کوئی ایسا
 نہیں ہوا **مغالطہ ۱۵۹** لیکن اس طور کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ آیت اَللّٰہُ
 کی اور اُسکے نظم اور کلام خیال کرنا کہ خدا نے مجھ سے کلام کی اور اس آیت کو مجھے فرمایا
 ان معون سے جائز نہیں **ہدایہ المرءعد ولما جھل آدمی جس چیز کو**
 نہیں جانتا اُسکا دشمن اور مخالف ہو بیٹھتا ہے آپ ملہیں صاوقین کے حالات سے
 بے خبر ہیں۔ صاحب الہام یہ نہیں کہتے کہ جو میں الہام ہوتا ہے وہ یقیناً پروردگار
 کی کلام ہے۔ بلکہ متر و درہتے ہیں کہ یہ کلام ربانی ہے یا خطاب ملکی بعض الہامات
 میں یہ ہی خوف ہوتا ہے مبادا کہیں شیطانی و سو سہ نہ ہو ملہیں صاوقین کے امام
 امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی سے کچھ لکھوانا چاہا۔ کاتب نے لکھا **ہذا ما**
امرہ اللہ عمر امیر المؤمنین فقال سرفی اللہ عنہ املہ اکتب هذا ما
امرہ عمر فان کان صوابا فمن اللہ واکان خطا فمن نفسی واللہ ورسولہ
 جو بیٹی منہ ترجمہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ نے دکھائی امیر المؤمنین عمر کو پس آپ نے
 فرمایا **اٹھو اسکو (جو تو نے اسکو یقیناً اللہ کی طرف منسوب کیا ہے) لکھ یہ وہ**
 چیز ہے جو دیکھی عمر نے پس اگر درست ہے پس خدا کی طرف سے ہے اور اگر ہے
 خطا پس میرے نفس سے ہے اور اللہ اور اسکا رسول اُس سے پاک ہیں ہمارے
 امام اور پیشوا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب کی بابت جہین بعض مسائل
 خلاف جمہور امت تھے بطریق الہام یہ دیکھا من **مثنیٰ مثنیٰ فی الناس** اور فرمایا
 واللہ اعلم یہ الہام رحمانی ہے یا سو سہ شیطانی اس کتاب کے دلائل دیکھنے
 چاہیے کیونکہ دلیل پر اعتبار کر سکتے ہیں دلیل کے مقابلہ میں الہام کا اعتبار نہیں

ملا صاحب جو فرماتے ہیں کہ صاحب الہام کا یہ کہنا (کہ خدا نے مجھ سے کلام کی
 اور اس آیت کو مجھے فرمایا یا ابن معنون سے) بائز نہیں (سہاری سمجھتے ہیں نہیں آتا
 کیونکہ ناجائز ہے اگر آپ ابن معنیٰ کہتے ہیں کہ صاحب الہام آیت یا کلام کو سنکر
 یقیناً جانتا ہے کہ بلا واسطہ خدا نے مجھ سے کلام کی تو بیشک یہ دعویٰ باطل ہوگا
 اور نہ کسی اہل حق نے آج تک ایسا کہا ہے اور اگر آپ کی یہ مراد ہے جو کوئی شخص
 پروردگار سے ہم کلام ہو نہیں سکتا اور جو آیت یا کلام صاحب الہام سُننے کے
 سبب اللہ ہو نیکا احتمال و گمان ہی نہیں کر سکتے تو یہ آپ کی خطا ہے پروردگار
 فرماتا ہے مَا كَانَ لِلْبَشَرِ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يَرْسُلَ
 رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذَانِهِ مَا يَشَاءُ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (نصب) و سبکسی بشر کے (جوبے واسطہ)
 کلام کرے اُس سے اللہ مگر بطریق وحی کے یا پردہ کے اوٹ سے یا بھیجتا ہے
 رسول (یعنی فرشتہ) کو پس وہ وحی کرتا ہے اللہ کے حکم سے اس آیت میں جان
 ارشاد ہے کہ پروردگار اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام سے
 بطریق وحی اور اولیا اور صلیا سے بطور الہام کے اور اگر آپ خاص کراہیات قرآنی
 کے الہام اور الفا سے منکر ہیں اور اُسکو متنع جانتے ہیں تو کسی دلیل نقلی یا عقلی
 سے اسکا بطلان ثابت کیجئے **مغالطہ ۲۰** اگر کوئی شخص کسی کام میں متردد
 ہے اور کہتا ہے کہ مجھے یہ حکم ہوا تو واللہ قانتین پس اگر اس خطاب کو عام خیال
 کرتا ہے تو اُسکے الہام ہونے کی کوئی خصوصیت نہ ہوئی بلکہ یہ آیت اول ہی سے
 نازل ہے **ہدایہ** آئین بیشک پہلے ہی نازل ہو چکی ہیں اور اُنکے الفاظ
 اور مورد ہی عام ہیں مگر جب صاحب الہام پردہ غیب سے سُنتے ہیں یا خود بخود انکی
 زبان پر آیات جاری کیجاتی ہیں تو وہ اپنے حال سے مطابق کرتے ہیں اور بدسبب
 فہم خدا واد کے خطا و فرما ٹھاتے ہیں مثلاً اگر کسی کام کے نیک و بد ہونے میں متردد

ہوتے ہیں تو مثلاً آیہ والرحمن فاجعل منکد لیسکے ترک کا عزم کرے ہیں اور بچہ
دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں تو قوموا للہ قانتین
اور ان اللہ معنا سکران کے دل مطمئن ہوتے ہیں اور اسکو طمانیت اور

بشارت منجانب اللہ سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ بشارات غیبی سے ایسی تسلی اور شوق الی اللہ
اور رغبت غیر فاصل ہوتی ہے کہ اسباب ظاہری سے اسکا عشر عشر بھی حاصل نہیں
ہوتا کیونکہ علم کتابی علم لدنی کو نہیں پہنچتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا استند الناس بلأول الانبیاء ثم الامثل فالامثل تمام لوگوں میں سے
زیادہ مثلاً کے تکلیف انبیاء ہوتے ہیں پھر درجہ بدرجہ۔ انبیاء بہ سبب تالیفات اور
بشارات غیبی کے اس حالت میں جبکہ جہان انکی عداوت اور مخالفت پر متفق ہے یہ
مطمئن اور ثابت قدم رہتے ہیں اور ایسے ہی اولیاء اللہ جب قدر ایمان اسبقدر امتحان
ملہمیں کام ہے جو گہر بار بار و اغیار و ضن اور مقام عیش و آرام سب کچھ تو کھل
بر خدا چھوڑ کر فی سبیل اللہ ہجرت کرتے ہیں علم کتابی و لدنی کبھی اتنا حوصلہ نہیں
کر سکے الا ماشاء اللہ۔ **مغالطہ** ۱۱ اگر اس دلیل سے بچنے آپکو خصوصاً کرے

تو چاہئے کہ ان آیات کو جنہیں مؤمنین کے واسطے جنت کی بشارت ہے ہر ایک
اپنے اپنے اوپر حاضر کر کے زید کہے کہ میں بہشتی ہوں قطعی اور عمر و بکر بھی یہی
کہیں **ہدایہ** زید و عمر جو اپنے قطعی جنتی ہونیکا دعویٰ نہیں کر سکے انکا
سبب وہ نہیں جو آپ سمجھتے ہیں۔ کیا آیت کا عموم زید کو یقین دخول جنت سے
مانع ہے ہرگز نہیں بلکہ آیات کا عموم یہی چاہتا ہے کہ زید اپنے آپکو بالآخر بہشتی سمجھے
جب ہم جنس عام پر ایک حکم لگا دینگے تو ضرور ہوگا کہ ہر ہر فرد کی نسبت اسکو تسلیم
کریں۔ بلکہ اسکا سبب یہ ہے کہ گوزید اسوقت مؤمن ہے اور مؤمن کے لئے
جنت کا وعدہ ہے مگر معلوم نہیں کہ آخری وقت تک مؤمن رہے یا نہ رہے اور

اعتبار خاتمہ کا ہے اگر مرتے وقت (جبکہ دخل جنت کا موقع ہے) نہ ایمان پر ثابت قدم نہ رہا تو گویا ہم کبھی ایمان نہ لایا تھا۔ اس لئے کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر کسی مؤمن یا کافر کی نسبت ہمیں یقین ہو جائے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا تو ہم بے تامل کہیں گے کہ یہ جنتی ہے۔ ہم ملا صاحب کی حالت پر افسوس کرتے ہیں جو ایسا غوجی کا مسئلہ سمجھ نہیں سکتے اور اجتہاد کا دوسری ہے۔ خدا سب کا خاتمہ بالخیر کرے۔ ہم انکی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ بظرافضات غور کر کے فرما دیں جو اس فضول بحث سے اُنکو کیا حاصل۔ شریعت میں اسکو قیل وقال کہتے ہیں رسول خدا صلعم نے یہودہ گفتگو سے منع فرمایا نہی رسول اللہ صلعم عن قیل وقال۔

۱۶۴

مغالطہ ۱۶۴۔ اور قرآن میں بعض آیات ایسے ہیں کہ ان میں خاص سوالیہ صلیح ہی مخاطب ہے اُنکے سوائے کوئی مخاطب بن نہیں سکتا **آیہ** اگر الہام میں اُس آیت کا القا ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے تو صاحب الہام اپنے حق میں خیال کر کے اُسکے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کر لے گا اور نصیحت پکڑے گا البتہ جل شانہ فرماتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار تم عبرت حاصل کرو اسے اُنکو ہون والو۔ لفظ اعتبار لیا گیا ہے عبور سے عبور کے معنی گزر کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں ایک امر میں نظر کرنی تاکہ اُسکے ساتھ اور امر دن کو پہچانیں۔ پروردگار کا حکم ہے جو ہم دوسرے کا حال دیکھ کر یا قصہ سنکر نصیحت پکڑیں اور عبرت حاصل کریں فرمایا ان فی ذلک لعبرۃ لمن ینشی بشیکر سجۃ اسکے البتہ عبرت ہے ڈر نیوالے سمجھو اور فرمایا ان فی ذلک لآیات للذین ینبشکون اس میں پتے ہیں وہاں کرنے والوں کے لئے۔ انبیاء علیہم السلام اور انکی اُمّتوں کے قصے اسی واسطے قرآن مجید میں نازل کئے گئے ہیں کہ ہم اپنے حالات کو حالات سلف کے ساتھ مطابق کر کے دیکھیں اور ہر اپنے پر سعادت اور شقاوت کا حکم لگا دیں یہ نہیں کہ بطور دل کی

کے امیر حمزہ کی داستان سمجھ کر سرسری نظر سے دیکھیں۔ پس اگر کوئی شخص ایک ماہ کو جو پروردگار نے جناب رسول اللہ صلیع کے حق میں نازل فرمائی ہے اپنے پروردگار کے اور اسکے امراء پر نبی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بیشک وہ شخص صاحب بصیرت اور مستحق تحسین ہوگا۔ اگر کسی پر ان آیات کا الفاہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے شفاء اللہ لشرح لک صدر ک کیا نہیں کہو لایمنے واسطے تیرے سینہ تیرا دل سودا یعطیک سربک فخر فی قرب ہے تجھے دیگا رب تیرا پس تو راضی ہوگا فسیکفیکم اللہ کفایت ہے تیری طرف سے انکو اللہ فاضل و کما صبر اولو العزم من الرسل پس تو صبر کر جیسا صبر کیا اولو العزم رسولوں نے و صبر لفسک مع الذین یدعون رطم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ اور صبر لا تو اپنے جی کو ان لوگوں کی رفاقت میں جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام انخواہش رکھتے ہیں اسکی ذات کی فصل لوبک وانحر پس نماز پڑھ تو اپنے رب کے لئے اور قربانی کرو لا تقطع من اغظنا قلبہ عن ذکرنا و اتبع ہواہ اور نہ کہا مان جب کادل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور بیچھے لگا ہے اپنی خواہش کے و جدک ضالا فہدی اور پایا منجھہ کو بہلا ہوا پس راہ دکھایا لک بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائیگا کہ الشراح صدر اور عطا اور رضا اور انعام ہدایت جس لایق پہ ہے علی حسب المنزلت اس شخص کو نصیب ہوگا اور اس امر وہی وعدہ میں اسکو آنحضرت کے حال کا شریک سمجھا جائیگا۔ اور آیات مذکورہ میں کوئی بات اس قسم کی نہیں جو خاصہ ہر رسول مقبول کا بلکہ ہر مومن بھی اس میں شریک ہیں۔ رب العالمین سے ارشاد ہوا لا تحک بہ لسانک لتجمل بہ و سرتل القرآن ترمیلا اور ٹہرا کر پڑھ تو قرآن کو اچھی طرح سے ٹہرانا اس حکم کے آنحضرت سے کچھ خصوصیت نہیں۔ اگرچہ خطاب خاص ہے مگر علم عام اولیک الذین

۱۔ اللہ فیہد اہم اقتدا اور اسی سبب سے جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا
 سر: میں نے کم عرصہ میں قرآن مجید کو ختم کر دیا اور حضرت علی اور حضرت عباس
 رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا لا تنادوا نذر
 اذان ولا فذان وہ هذا الشعر ففوا عند عجا شہ وحر کو ابد القلوب ولا
 لیکن اہم احدا کہ احقر السورۃ ترجمہ قرآن کو ایسے پرانگندہ نہ کرو جیسے روپی کچور
 کو پیسے کہتے ہیں اور شعر خوانی کی طرح اس میں جلدی نہ کرو اور اسکے ساتھ اسپنے دلون
 کو طائر اور پر پڑتے وقت (تمہارا یہی خیال نہ ہو جو کب سورۃ ختم ہوتی ہے۔ اور وض
 رہے کہ الشرح صدر حضرت رسول اللہ صلعم کا خاصہ نہیں ہر مومن صادق کو اسکے
 مرتبہ کے موافق الشرح صدر ہوتا ہے اس بارہ میں بہت سی آئین اور حدیثیں
 ہیں اللہ جل شانہ فرماتا ہے فمن یردد اللہ ان یرددہ لیشرح صدرہ للاسلام
 پس جس شخص کو چاہتا ہے اللہ جو ہدایت کرے کہولدی تا ہے سینہ اسکا واسطے اسلام
 کے ا فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فهو علیٰ لیس من ربہ کیا پس جس
 شخص کا کہولدیا ہے اللہ نے سینہ واسطے اسلام کے پس وہ اوپر نور کے ہے بچ
 رب سے اس مضمون کی آیات و حدیث بہت ہیں۔ اور آخرت میں مومنوں کو
 نعمتیں عطا ہونگی اور شفاعت کا اذن دیا جاوے گا پس راضی ہونگے غرض تمام اہل
 ایمان کو اللہ کے فضل سے یہہہ رتبہ نصیب ہوگا اللہ جل شانہ اس آیت میں نعمتون
 اور رضا مندی کا ذکر فرماتا ہے جزاء محمد سرہم جنات عدن تجري من
 تحتها الانهار خالدین فیہا ابدان رضی اللہ عنہم ورضوا عند ربہ انکار نزول
 انکے پروردگار کے باغ میں بسنے کے بہتے ہیں نیچے انکے نہرین ہمیشہ رہینگے اگر
 میں خوش ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے۔ اس مضمون کی اور
 بہت سی آئین ہیں۔ اور شفاعت کے باب میں فرمایا شفعت الملائکۃ و

۲۔ رواہ
 تہذیب

وَشَفَعُ الْبَنُونَ وَشَفَعُ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقِ إِلَّا رَحِمُ الرَّاحِمِينَ شَفَاعَتُكَ كَرُحْمِكَ
 فَزَشَّتَهُ اور شفاعت کر چکے انبیاء اور شفاعت کر چکے مؤمنین اور انہیں بڑی رونا کر
 ارحم الراحمین۔ اور صحیحین میں ہے فوالذی نفسی بیدہ وادھن احب وانکم بائسہ
 مناشدۃ فی الحق قد تبین لکم من المؤمنین الذین یؤمرون بالعدل والعدل انما یتواظمون الذین
 فی الناس پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہے میری جان نہیں مسم
 میں سے کوئی شخص اپنے ثابت شدہ حق پر ایسا سخت تقاضا کرے جوا جائز ہے کہ
 مؤمن قیامت کے دن اپنے مؤمن بھائی کی خاطر جو گرفتار و دوزخ ہو گا تقاضا کرے گا
 اہل ایمان کے کچے گیسے ہوئے بچے قیامت کے روز اپنے والدین کی شفاعت
 کرینگے ابن ماجہ میں روایت ہے ان السقط لیراغم ربہ اذا دخل البویہ النار فیدالی
 ایہا السقط المر اغم ربہ اذا دخل البویہ الجنة تحقیق کچا بچہ البتہ جہنم لیکرہ الیہ اپنے
 سے جس وقت اُسکے باب دوزخ میں داخل ہو گئے پس کہا جائیگا اسے کچے
 بچے اپنے رب کے ساتھ جہنم لے جائے گا اور اچانک کہہ دینگے باب جہنم میں
 وہ احکام جن کے ساتھ پروردگار نے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے
 دوسری جگہ قرآن مجید میں اور دن کے واسطے موجود ہیں۔ علیہا ان پیہم آجکون
 میں آنحضرت کو کفایت اور صبر اور ذکرین کی مجالست اور غافلون سے نفرت اور
 صلوٰۃ اور قربانی وغیرہ کا ارشاد ہوا ہے ویسا ہی مومنوں کے واسطے ان آیات
 میں حکم ہے وکفی اللہ المؤمنین القتال کافی ہے اللہ مومنوں کو لڑائی میں انا
 لمنصرم سنذا والذین آمنوا فی الحیوة الدنیا ولیرثوہم الاشرکاء تحقیق ہم البتہ
 مرد و کرین گے اپنے رسولوں اور ایمان لانے والے لوگوں کی زندگی دنیا میں
 اور جس دن کھڑے ہو گئے گواہ یا ایہا الذین آمنوا صبروا وصابروا ورا بطوا
 اے اہل ایمان صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ اور لگے رہو یا ایہا الذین آمنوا

اتقوا اللہ وکولوا مع الصادقین اسے اہل ایمان اور اللہ سے اور ساتھ رہ سچے
لوگوں کے ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل اور مت چلو ان لوگوں کی مرضی
پر جو گمراہ ہوئے اس سے پہلے ولا تطیعوا المرءضین اور مت پیروی کرو
مفسدون کے کام کی وافیہوا الصلوۃ والوا الزکوۃ قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوۃ
والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خلد اور اونٹ قربانی کے
ٹہرائے ہیں ہم نے تمہارے واسطے نشانی دین کی تمہارا اس میں بہلا ہے۔ دیکھو
جب ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور مؤمن ہیں ان امور میں
شامل ہیں پس اگر خطاب نبوی کو صاحب الہام بطریق اعتبار و اتعاظ اپنے حق میں
سمجھ تو کیا جائی ہے مگر صاحب اعتبار کے خود قائل ہیں صلوۃ میں فرماتے ہیں
(اگر قرأت میں اپنا بھی لحاظ کر لے کہ یا اللہ میرا بھی یہی حال ہے تو مضائقہ نہیں)
چونکہ اعتبار قاریوں کے حق میں آپ کے سلامات سے ہے اس لئے ہم نے ملہم
کے حق میں یہی تاویل کر دی۔ ورنہ اگر صاحب الہام ہی سمجھے کہ خاص مجھی کو خطاب
ہے تو شرعاً کچھ تباحث نہیں کتاب و سنت اور اقوال علماء امت سے کچھ اعتراض
پایا نہیں جاتا۔ **مغالطہ ۱۶۳** قرآن کے جو خطاب ہیں عام ہیں حاضرین
اور غیہ حاضرین اور مولود اور غیر مولود پر جب اس آیت کا خاص ایک شخص ہی خطاب
ہو گیا تو بالبدلتہ قرآن سے نکل گئے جب آیت قرآن سے نکل گئی تو تحدی و انکتم
فی رب ماکہ ٹوٹ گئی اور دعویٰ اعجاز قرآن کا نعوذ باللہ باطل ہوا کیونکہ ہم کہہ سکتے
ہیں کہ یہ آیت قرآن سے نہیں اور اسی آیت کا مقابلہ کر سکتے ہیں فندبر و انفس
ہدایہ مگر صاحب نے جہاں ان آیتوں کے الہام سے انکار کیا ہے
جن میں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اور بغیر دلیل نقلی کے اسکو منع بتلایا
ہے یہی عقلی دلیل بنیہ پیش کی ہے کہتے ہیں اگر قرآن ہے تو مخاطب قرآن کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمیں نہ اور کوئی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں تو پھر قرآن ہی نہیں وہی شعبہ لازم آئیگا قرآن کی تحدید و انکسار فی ریب عالما نہ ٹوٹ گئی کیونکہ آیت طہ سے جسکے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن سے اسکا مقابلہ کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کی مثل بعینہ ہے جسکے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یہاں نہی بڑے فخر اور ناز سے وہی شعبہ وارد کرتے ہیں ایسی برجستہ تقریر پر کیوں نہ اتراوین جناب کی دیگ علم کا سر جوش ہے آپ فرماتے ہیں مخاطب کے بدل جانے سے کلام بدل جاتی ہے کیا خوب ہوتا اگر یوں کہتے چنانچہ مکالم کے بدل جانے سے ہی کلام اور سو جایا کرتے ہیں اور جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے وہ کلام الہی نہیں پڑھتا بلکہ خود ایک فصیح کلام بنا کر فصاحت قرآنی کا مقابلہ کرتا ہے اور (معاذ اللہ) بجا کے استحقاق ثواب کے مستوجب عذاب ہوتا ہے) مولوی صاحب تبدیل مخاطب اور تخصیص عام کے سبب الفاظ قرآنی قرآن سے نہیں نکلتے اور قرآن کا غیر نہیں بنتے اگر مخاطب کے بدلنے سے کلام بدل جاتی تو عرب کے بڑے بڑے فصیح اور بلیغ مقابلہ سے کیوں عاجز ہوتے اسے ایک سورۃ نہ بن سکی اگر ایسا ہوتا تو وہ سارا قرآن اپنا بنا لیتے مثلاً ایک عورت مریم بنت خفصہ کو مخاطب کر کے کہتی یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک علی نساء العالمین یا مریم ائقنی لربک واسجدی واسرکعی مع المراکعین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعویٰ کرتے دیکھو ہم نے ویسی ہی آئین بنادی ہیں جیسے تم مریم بنت عمران کی شان میں لائے ہو اور ذرا سی بات میں فان لہم تفعلا ولن تفعلا کے دعویٰ کو توڑ دیتے یا ایک شخص محمد نام آج نبوت کا دعویٰ کرے اور اپنی شان میں یہ پسر ابا اعجاز آئین لاوے ماحمد الامر رسول قد خلت من قبلہ الرسل محمد رسول اللہ اور ایک کتاب بنا کر اس کے عنوان میں لکھے

ذلک الکتاب لاسیب فیہ وھذا کتاب انزلناہ مبارک لیدبرو آیتا
 ولیتذکر اولوالباب کتاب احکمت ایا تدرثم فصلت من لدن حکیم خبریہ
 اور اپنی کتاب کو مشرا الیہ پڑا دے کیا وہ مدعی نبوت اور اسکی کتاب سچی ہو جائیگی
 ہرگز نہیں قرآن مجید کے لفظوں میں اعجاز ہے تاوقتیکہ کوئی شخص الفاظ قرآنی
 کے سوا اور الفاظ جمع کر کے ایک سورت یا کتاب مثالی سکے نہ بناوے دعویٰ جھٹا
 و اعجاز قرآن کا نہیں **تو اما مغالطہ ۱۶۴** اور ایک روز دو شخص ایک کے
 روبرو لڑ رہے تھے وہ شخص منع کرتا تھا کہ تم لڑو نہیں وہ باز نہ آئے ایک
 نے دوسرے کا سر پوڑ دیا وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے الہام ہوا فقال لهم رسول
 اللہ نآقۃ اللہ وسقیانہا فکذبوہ فعقروہا فندم علیہم ربہم بذنبہم
 فسولہا ولا یخاف عقباہا پھر کہتا ہے میں تین روز متغیر رہا کہ بیان نآقۃ اللہ
 کون ہے پھر میں نے دیکھی صورت ایک کی الہام ہوا مذہ نآقۃ اللہ **ہدایہ**
 بیان قاعدہ اعتبار جاری کیا جائیگا گویا صاحب الہام کو ارشاد ہوتا ہے کہ تو ظالم
 کو ظلم سے منع کر نیوالا ہے یا تو منع کر لگا جیسا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو معتر
 نآقۃ سے منع فرمایا تھا اور ظالم و مظلوم کا وہی حال ہوگا جیسا انجام کار نآقۃ اور اسکے
 مارنے والوں کا ہوا تھا اب نبوت تو باقی نہیں رہی کہ صاحب الہام اپنے آپ کو
 نبی سمجھے صرف اعتبار اور الفاظ ہو سکتا ہے **مغالطہ ۱۶۵** علاوہ برین کسی صحابی
 یا تابعین سے ثابت نہیں کہ کسی نے دعویٰ الہام کا کیا ہو **ہدایہ مسئلہ**
 الہام کا حلت و حرمت کا مسئلہ نہیں جو اسکا ثبوت صحابہ اور تابعین سے ضرور ہونا
 چاہئے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اس دم تک اگر کسی نے ہی دعویٰ
 نہ کیا ہو اور آج ایک شخص متقی صالح صادق دعویٰ کرے جو مجھے الہام ہوتا ہے
 اور مجھے غیب سے آواز آتی ہے تو ہم اسکو سچا خیالینگے اور حکم شریعت تمام اہل

۱۶۴

۱۶۵

اسنام پر لازم ہے کہ اسکو سچا سمجھیں جناب پیغمبر خدا صلعم مومنوں کا اعتبار کرتے
 تھے اللہ جل شانہ فرماتا ہے ویومن للمومنین اگر کہو لا کہوں میں سے ایک شخص
 کس طرح اس رتبہ کو پہنچایا۔ ہم کہیں گے یہ امر اور غیبی ہے صاحب الہام کا اس میں
 کچھ اختیار نہیں تخت برحمتہ من لیشا واللہ ذوالفضل العظیم جزوی فضیلت
 ادنیٰ کو اعلیٰ نہیں ہو سکتی ہے اگر ملہیں سے کوئی خاص شخص آپ کے نزدیک لائق الہام
 نہیں تو اس شخص پر آپ اعتراض نہ فرما دیں آپ کو چاہئے ایک نالش صاحب
 ملکوت السموات والارض کے حضور میں اس مضمون کی دائرہ کرین اسے احکم انی
 تو عادل ہے کمترین کی عمر پچاس سے سجاوز کر گئی کہی دولت الہام سے اسکو
 حصہ نہیں ملا بلکہ آج تک یہ کیفیت ہی سمجھ میں نہیں آئی اور اس آخری زمانہ
 میں اس غلام کے ہمعصروں میں سے بعضوں کو تو نے اس دولت سے مالا
 مال کر دیا ہے۔ فدوی اپنے دل کی کیفیت کچھ عرض نہیں کر سکتا تو خود دانا بننا
 ہے جس طرح ہو سکے میرا انصاف فرما استغفر اللہ یہ آپ کے کہنے کی بات ہے جو
 (کسی صحابہ یا تابعین سے ثابت نہیں کہ کسی نے دعویٰ الہام کا کیا ہو) صحیح بخاری
 میں روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارے سے پہلے است بنی اسرائیل
 میں ایسے لوگ تھے جو غیب سے انکے ساتھ کلام کیا کرتی تھی باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے
 پس اگر میری است سے کوئی ویسا شخص ہو تو عمر ہو گا اور بیعتی میں ہے صحابہ
 کہتے ان الملک ینطق علی لسان عمر عمر کی زبانی فرشتہ بات کرتے ہیں اور فرما
 عمر کی زبانی سکینہ باتیں کرتا ہے اور طبرانی اس روایت کو مروی فرمایا ہے تسکینہ
 الملائکہ علی لسانہ کلام کرتے ہیں فرشتے صاحب الہام کی زبانی بلکہ صحیح روایت
 سے ثابت ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ پر آیات قرآنی کا نقل از نزول الہام
 ہوا کرتا تھا آپ مامنین یا نہ مامنین ہم پر نیت اظہار حق و روایات نقل کرتے ہیں۔

لے احسن اللہ
 بنیالہ کان فی حقہ
 عدلش وان یقین فی
 عدلش احسن اللہ
 ایضا کہیف
 قالوا رسول اللہ
 عدلش قال نعم اللہ
 علیہ السلام قال اللہ
 انما وہ حق

صحیح بخاری میں ہے اجتماع لساء النبی صلعم فی الغایۃ فقلت عسی سر بلہ
ان طلقن ان یمدله ازواجہا خیرا منکن فنزلت کذلک اکیثہ ہو کر زور
ڈالا حضرت کی بیویوں نے حضرت پر عمر کہتے ہیں پس میں نے کہا امید ہے پروردگار
ہم سکا اگر وہ تمہیں طلاق دے تمہارے عوض اور عورتیں دے تم سے بہتر پس
اللہ جل شانہ کی طرف سے یہی آیت نازل ہوئی اور ابن ابی حاتم نے انس سے روایت
کیا ہے قال قال عمر و افقت ربی اذ وافقتی ربی فی اربع نزلت ہذا الاية
کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر نے موافق ہوا میں اپنے رب سے چار چیزوں
میں نازل ہوئی یہ آیت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین کہا
حضرت عمر نے فلما نزلت پس جبکہ نازل ہوئی یہ آیت قلت میں نے کہا فتبارک
اللہ احسن الخالقین پس پروردگار نے نازل کیا فتبارک اللہ احسن الخالقین
اور روایت کی عبد الرحمن ابن ابی لیلی نے ان یہود یا لقی عمر بن الخطاب فھا
ان جابرئیل الذی ینذکرمصاحبکم عد ولنا فقال عمر من کان عد واللہ و
ملائیکتہ ورسلاک و جابرئیل و میکال فان اللہ عد و لکمافرین قال فنزلت
على لسان عمر تحقیق ملا ایک یہودی عمر بن الخطاب سے پس یہودی نے کہا فرشتہ
جبرئیل جبکہ ذکر کیا کرتے ہیں تمہارے صاحب ہمارا دشمن ہے پس حضرت عمر نے
کہا۔ من کان عد واللہ و ملائیکتہ ورسلاک و جابرئیل و میکال فان اللہ عد و
لکمافرین پس نازل ہوئی آیت جیسی کہ عمر کے زبان سے نکلی تھی ہم کہتے ہیں کہ حضرت
کی بشارت عمر فاروق کے حق میں پوری ہوئی اسرار غیب انکی زبان پر جاری ہوئے
ملائیکہ اور سکینہ انکے منہ نہ پڑے کے بولے کیونکہ بغیر الہام غیبی کے ایسے کلام کا بنانا
ناممکن و محال شرعی ہے علاوہ برین تا صاحب نے چند وجہ سے ان آیتوں کا عمر و
الہام ہونے سے انکار کیا ہے ہم ہر ایک شبہ کو مع جواب لکھتے ہیں (وجہ اول)

۱۶۶

مغالطہ ۱۶۶ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ مجبوراً مطلق الہام آیات کا انکار نہیں کیا معنی کہ الہام چیز سے در دل انداختن ہے اگر کسی کے دل میں کوئی آیت یاد آجائے تو مضائقہ نہیں **ہدایہ** (یاد آنے کا) اطلاق اس جگہ کر سکتے ہیں جہاں ایسی صورت ہو کہ ایک آیت نازل شدہ کسی شخص کو اول یاد تھی پھر بھول گیا اب دوبارہ اسکو یاد آگئی ہم وہ مثالیں لکھ چکے ہیں جن میں حسرت ہے کہ ہنوز آیتیں نازل نہ ہوئی تھیں اور امیر المومنین عمرؓ پر انکا الہام ہوا (وجہ دیکھ)

۱۶۷

مغالطہ ۱۶۷ قبل از نزول قرآن یہ کلمہ اسکو القا ہوئے قرآن کا القا اسکو نہیں ہوا کیونکہ قرآن اسوقت نہیں تھا جب وحی رسول اللہؐ پر لیکر آیا تب کلام الہی تھا **ہدایہ** قرآن مجید حضرت پر نازل ہونے سے پہلے ہی کلام الہی تھا اور کلام معجز تھا حضرت پر نازل ہونیکے سبب اعجاز کی صفت اس میں پیدا نہیں ہوئی کیا قرآن مجید بشر پر آنے کی جہت سے اعجاز کی صفت رکھتا ہے نہیں بلکہ کلام الہی ہونیکے سبب وہ معجز ہے اور قرآن مجید اسوقت سے کلام الہی ہے جنوقت رسول کریم صلعم نبی ہو کر دنیا میں نہ آئے تھے اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن مہینہ رمضان کا بیسویں حصہ اتارا گیا ہے قرآن۔ انا انزلناہ فی لیلة القدر ہم نے نازل کیا قرآن کو شب قدر میں بلکہ حضرت پر نازل ہونے سے پہلے ایک ہی رات میں جو ماہ رمضان کی شب قدر تھی سارا قرآن ایک ہی دفعہ لوح محفوظ سے نچلے آسمان پر جسکو سماء دنیہ کہتے ہیں نازل ہوا اور سماء دنیہ پر نازل ہونے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا فرمایا اذ انزلنا قرآن کریم فی کتاب مکنون بشیك یہ قرآن ہے عزت والا لکھا ہوا چھپرے پر کتاب (لوح محفوظ) میں بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ بلکہ وہ قرآن ہے بزرگ (لکھا ہوا) لوح محفوظ میں۔ فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة پاکیزہ سفرۃ

کرامہ جو سترہ قرآن مجید لکھا ہوا ہے بیچ اوراق کے جو عزت والے ہیں بلند اور پاک
 جو ہاتھوں میں ہین کا تہون بزرگ اور نیک کے اور روایت کی ابن النضرین اور
 ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اور صحیح کہا ہے اسکو ابن ابی حاتم نے
 اور روایت کیا ہے ابن مردوینی نے اور سہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی
 اللہ عنہ سے آیت انا انزلناہ فی لیلة القدر کی تفسیر میں قال انزل القرآن فی
 لیلة القدر جملة واحدة من الذکر الذی عند رب العزرة حتی وضع
 فی ببيت العزرة فی سماء الدنیا ثم جعل جبریل یُنزل علی محمد بجواب کلام
 العباد واعمالهم فرمایا ابن عباس نے نازل ہوا قرآن شب قدر میں ایک ہی
 رات میں سارا اُس کتاب میں سے جو پاس رب العزت کے ہے یہاں تک جو کہا
 گیا بیت العزت میں جو پچھلے آسمان میں ہے پر جبریل لیکر اُترے رہے محمد صلعم
 پر بندوں کی باتوں اور عملوں کے جواب۔ ملا صاحب آپ ہی انصاف فرماویں
 کہ جس صورت میں متکلم نے اپنے علم میں کسی کو مخاطب ٹھہرا کر ایک کلام کی اور اپنے
 دفتر میں لکھ رکھی مگر اپنے قاصد کی زبانی مرسل الیہ کو نہ پہنچائی کیا جب تک وہ
 کلام قاصد کے ذریعہ سے نہ پہنچائی جائے وہ اُس متکلم کی کلام نہ کہلائگی کیا اچھی
 عقل کا یہی متقنا ہے یا آپ ضد میں آکر ایسی باتیں کرتے ہیں ام تاہم احلا
 مہم بھلا ام ہم قوم طاعون اگر یہ قاعدہ تسلیم کیا جاوے کہ جب تک کلام
 بواسطہ رسول ادا نہ کی جاوے وہ متکلم کی کلام نہیں ہو سکتی، تو لازم آئیگا کہ سچے
 قرآن مجید اور قریمت و زبور و انجیل اور ان صحائف کے جو بواسطہ جبریل امین انبیا
 علیہم السلام پہنچائے گئے ہیں اور کچھ کلام الہی نہ ہو حالانکہ پروردگار فرماتا ہے
 قل لو کان البحر ملاء الکلمات لانی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی
 ولو جئنا بمثله مددا تو کہہ اگر سمندر ہو سیاحی واسطے (لیکن) میرے رب کے

باتوں کے البتہ نہٹ چکے سمندر پہلے ختم ہونے میرے رب کی باتوں کے اگر دوسرا
 بھی لاوین ہم ویسا ہی اُسکی مدد کو۔ افسوس آپ فرستے ایسے قواعد وضع کرتے ہیں جو
 صحیح آیتوں کے مخالف ہیں (وجہ سوم) **مغالطہ ۱۸** یہ بات کہیں سے ثابت
 نہیں ہوتی کہ اُن لوگوں کی یہی کلام تھی اور اللہ تعالیٰ نے بعینہ ہی اُن کی کلام ہی **ہذا**
 کیونکہ انہیں صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ جو اُن لوگوں کی کلام تھی اللہ تعالیٰ نے
 بعینہ وہی نازل فرمائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا صلعم کے ازواج مطہرات سے
 کہا عسی سربہ ان طلقن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن فزلت کذلک پس
 اسی طرح الفاظ نازل ہوئے اور فرماتے ہیں میں نے کہا فبارک اللہ حسن الخالقین
 پس اسی طرح خدا نے نازل فرمایا اور عبدالرحمن نے اس مطلب کو بصراحت تمام ادا
 کیا ہے فرماتے ہیں ففزلت علی لسان عمر آیت اُن الفاظ سے نازل ہوئی جو الفاظ
 عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوئے تھے اُن روایتوں سے اُن الفاظ رجوع کرنے کی
 زبان پر جاری ہوئے تھے) اور آیات کے ایک ہونے میں کچھ شک نہیں رہتا آپ
 دانستہ ایسی مثالیں لائے ہیں جن میں احتمال باقی رہے اور بعلم دہو کا کہا میں (وجہ
 چہارم) **مغالطہ ۱۹** وہ کلام جو اُنکے موندہ سے نکلی اُنکے اُن تری ہوئی نہیں تھی
 اور کسی کتاب میں لکھی ہوئی نہیں تھی بطور بولی اپنی کے اُنہوں نے اپنے موندہ سے
 نکالی **ہذا** کیا خوب آپ اس بات کے ہی قائل ہیں جو ایک عرب کا رہنے
 والا آدمی اپنی بولی اور محاورہ کے موافق قرآن مجید کی سی آستین بنا سکتا ہے۔ این
 کار از قواید و مردان چین کنند۔ آپ ابھی دہائی دیتے تھے کہ جو آستین قرآن مجید
 میں نازل ہو چکی ہیں اور لوگ لاکھ دفعہ اُنکو پڑھ بھی چکے ہیں اُن آیتوں کا بھی الہام
 اور القا ہونا جائز نہیں کیا وجہ جو الہام کے سبب وہ آیت قرآنی نہ رہیگی اور یہ
 قباحست لازم آئیگی جو وہ الہام اعجاز میں آیت قرآنی سے مقابلہ کر سکتا ہے اب خود پر

بات کے مقرر ہو گئے کہ لوگوں کی بے تکلف بول چال کہی قرآن مجید کی سہی ہوتی تھی۔

من حضرت کا حنیہ وقع فیہ اس صورت میں اعجاز قرآن مجید کا باطل ہو گیا جو چاہے

ویسی کلام بنائے اور ایک سورۃ کیا پس اس سورۃ میں مرتب کر کے فاقوا البسورۃ من مثله

کا مقابلہ کرے۔ **مغالطہ ۱۰** اگر کسی نے دعویٰ کیا ہی ہو اور کوئی صحاح سے

مناسبت کر دے تو سپر ہی یہ اعتراض آویگنا خواہ صحابہ ہو یا تابعین وغیرہم **ہدایہ**

بضم ہدایت نمبر (۱۲۴) بحث متحدی داعیانہ میں ہم اس اعتراض کا جواب مفصل لکھ

چکے ہیں ملاحظہ کو صحابہ اور تابعین کی طریقہ پسند نہیں اس لئے بڑی جرات سے اُن پر

اعتراض کرتے ہیں اور بڑی نفرت سے کہتے ہیں (خواہ صحابہ ہو یا تابعین وغیرہم)۔

مغالطہ ۱۱ اس مقام پر اگر کوئی تعاقب کرے کہ صحاح ستہ میں وارد ہے

رسول اللہ صلعم بوقت افتتاح صلوۃ آئینہ و جہت وجہی الیک اخیر تک پڑھتے

تھے اور اپنی کلام سے مانتے تھے اگر رسول اللہ صلعم اپنے آپ کو متکلم ٹھہراتے تھے تو

اسپر ہی اعتراض وارد ہوتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ قرات قرآن کی نماز میں یا غیر نماز

میں نفلًا و حکایت ہے۔ **ہدایہ** واہ یہ حافظہ اور دعویٰ اجتہاد کا انی وجہت

وجہی للذی فطر السموات والارض کو آپ وجہت وجہی الیک کہتے ہیں۔

برین خوار می اسید ملک داری اگر کوئی شخص بوقت دعا اور سوال کے یا بنیت اظہار

عجز اور خلوص کے وہ آئین جن میں اس قسم کا مضمون ہو پڑا ہے اور اپنے آپ کو مراد کرے

تو عند الشرح بے شبہ جائز ہے جب جناب رسول اللہ صلعم مقام دعا اور تضرع میں آیات

قرآنی پڑھتے اپنی ذات مبارک کو مراد کہتے چنانچہ اُن روایات سے جن میں اس قسم

کی دعاؤں کا ذکر ہے ہمارے بیان کی صداقت پائی جاتی ہے ملاحظہ کا قول رکہ

قرات قرآن کی نماز میں یا غیر نماز میں نفلًا و حکایت ہے) صحیح ہے مگر دعا اور تلاوت میں

فرق ہے تلاوت اور قرات کے وقت جو کچھ پڑا جاتا ہے وہ برسبیل حکایت ہوتا ہے

۱۱

۱۲

بر خلاف دُعا کے دُعا اور سوال کے وقت اگر دُعا مانگنے والا آیت متضمن معنی دُعا بطور
 حکایت (غیر شخص کا قصہ سمجھ کر، پڑتا رہا ہے اور اپنے آپ کو مراد نہ رکھے تو فرمایا
 کیا فائدہ مقام افتتاح سلوۃ دُعا اور تسبیح و تہجد کی جگہ ہے نہ تلاوت اور قرأت کی
 جناب رسول اللہ صلعم جب قربانی کرتے بہ نیت انگار و انظار اخلاص کے یہی آیت
 (وجہت وجہی) پڑھتے اور نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ نماز تہجد میں تمام
 رات جناب پیغمبر خدا صلعم ایک ہی آیت پڑھتے تھے ان بعد لہم فالنہم عبادک
 وان تغضلہم فانک انت العزیز الحکیم حضرت شفیع المذنی گنہگار ان امت کے
 حق میں دُعا کرتے تھے اور کہتے تھے اگر تو انکو عذاب کرے پس تحقیق وہ تیرے
 بندے ہیں اور اگر تو مغفرت کرے انکے لئے پس تحقیق تو بے زبردست حکمت والا
 حالانکہ پروردگار نے قرآن مجید میں خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کلمات
 سے میدان حشر میں تضرع اور دُعا کریں گے اور صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں ایک روایت
 ہے جس سے ہمارا مطلب کمال مراحت سے ثابت ہوتا ہے وان انا ساء لوجدہ لہم فی
 الشمال فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیداً وادامت فیہم قاسا
 تو فیتی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید ان بعد لہم فالنہم عبادک
 وان تغضلہم فانک انت العزیز الحکیم اور تحقیق کچھ لوگوں کو کپڑ کر بائیں طرف لہجائیے
 یعنی قیامت کے دن بس میں کہو گناہ کیا کہا خدا کے نیک بندہ رعیسی علیہ السلام ہے
 میں انکا شاہد حال تھا جب تک میں امن میں موجود تھا پس جب تو نے مجھے اٹھایا تو ہی تھا
 نگہبان ان پر اور تو ہر چیز پر حاضر ناظر ہے اگر تو ان کو عذاب کرے پس وہ تیرے بندہ
 ہیں اور اگر تو مغفرت کر دے پس تو ہی غالب حکمت والا اور جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا
 لم یدع بھما رجل مسلم فی شیء الا استجاب لہ سواہ احمد والترمذی دوعائے
 یونس علیہ السلام جو آیت کریمہ کے نام سے مشہور ہے نہیں پکا راستہ اس کے کسی مسلمان

شخص نے مگر قبول ہوا واسطے اسکے۔ روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے پروردگار
 نے یونس علیہ السلام کے قصہ میں حکایت کیا اس دُعا کا ذکر فرمایا ہے اور آنحضرت تمام
 دعا کر نیوالے مسلمانوں کو اسکی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا اسمِ عظیم
 ہے۔ اور جنگ خیبر میں جب آپ دشمنوں کی سرزمین میں جاؤ تو اسوقت یہ کلمات
 فرمائے اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا لِبَاحَتِهِ قَوْمٍ فَنَاءُ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ تَحْقِيقُ جَبُوقَتِ سَمِ آں
 اُترتے ہیں کسی قوم کے میدان میں پس مصیبت کا دن نکلتا ہے ڈرائے گئے لوگوں
 پر۔ قرآن مجید میں شکر کا نام لکھ کر کوہِ عید ہے تم عذاب الہی پر دلیری مت کرو ہمارا عذاب
 ایسا ہے اِذَا نَزَلْنَا لِبَاحَتِهِمْ فَنَاءُ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ جَبُوقَتِ اُتر پڑے گا عذاب اُنکے
 میدان میں پس بری مصیبت کی صبح ہوگی ڈرائے گئے لوگوں کی اصل آیت میں لفظ
 نَزَلْ غَائِب کا صیغہ تھا جسکا فاعل ہے عذاب آنحضرت نے نزلنا جمع منکلم کا صیغہ
 فرمایا اور ضمیر جمع کو فاعل بنایا اور ایسا ہی لفظ ہم (ضمیر جمع مذکر غائب) کو جو راجع سے
 طرف کفار کے حذف کر کے اُسکی جگہ قوم فرمایا اور اہل خیبر کو مراد کہا۔ اور خلیفہ ثالث
 امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے بحالت محاصرہ دیوار پر سے سرنگا لکر باغیوں کو مخاطب
 کر کے فرمایا یَقَوْمَ کَلِیجٍ مِنْ کُم شَقَاقِیْ اِنْ یَصِیْبَکُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمِ
 هُودٍ اَوْ قَوْمِ صَالِحٍ وَاَوْ قَوْمِ لُوطٍ مِنْکُمْ بَعِیْدٌ رَوَاهُ ابْنُ اَبِی شَیْبَةَ اے میری قوم نہ کہناؤ
 میری ضد سے ایسی چیز جس سے پہنچے تمکو (عذاب) جیسا پہنچا نوح علیہ السلام کی قوم اور
 ہود کی قوم اور صالح کی قوم کو اور لوط علیہ السلام کی قوم تم سے کچھ دور نہیں روایت
 کیا ہے اسکو ابن ابی شیبہ نے۔ قرآن شریف میں ہے کہ ضعیب علیہ السلام نے اپنی
 قوم کو اِس سے مخاطب فرمایا تھا اور خلیفہ ثالث نے محمد بن ابی بکر اور اُنکے ساتھیوں
 کو خطاب کیا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے بیعت
 کے پیچھے یہ بات کہی بَالِغَةُ اِیْدٍ یَا وَلَدِ تَبَالِغِ قُلُوبِنَا اُسکے ساتھ ہمارے ہاتھوں

بیعت کی ہے اور ہمارے ولوں نے بیعت نہیں کی آپ نے سُنکر فرمایا میں نکلتا
 فَاَمَّا نِيكَتٌ عَلَيَّ فَسَدَ وَمِنْ اَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيَّهِ اللّٰهُ فَسَيُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيْمًا پس جو
 شخص عہد توڑیگا پس سوائے اسکے نہیں کہ بعد عہد ہی کر لیا اور پُرس اپنے کے اور جو
 کوئی پورا کرے جبراً قرار کیا اللہ سے وہ دیگا ثواب اُسکو بڑا بہت بیعت الرضوان
 والوں کے حق میں نازل ہوئی تھی خلیفہ چہارم نے اپنی بیعت والوں کے حق میں بڑی
 صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے کسی شخص کو ایک مسئلہ میں فتویٰ دیا
 اور اُس شخص کو کہا جاؤ حضرت ابن مسعود کے پاس وہ بھی میرے فتویٰ کے موافق فتویٰ
 دیگا جب وہ شخص ابن مسعود کے پاس آیا اور ابو موسیٰ کی بات اُسکو سنائی ابن مسعود نے
 کہا قَدْ ضَلَلْتَ اِذَا مَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَقْضِ فِيْهَا بِمَا قَضَىٰ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْدُ
 یعنی تحقیق گمراہ ہو جاؤں میں (اگر ابو موسیٰ کے موافق فتویٰ دون) اور نہ ہوں میں
 راہ پانچواں میں سے میں حکم کرو لگاؤ وہ جو حکم کیا رسول صلعم کو یکھو قرآن میں قد ضللت
 کے متکم رسول اللہ ہیں اور ابن مسعود نے اپنے آپکو متکم کر دیا۔ قرآن و حدیث میں
 ایسی مثالیں بہت پائی جاتی ہیں اگر سب کو لکھیں تو ایک دفتر بجائے ناظرین کو یاد
 ہوگا ہمارے ملا صاحب نے پہلے یہ قاعدہ وضع کیا تھا جو سب ذکر اور دعا تو فیقی ہیں
 یعنی انہیں الفاظ کے ساتھ دعا کرنی جائز ہے جو الفاظ قرآن و حدیث میں آگئے
 ہوں مثلاً لا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اب فرماتے ہیں کہ
 دعا مانورہ پڑھتے وقت اگر کوئی شخص اپنے آپکو مراد کہہ گیا تو گنہگار ہوگا مثلاً سبنا
 ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ سراب الیٰ ہستی
 الضّر وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ سراب لا تذا مری فی فردا وَاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِيْنَ۔
 جو شخص ان دعاؤں کو پڑھے تو یہ سمجھے کہ میں جعفر صادق ام اور حضرت ابوب اور حضرت
 زکریا علیہم السلام کا قصد بیان کرتا ہوں اور اپنے لئے جناب الہی سے کچھ نہیں چاہتا

غرض دعائے ماثورہ وغیرہ سب سے لوگوں کو روکتے ہیں ہم ایسے مجتہد کے
حق میں دُعا کرتے ہیں جو خدا اُسکو بدائیت کرے **مغالطہ ۱۷۲** ایسا ہی
اور بعض اوجیات حکایتا ہی ہیں جیسا کہ النبیات کیونکہ اگر حکایت نہ ہو تو النبیات میں
نہا و خطاب واقع ہے جیسا کہ السلام علیک ایہا النبی اور خطاب حاضر کو ہوتا ہے رسول
اللہ صلعم حاضر نہیں بلکہ حیات ہی نہیں اگر اُسکو حکایت شب معراج کا پڑنا نہ مقرر کریں
تو اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں ایک۔ خطاب غیر موقع دوم کلام فی الصلوۃ بیغیر
صلوۃ ہے اس واسطے علامہ نے تصریح کی ہے کہ اسکا پڑنا حکایت ہے اس مسئلہ کو
شیخ عبدالحق نے اپنی تصانیف میں مصرح لکھا ہے **ہدایہ** ملا صاحب آپکو اوشیخ
عبدالحق کو کیونکر معلوم ہوا کہ شب معراج میں بطور لاز و نیاز کے الفاظ النبیات کے پڑے
گئے تھے اور اب تمام امت محمدی کو بطور حکایت پڑھنے کا حکم ہے شاید آپ اوشیخ صاحب
اردلی میں۔ آنحضرت کے ساتھ گئے ہو گئے چشم دیدہ حال آپ بیان کرتے ہیں ورنہ اگر
قصہ کی صداقت پر کوئی سند معتبر لائی آپ تو صحاح پر عمل کرنا لے ہیں کسی صحیح سند
سے ثابت کیجئے نہ ہو سکے تو روایت حسن یا ضعیف ہی لائیے مگر اتنا خیال رہے جو کتاب
مستد اولہ حدیث کا حوالہ دیا جاوے ورنہ شیخ جیسے متاخرین کا قول سند نہیں ہو سکتا دراصل
بہت قصہ بالکل غلط ہے کسی محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا ایسی بے اصل
بات کا نقل کرنا گویا اللہ اور رسول پر بہتان باندھنا ہے۔ آنحضرت فرماتے ہیں کفی بالمرء
کن بان یحدث بکل ما سمع آدمی کی دروغگوئی کی بہہ کافی علامت ہے جو کہ
کسی سے نہیں سوائے اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آدمی بازاری گویا
کا اعتبار نہ کرے اور افواہی باتوں کو نقل نہ کرتا پھر ہے۔ لوگ ناقل کے اعتبار پر
ہمں باشا کو سچ جانتے ہیں حالانکہ دراصل وہ بات جھوٹی ہوتی ہے۔ ملا صاحب نے
کسی معراج نامہ پڑھنے والے سے یہ قصہ منکر نقل کر دیا ہے اور دل میں سمجھ لیا

(افواہ خلق لغاۃ خلا) ایسی مشہور بات کی کچھ تو اصل پہنچی صحیح بخاری میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم ہم لوگوں کو قرآن مجید کی طرح التحیات سکھاتے اور ہم آنحضرت کے ایام حیات میں السلام علیک ایہا النبی کہتے تھے اور بعد وفات کے السلام علی النبی کہنے لگے۔ پہلا اگر صحابہ کرام بر سبیل حکایت پڑھتے ہوتے آکاف خطاب کو کیوں ترک کرتے نقل میں تصرف جائز نہیں ہوتا باقی جواب یہ ہے کہ جو لوگ بعد رحلت حضرت رسالت مآب کے السلام علی النبی بغیر کاف خطاب کے پڑھتے تھے ان پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا نہ غائب کو خطاب نہ کلام فی الصلوۃ اللہ یا ران نبی صلعم میں سے جو لوگ یا یا م قیام دینا اور نیز بعد از رحلت بطرف ملاذ اعلیٰ کاف خطاب سے السلام علیک کہتے رہے ان پر آپ معترض ہو سکتے ہیں۔ پس انکا جواب یہ ہے کہ بے شک نماز میں کلام کرنا منع ہے مگر جہاں اللہ اور رسول کا حکم ہو وہ کچھ مضائقہ نہیں بلکہ وہ بولنا ہی عین عبادت ہے چنانچہ ابی بن کعب نماز پڑھتے تھے اور آنحضرت نے اُنکو آواز دی حضرت ابی اپنے آپکو معذور جان کر جھکے ہوئے تھے نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت شریف ہوئے اور عذر بیان کیا آنحضرت نے فرمایا تو نہیں جانتا اللہ جل شانہ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا استجبوا للہ وللرسول اذا دعا کہ اے اہل ایمان! ان کرو تم اللہ اور رسول کے سامنے جو وقت وہیں پکاریں ایسا التحیات میں اگر تکلم یا با جاتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں یہ دعا خود رسول اللہ صلعم نے قرآن مجید کی طرح لوگوں کو سکھائی ہے جب رسول خدا اجازت گفتگو کی دین تو بہر مانع کون ہے رہا خطاب غائب یا میت اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک حقیقت رسول خدا صلعم حاضر اور زندہ نہیں ہیں مگر حکما میں البراد وادھر بہیقی روایت کرتے ہیں ما من احد یسلم علی احد الا رد اللہ علی روحی ارحہ علیہ السلام جب کوئی شخص مجھ کو سلام کہتا ہے اسوقت اللہ جل شانہ میری روح مجھ پر لوٹاتا ہے اور میں اسکو جواب سلام دیتا ہوں

پس جبکہ ہمارا اسلام آپ کو پہنچ جاتا ہے اور آپ کو جواب بھی دیتے ہیں تو یہ خطاب
 غیر محل نہ ٹھہرا اور دوسری روایت میں ہے ان للہ ملائکتہ سیاحین فی الارض
 یبلغونی من امتی السلام رسواۃ النسانی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصحیحہ
 تحقیق اللہ کے فرشتہ ہیں سیر کر نیوالے زمین میں منجہ کو پہنچاتے ہیں میری امت
 کی طرف سے سلام روایت کیا اس حدیث کو نسائی نے اور ابن حبان نے روایت کیا
 اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا ان دونوں حدیثوں کی رو سے اگر کوئی
 شخص نماز میں یا خارج از نماز بوقت درود یا سلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب سمجھے
 تو بیشک جائز ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بجالت خطبہ منبر پر
 چڑھ کر صحابہ کبار کے ایک جماعت کے رو برو گوگون کو التحیات پڑھاتا تھا اور اس میں
 لفظ سلام کا خطاب کے ساتھ یعنی السلام علیک سکھایا کسی صحابی نے اس پر
 انکار نہ فرمایا گو با تمام صحابہ کا اس پر اتفاق اور اجماع ہوا جائے حیرت ہے کہ ملا صاحب
 اجماع صحابہ پر اعتراض کرتے ہیں اور ہر اس سے بڑھ کر فرماتے ہیں (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم)
 حاضر نہیں بلکہ حیات ہی نہیں ناظرین انصاف پسند ملا صاحب کے ان دونوں اعتراضوں کو
 زیر نظر رکھ کر اس قصیدہ نعتیہ کو ملاحظہ فرما دیں جواب نے اپنے رسالہ کے اخیر میں انکار
 کیا ہے اس میں کہیں آپ سلام سے آن حضرت کو مخاطب کرتے ہیں کہیں اور کلام سے
 ہی کوئی پوچھے یہ خطاب کس قسم کا ہے۔ اگر شعر گوئی کے وقت حقیقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 حاضر اور سمیع جا کر مخاطب کرتے ہو تو شرک صریح لازم آئے گا آخر یہی کہو گے ہم نے
 شعرا کے قاعدہ کے موافق رسول اللہ کو حاضر و سمیع فرض کر لیا ہے گو حقیقتاً ایسا نہیں
 پس جو کام بتقلید شعرا آپ کے لئے جائز ہو جاتا ہے کیا با تباع سنت سینہ نبویہ اور
 باقتدار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمارے اور آپ کے حق میں جائز نہیں ہو سکتا
 ملا صاحب نے اس قصیدہ میں شاعری کا بڑا زور دکھایا ہے سچ پوچھو تو گویا شاعری

کی ٹانگ توڑی ہے نظم ناموزون قافیہ نثار و بہت سے عربی الفاظ غلط ہیں اس موقع پر
اگر پورا تعقب کریں تو ایک ایسی ہی اور کتاب بنجاوے چونکہ ہمارے بحث سے بہت
خارج ہے اور ناظرین رسالہ کے اوقات بوقت مطالعہ ناحق ضائع ہوگی اس لئے ہم صرف
اُن غلطیوں کا ذکر کرتے ہیں جو احکام شرعیہ کے خلاف ہیں مثلاً کلمات شرک تزیئہ
نفس تفسیل اہل سنت والجماعت تاکہ طالبان حق کلمات شرک زبان پر نہ لادیں
اور ایہ دین کو منسوب بضالالت نہ کریں اور ملا صاحب جیسے اپنے مونہ سے میان مٹھوئیں
ہیں دیے ہی انہیں معصوم صفت نہ سمجھ بیٹھیں بلکہ اس آیت کریمہ کا لحاظ رکھیں واللہ اعلم
یتبعہم العاقبۃ والی تولد والہم یتھولون مالا یفعلون شاعروں کی پیروی کرتے ہیں ہکے
ہوئے لوگ اور شاعر وہ بات کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اول آپ بسیم اللہ کرتے ہی فرماتے ہیں
بحان و دودہ دانش نرود نشوونما یک ز نور علم و عمل کرد گوہر مہر مکتبا یک سکو فاندان عقل
و دانش میں ترقی بخشے علم کامل اور اعمال صالح کے نور سے میرا وجود دیکتا اور تمام زمانہ
میں بے نظیر کر دیا سبحان اللہ ہم ایسے اور ہم ایسے فاندان دانش کون جبگو آپ خود
ہی گرفتار شرک اور بدعت جانتے ہیں اور ہمیشہ رتو کرتے ہیں کج وہی آپ کی ذات پر
صفات کے سبب علم و دانش کا گہرانہ اور جائے فخر ہو گیا خیر ہمیں اس سے کیا غرض
نیک ہوں یا بد ان آیات قرآنی اور ملا صاحب کی لن تزلزل کو دیکھنا چاہئے اللہ جل شانہ
فرماتا ہے ہوا علم یکم اذا انشاکم من الارض واذا انتم اجنتہ فی بطون
امہا نکم فلا تزلزلنکم ہوا علم من انقی وہ غرب جانتا ہے تمکو سو وقت سے
جب سے تمہیں پیدا کیا زمین میں سے اور جبکہ تم تھے بچے اپنی ماؤں کے پیٹ میں
بس پاک ٹہرا تم اپنے آپکو وہ خوب طرح جانتا ہے اُن لوگوں کو جو شقی ہیں اور فرمایا
اللہ تعالیٰ الذین یزکون انفسہم بل اللہ یزکی من یشاء کیا نہیں دیکھا تو نے
اُن لوگوں کی طرف جو پاک بتلانے میں اپنے آپکو بلکہ اللہ ہی پاک کرتا ہے جبکہ چاہتا

ہے۔ دیکھو یہ شعرا ان آیات کے خلاف ہے یا نہیں جس بات سے خداوند کریم نے
 روکا ہمارے بہادر شاہ نے اُسی کا دعویٰ کیا کالا سے بدبریش حادند و دوسیم آگے
 چلکر کہتے ہیں یا نہیہ کفر و ضلالت راہ فسق و فجور یا بہ پیری و جوانی بری نمود و جداء
 کفر اور گمراہی کے جھگل اور فسق اور فجور کی راہ سے بڑھاپے اور جوانی میں بری اور جداء
 رہا ہوں۔ تھرا ح میں لکھا ہے فسق بیرون شدن بندہ از فرمان پس جس نے حکم سے
 باہر قدم رکھا نا فرمان اور گنہگار ہوا آکھو کمال علم و عمل کے سوا عصمت کا بھی دعویٰ ہے
 فرماتے ہیں کہیں ہم نے گناہ نہیں کیا کہیں عقائد باطلہ کے سبب گمراہ نہیں ہوئے
 جیسے ہوش سنبھالا سنبھلے ہی رہے ابنای علیہم السلام معترف بذنوب تھے معافی مانگتے
 رہے اور خداوند کریم نے انکو مغفرت کی خوشخبری دیکر تسلی بخشی چنانچہ فرمایا لیغض
 لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر تاکہ اللہ بخشے تیرے اگلے پچھلے گناہ باقی
 تمام اہل ایمان خائف ہیں اپنے گناہوں سے ڈرتے ہیں توبہ کرتے ہیں معافی چاہتے
 ہیں وہ چاہے بخشے یا کپڑے وہ کون ہے جو کہیں دائرہ حکم سے باہر نہیں نکلا اگر لاکھ
 اپنے نفس سے ایسا ہی حسن ظن رکھتے ہیں جیسا انہوں نے بہان بیان فرمایا ہے تو
 غالباً توبہ و استغفار بھی نہ کرتے ہو گئے اسی اپنے رسالہ کے اول میں لکھتے ہیں کہ
 جب مجھے رسالہ قول سدید ہاتھ آیا تب طریقہ عمل بالحدیث نصیب ہوا اور رسالہ حمویہ
 دیکھ کر وہ باطل عقائد زائل ہوئے جو مدت العمر سے نقش خاطر تھے یہ دونوں رسالہ
 جناب کو اس بڑھاپے کی عمر میں دستیاب ہوئے ہیں واللہ اعلم بہر کس وجہ سے ایمان
 جوانی کی نیک نیتی اور ضلالت کی نفی جلتا ہے ہیں کیا عقائد باطلہ جو مرکوز خاطر تھے وہ
 ضلالت نہ تھی ستیم ان شعرون میں آپ تمام اہل سنت والجماعت کو گمراہی سے
 منوب کر کے فرماتے ہیں بجان نفور ز اہل مذاہب شتی۔ کہ غرق بحر ضلال اندھ قرق ناز و
 نہ شافعی نہ حنفی نہ مالکی مذہب نہ نقشبندی و چشتی دنی کنذا و کذا۔ کہتے ہیں ہمیں بدل

و جان نفرت ہے مختلف مذہبوں سے جو گمراہی کے دریا میں غرق ہے اور
 ہوائے نفسانی کی آگ سے جلے ہوئے۔ نہ میں شافعی ہوں نہ حنفی نہ مالکی مذہب۔ نہ
 نقشبندی ہوں نہ چشتی نہ الیاء و لیا۔ حضرت کو اتباع سے بہت نفرت ہے اپنی ہی اہل
 پر بہت خوش ہیں بقول شخصے۔ نان جو بار و غن گندہ بد اگر چہ گندہ مگر ایسا و بندہ بد
 اس لئے سلف صالحین کو بُرا کہتے ہیں ائمہ دین اور انکے اتباع حافظان شریعت
 و پاسبانان سنت ہیں انہیں کے ذریعہ سے ہر کو دین پہنچا انہوں نے بیان کیا فلاں
 حدیث صحیح فلاں ضعیف فلاں حدیث ناسخ ہے فلاں منسوخ وہی لوگ احادیث کے
 راوی ہیں اور وہی ناقل انہیں کی کتابوں سے کج تمام امت سند پکڑتی ہے اور
 انہیں کے اعتبار پر مدار کار ہے اگر وہ حنفی و شافعی ہونے کے باعث گمراہ تھے تو
 انکی روایت کا کیا اعتبار ہے امام بغوی۔ دارقطنی۔ نووی ذہبی۔ ابن حجر عسقلانی
 ابن عبد البر۔ طحاوی۔ زیلعی۔ ابن جوزی۔ ابن تیمہ حسانی۔ ابن قیم جوزی۔ محمد شوکانی۔
 وغیرہ جو محدث اور فقیہ تھے اور صد ہا اور ایسے سبھی ائمہ اربعہ کے مذاہب کی طرف منسوب
 ہوتے تھے اگر یہ سب گمراہ ہیں تو فرمائیے ہدایت والا کون ہے طالب حق کو چاہئے
 بزرگان دین کو اپنا پیٹھا سمجھے اور انکا اتباع کرے جس مسئلہ میں خطا دیکھے وہاں
 انکی پیروی چھوڑ کر حق کا اتباع کرے نہ خوارج کی طرف بدگویی کرے اور نہ روافض کی
 طرح اندر ہی تقلید میں رہے۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالا کمال جان
 ولا تجعل فبقلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم اے رب ہمارے
 بخش ہو اور ہمارے بہائیوں کو جو ہم سے سابق تھے ایمان میں اور نہ کہ ہمارے
 دلوں میں مومنوں کی بُرائی کا گناہ اے رب ہمارے بیشک تو ہے مہربان رحم والا
 دیکھو اس آیت سے بدظنی اور بدگویی کی کیسی ممانعت پائی جاتی ہے بلکہ حکم اس
 حدیث نبوی کے من لہم لیفکرو الناس لہم لیفکروا اندھ جو لوگوں کا شکر گزار نہیں

وہ اللہ کا شکر ہی نہیں کرتا انکی ساعی جمیلہ کی شکر گزار ہی ہم پر واجب ہے اگر
ہم ملا صاحب سے سوال کریں کہ جو کچھ آپ جانتے ہیں یہ کہاں سے سیکھا تو اور کچھ
جواب نہ بن پڑیگا سوال سکے کہ مقرر ہوں یہ سب انہیں کا فیض ہے۔ چہارم بیان آپ
شرک کا اقرار کرتے ہیں۔ منہم کہ غرہ نام نام صاحب تست بح علی ولی ملقب بنی تم خلفا
مین ہوں جو میرے نام کی روشنی اسے بنی اللہ تیرے یار کے نام سے ہے۔ جکا نام ہے
علی خدا کا ولی اور خلفا کا ختم کر نیوالا اس شعر میں آپ نے رسول خدا کو مخاطب کیا اور
بصراحت تمام یہ بات بتلائی کہ غلام علی کے نام میں لفظ علی جبکی طرف لفظ غلام کی نسبت
ہے وہ امیر المؤمنین علی کا نام ہے خدا کا نام نہیں یضاهون قول اللہین کفر و فاحش
اللہ خدا کو مارے مشرکوں جیسی بات مونہ سے نکالتے ہیں۔ خداوند کریم فرماتا
ہے لن یستکف الیمین ان یمکون عبدا للہ ولا المملکتہ المقربون نہیں انکار
کرنا مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے اور نہ مقرب فرشتے۔ تمام انبیاء اور حضرت خاتم المرسلین
کا فرض ہے کہ وہ اللہ کے بندے کہلاویں اور بہان پروردگار نے قرآن مجید میں کسی کو
مہربانی سے یاد کیا ہے اسکو عبد کا لقب دیا ہے افسوس آپ نے اپنے نام کی ایسی
شرح کی جو سارا بہرہم کہو دیا اگر کوئی اور شخص آپ کے نام کے ایسے معنی کرتا تو ہم لحاظ
آپ کی مولویت کے کبھی اعتبار نہ کرتے۔ غیر خدا کی طرف عبودیت کی نسبت کرنی شرک
ہے جسکو شک ہو وہ اس آیت کی تفسیر دیکھ لے فلما اتاہما صالحا جلالہ شہداء
فینا اتاہما فقال اللہ عما لیسر کون اب ہم ملا صاحب سے استفتا کرتے ہیں کہ
غلام حسین اور میران بخش اور لگا ہیا نام رکھنا ہی جائز ہے یا نہیں بنیوالوجہ اجماع
کو جو سنت ہے بدعت کہنا اور مشابہت مشرکین پر فخر کرنا خاص ملا صاحب کا حصہ
ہے فالی اللہ المشتکی والیہ یوجع الکلام ناظرین کو ہم ایک بات اور جلتا ہے ہین
کہ ملا صاحب نے اپنے قصیدہ میں دعویٰ کیا تھا کہ اسماء مبارک نبی صلعم اسماء الہی

کی طرح سب توقیفی ہیں یعنی جو نام شریعت سے ثابت ہیں اور قرآن حدیث میں آگئے
 ہیں وہی اطلاق کیجائیں گے سوائے ناموں کے اور نام اگرچہ وہی معنی رکھتا ہو اطلاق
 کرنا درست نہیں چنانچہ فرماتے ہیں اپنے پر لازم کر لیا کہ مجزئہ اس لفظ کے کہ حدیث
 میں وارد ہوا ہے استعمال نہ کرو لکھا اور اس قصیدہ میں برخلاف شرط اور التزام کے
 ایسے ناموں سے آنحضرت کو نامزد کیا ہے جن کا کتاب اللہ اور سنت سے کچھ ثبوت
 نہیں مثلاً مکمل عیون حیا - ملیک - حنفی صنفی اگر دعویٰ ہے تو قرآن وحدیث
 سے بعینہ ہی نام لکھا کر دکھلاوین اور ناظرین رسالہ ہذا اپنی اطمینان اور ہماری صداقت
 کے واسطے اسماء نبوی جو نو ذن نام الہی کے ساتھ چپے ہوئے ہوتے ہیں پڑھ کر
 دیکھ لیں ان میں کہیں یہ نام نہ ہونگے بلکہ بعض نام تو ایسے ہیں کہ ان کا خلاف
 شریعت سے پایا جاتا ہے مثلاً مقتداے ہدایت حضرت فرماتے ہیں کہ جبریل
 علیہ السلام میرے معلم تھے اور نماز سکھانے کو میرے امام ہوئے اور آپ فرماتے
 ہیں کہ رسول اللہ مقتداے ملائیک ہیں یہ ہیں کتاب وسنت کہیں ثابت کر دو جو رسول
 اللہ مقتداے ملائیک اور فرشتوں پر ایسی اقتدا لازم ہے ہمارے نزدیک اسماء
 نبوی توقیفی نہیں ہیں کیونکہ اسماء نبوی کے توقیفی ہونے پر کوئی دلیل کتاب وسنت
 بلکہ کوئی قول کبرائے امت سے نہیں پائی جاتی ہے لہذا ہم کہتے ہیں جو تالیفات مذکورہ کی کیا
 دیکھتے تھے مختصراً بتیالی کے سب آپ کی ذات بابرکات پر اطلاق ہو سکتے ہیں ہمیں صرف یہ
 جملہ نا منظور ہے کہ ملا صاحب اپنی بات کے ہی پابند نہیں ہیں **مغالطہ ۱۴۳**
 جاننا چاہئے کہ فقہار رحمہم اللہ نے استعمال آیات قرآنی اپنی کلام سے خواہ تفسیر
 سے ہو خواہ اقتباس سے منع فرمایا ہے اور کفر لکھا ہے تفسیر اور اقتباس قریبی
 ہیں حاصل معنی اسکے یہ ہیں کہ دوسرے کی کلام کے مضمون کو اپنی کلام کے
 مضمون میں لے آنا اور اسکو اپنی جیس کلام سے کر دینا اور سابق پہلے کلام سے

نکال دینا **ہدایہ** ملا صاحب نے اقتباس اور تفسیر کے بیان ایسے معنی
 بیان کئے جو بالکل غلط ہیں آپ فرماتے ہیں تفسیر اور اقتباس کے معنی ہیں
 کسی کی کلام کا مضمون اپنی کلام میں لانا اس غلطی سے صاف ثابت ہے کہ اگر کو
 علم سے بالکل مس نہیں شاید تلخیص ہی نہیں پڑھی صاحب تلخیص لکھتا ہے اما
 التفسیر فہو ان لیضن الشعر شیئاً من شعر الخیر یعنی تفسیر یہ ہے کہ دوسرے
 کے شعر کو بالفاظ اپنے شعر میں کوئی لے آوے بلکہ غیاث اللغات ہی نہیں دیکھی
 غیاث اللغات میں ہے تفسیر در آوردن شعر مشہور و دیگر۔ در شعر خود اور تلخیص میں
 ہے و اما لا اقتباس فہو ان لیضن الکلام شیئاً من القرآن والحديث لانه
 منہ اور غیاث میں ہے اقتباس اندکے از قرآن یا حدیث در عبارت خود آوردن
 بے اشارت یعنی اقتباس کیا چیز ہے اپنی کلام کے ضمن میں قرآن مجید کی کوئی
 آیت یا حدیث کا کچھ حصہ لانا بدون جملانے اس بات کے کہ یہ قرآن یا حدیث
 میں سے ہے۔ غرض شعر کی تفسیر کو اصطلاح میں تفسیر کہتے ہیں اور آیت و
 حدیث کی تفسیر کو اقتباس آپ نے دونوں کو ایک کر دیا اور تفسیر و اقتباس میں
 جو ہم شرط تھی کہ شعر یا آیت و حدیث کو بالفاظ اپنی کلام میں داخل کرے بلکہ
 نقل۔ حافی کو تفسیر و اقتباس مقرر دیا اور یہ قید (پہلے سیاق سے نکال دینا،
 اپنی طرف سے بڑا دیا۔ صاحب تلخیص لکھتا ہے و هو ضربان مالہ من نقل فیہ
 عن معنہ الاصلی کما تھدرو خلافتہ یعنی اقتباس دو قسم ہے ایک وہ جو معنی
 اصلی سے نہ پھیرا جاوے دوسرا یہ جو معنی اصلی سے منتقل ہو جاوے غرض دونوں
 قسم کو اقتباس کہا جاتا ہے ایک ہی میں حصہ نہیں۔ باقی رہا تحقیق سلسلہ اقتباس
 واضح رہے کہ کلام اللہ کا اقتباس جائز ہے چنانچہ ہدایت نمبر (۱۷۱) میں جو الاماویہ
 و انصار ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں اس مقام پر بھی چند روایات پیش کی جاتی ہیں کہ حق

کے سیاق میں لاسے اور ابو بکر صدیق نے اپنے وصیت نامہ میں لکھوایا۔ الخ
استخلفت علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاستعوا له واطيعوا والی لہ مال اللہ
ورسولہ ودينہ ونفسي وایاکہ خیرا فان عدل فذلک ظني بہ وعلمي فیہ
وان بدل فلکل امرئ ما اکسب والخبر واردت کلا اعلم الغیب وسیعلم الذین
ظلموا ای منقلب ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آیت قرآنی کو اپنی
کلام کے ضمن میں داخل کر دیا۔ ان روایات سے اقتباس کے دونوں قسموں کا
جواز ثابت ہوا۔ اور اس قسم کی روایات صحیحہ بہت ہیں انکے استیعاب کے واسطے
مفر جلیل چاہئے اس مختصر میں سب کا استیغنا ممکن ہے پس اگر کوئی گناہم فقیہ
بر خلاف احادیث نبویہ و قواعد فقیہہ مسلمانوں کو ناحق کافر کہے گا تو کیا وہ فی الواقع کافر
ہو جائیگے معاذ اللہ بلکہ وہ خود فقیہہ نہیں جو ایسا فتویٰ دے۔ فقہاء کے نزدیک اگر
سودج کفر کی ہو اور ایک اسلام کی تو یہی کافر کہنا جائز نہیں چہ جائیکہ ایک ہی وجہ
کفر اور بُرائی کی نہ ہو اور لوگوں کو کافر کہا جائے۔ خاص کر ملا صاحب پر سخت افسوس
ہے اتباع حدیث کے مدعی ہو کر ایک فقیہہ کے کہنے سے صرف اقتباس کلام الہی کے
سبب سے جو اخبار و آثار سے ثابت ہے مسلمانوں کو کافر بتلاتے ہیں اور اندہی
تقلید میں پڑتے ہیں۔ طرفہ یہ ہے کہ جتنی مثالیں ملا صاحب تفسیر و اقتباس کی لائے
ہیں کسی معنی کردہ ٹھیک نہیں۔ صحیح معنی تو آپ جانتے ہی نہ تھے خانہ ساز تعریف
کے موافق یہی ان مثالوں میں تفسیر نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ ہم موافق ہر دو تعریف کے
آپ کے شبہات کا جواب دینگے **مغالطہ ۵۴**۔ اب چند مثالیں اقتباس اور
تفسیر کی فارسی اور عربی سے لکھی جاتی ہیں مولوی جامی فرماتے ہیں بدیت شد از
سبحان گردہ ان صلاہ۔ کہ سبحان الذی اسرہی الجہد۔ مولوی صاحب نے پہلے
مصرعہ کے مضمون سے آیت سبحان الذی ظاہر ہے اور قرآن کے سیاق سے

کمال یا **ہدایہ** آپ کے نزدیک تفسیر اور اقتباس ایک چیز ہے اور دونوں کی تعریف یہ ہے جو دوسرے کی کلام کا مضمون اپنی کلام میں ناوے۔ اس شعر میں بالغامہ دوسرے کا قول نقل کیا گیا ہے پس نہ تفسیر پائی گئی اور نہ اقتباس۔ اور موافق اصطلاح کے اسکو تفسیر نہیں کہہ سکتے۔ تفسیر کی تعریف ہے دوسرے کا شعر اپنے شعر میں درج کرنا اور آیت سبحان الذی شعر نہیں۔ رہا اقتباس اصطلاحی لفظ اس شعر میں پایا جاتا ہے مگر شاعر نے سبحان الذی کو قول ملا کہ کہہ کر اپنے شعر کے مضرعہ آخری میں درج کیا ہے۔ نہ ایسے طور پر کہ قول حق جل و علی ہو نیکا احتمال ہی باقی ہو۔ الغرض اس شعر میں تفسیر و اقتباس کسی طرح پائے نہیں جاسکتے۔ ہاں مولوی جامی پر اس نقل کی تصحیح کا سوال باقی ہے **مغالطہ** ۱۷۱۔ اور سعدی ص ۱۷۱ فرماتے ہیں۔ زینہار از قرین بد ز نہار بچہ و قنار بنا عذاب النار۔ اور حافظ کہتا ہے۔ چشم حافظ زہر بام قصر آن حورا سرشت پوشیدہ جنات تجری تحتہ الانہار و داشت بچہ دیکھو دونوں شاعروں نے قرآن کو سیاق سے نکال دیا ہے اور اپنی کلام میں درج کر دیا **ہدایہ** کسی تعریف کے موافق ان دونوں شعروں میں تفسیر نہیں اور قرآن کو سیاق سے نکالا سعدی نے قرین بد کی تکلیفوں اور بڑا یوں کو عذاب جہنم نہیں ٹھہرایا اور مودعی ہم نشین کی مجاورت کو دوزخ قرار دیکر بہائیت نہیں بڑھی اسکے صحیح معنی یہ ہیں کہ اے پروردگار بڑی محبت سے محفوظ رکھتا کہ ہر وقت گئے ملاپ سے میرے دل کا میلان اُس طرف نہ ہو جائے اور اُس میلان کے سبب تیرا قہر نازل نہ ہو چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولا ترقوا الى الذین ظلموا فتمسکم الناس اور تم مست جبکو ظالموں کی طرف پس تمہیں چوبگلی آگ۔ حضرت شیخ نے بے یار کو موجب دخول نار جانکر اُسکی محبت سے پناہ چاہی اور دوماے ماثود پڑھی۔ آپ اگر اسپر بھی کافر کہتے ہیں تو اسکا انصاف اللہ کے سامنے ہو گا۔ اور حافظ نے اپنے

شعر میں کسی کا مضمون نقل نہیں کیا۔ الفاظ نقل کئے ہیں۔ آپ کی اصطلاح موافق تفسیر اور اقتباس نہیں پایا جاتا اور اصطلاح علماء کے بموجب تفسیر نہیں کہہ سکتے کیونکہ جنات تجری کہیں شعر نہیں۔ ان اقتباس ہے لیکن قرآن کو سیاق سے نہیں نکالا حافظ نے لفظ شیوہ کہہ کر اس شبہ کو دور کر دیا یعنی چشم حافظ نہر اور قصر شاید جنات نہیں بلکہ حافظ کا رونا قصر کے نیچے کھڑا ہو کر جنات تجری تحتہا الانار سے صحت بہت کہتا رہتا۔ آپ نے غضب کیا قصور فہم سے شعروں کے معانی لگا کر کفر کا فتویٰ جاری کر دیا۔ اگر ایسا ہی ہے تو آپ کے اس رسالہ کے اول سبم اللہ لکھی ہے اور اخیر میں الحمد للہ رب العالمین اور الی اللہ المشتکی دہو علیم بذات الصدور اب خود اپنے حق میں اس اقتباس کرنے پر کیا فتویٰ دو گے۔ ایک برجستہ جواب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ کہہ دین ہم مرفوع القلم ہیں۔

مغالطہ ۱۷۱ ابو قاسم رافعی کا قول ہے **شعری** دحہم وزعم الملك یومر غیر دحہم فیعلون غدا من الکذاب۔ آیت قرآن میں مرجع عام ہے اور اس نے مرجع اسکا بادشاہوں کو ٹہرایا ہے جو اپنے دعویٰ پر غرور کرتے ہیں اور قرآن کو سیاق سے نکال دیا۔

ہدایہ ملا صاحب کی تعریف کے موافق اس شعر میں ہی تفسیر اور اقتباس نہیں پایا جاتا اور یہ جواب فرماتے ہیں (آیت قرآن میں مرجع عام ہے اور قرآن کو سیاق سے نکال دیا) مرجع عام نہیں بلکہ خاص ہے خاص قوم صالح کا ذکر ہے۔ اور اگر مرجع عام فرض کیا جاوے جیسا آپ نے بیان فرمایا ہے تو اس صورت میں کچھ اعتراض ہی باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ حکم عام اپنی تمام افراد پر صادق آسکتا ہے مثلاً ان اللہ لایہدی کید الخائنین۔ اللہ نہیں ہلاتا فریب و غابازون کا یہ آیت عام دغا بازوں کے حق میں ہے اور ایسی ہی دلیل للمطفئین خرابی ہے

کم تو لے والوں کو اس آیت میں تمام کم تو لے والوں کو وعید ہے اگر بوقت غلط
آپ ان آیات قرآنی سے کسی حیانت کنندہ یا کم تو لے والے کو ڈرائینگے تو گرفتہ
فقہہ گناہ لازم آئیگا۔ ہرگز نہیں۔ حکم باعتبار مورد عام ہو یا خاص عام سمجھا جائیگا
اور تمام افراد کو شامل ہوگا۔ صحابہ سے لیکر آج تک علماء کا یہی طریقہ ہے۔ صورت
خاص میں دلیل عام سے سند بکڑتے ہیں ایسا ہی شاعر نے سلطنت پر غور کرنے
والوں کو ڈرایا ہے الغرض چاروں شعرون میں ملا صاحب کی تعریف کے موافق تشبیہ
اور اقتباس نہیں پایا جاتا اور تعریف صحیح کے موافق ہی کسی میں تضمین نہیں اور
نہ قرآن کو سیاق سے نکالا **مغالطہ** ۷۷۱ تتمہ الفتاویٰ میں ہے جو شخص
بدلے کلام اپنی کے استعمال کلام اللہ کو کرے گا فرموتا ہے جیسا کہ اردو عالم بیون
کو دیکھ کر کہے فجعلناہم جمعاً **۷۷۲** ملا صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ہم ہر ایک
مسئلہ کو آیات احادیث صحیحہ سے ثابت کریں گے اور اس مقام میں بجائے کتاب
سنت کے ایسی کتابوں سے سند بکڑتے ہیں جو ٹھیک ٹھیک اس آیت کریمہ کا
مصدق ہیں ان ہی الاسماء سمیتوھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بھا من
سلطان یہ صرف نام ہیں جو کہے ہیں تم نے اور تمہارے آبا و اجداد نے نہیں نازل
کی اللہ نے انکی (صحت) کی تجویز دلیل - فرمایا اللہ جل شانہ نے ان الحکم الا للہ
حکومت نہیں کسی کے سوا اللہ کے - کوئی کسی کے کہنے سے کافر نہیں ہوتا صاحب
تتمہ جیسے فقہ اور آپ جیسے ملا ہزار فتویٰ چاہیں - زیادہ تر افسوس اس بات کا
ہے جو آپ فقہ کی غرض نہیں سمجھے - انکا مطلب یہ ہے کہ بجائے کلام اپنی کے
بطریق استہزاء تو ہم کلام الہی کو لانا کفر ہے مطلقاً اقتباس منع نہیں - چنانچہ
فتاویٰ ظہیر مین صاف لکھا ہے اگر کسی شخص کے پاس چالیہ ہر کر لاوین اور وہ
دیکھ کر کہے وکاسا دھاتا بطریق مزاج کے وہ کافر ہو جائیگا - پس اگر آپ صاحب

فتاویٰ کی تقلید کرنی چاہتے تھے۔ تو یوں فرماتے جو شخص آیت وحدیث سے
 ٹھہرا کر نیکوہ کا فرض نہ جانے لگا آپ نے مطلق تضمین و اقتباس کو کفر ٹھہرا دیا۔ اور جنہ
 اہل ہذا صاحب کو مرفی بجز ضلالت کہتے تھے انہیں کی تقلید سے خوگر داب ہلاکت میں
 ملوث نہ کیا۔ **۱۷۱** اور محیط میں ہے جو شخص لوگوں کو
 جمع کر کے کہے فتنہ راہم فادہ انقادس منہم احد ایاکے فجمعا ہم جمعایا کہے
 فجمعا ہم عندنا کا فرض ہوتا ہے **ہدایہ** مصنف محیط کا حال معلوم نہیں
 مگر ہمارے نا صاحب کو قرآن تہدین کمال مہارت کا دعویٰ ہے شاید تب
 فقرہ کو نقل کرتے ہوئے غور سے نہیں دیکھا۔ ورنہ فجمعا ہم عندنا کو آیات قرآن
 میں شمار نہ کرتے۔ اور اگر سوچ سمجھ کر آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں تو یہ سمجھا جائیگا
 کہ آپ کے نزدیک عربی بولی میں کلام کرنا کفر ہے **مغالطہ ۱۷۲** اور بدر الز
 یا صاحب تتمہ فتاویٰ نے لکھا ہے کہ سنا میں نے بعض اکابر سے کہتے تھے کہ
 جو شخص امر کے مقام میں کہے بسم اللہ جیسا کہ کوئی پوچھے کہ داخل ہوں میں یا چڑھ
 جاؤں یا کہے آگے آؤں میں یا چلا جاؤں میں وہ شخص جواب دے بسم اللہ یعنی
 میں نے تجھ کو اذن دیا کا فرض ہوتا ہے اور روٹی آگے رکھ کر کہنا بسم اللہ کا فرض ہے
ہدایہ اس مفتی نے برسرِ ٹوک کہا ہے اور ایسی بات کہی جو خالی نہ جائیگی جسکے
 حق میں یہ فتویٰ تکفیر جاری کیا گیا اگر وہ مستحق اسکا نہ ہوا تو کہنے والے کو ہرگز
 نہیں چوڑتا اتنی سمجھ بھی نہیں کہ بسم اللہ کا متعلق اکثر مقدر ہوتا ہے یعنی متکلم کی
 مراد ایسے موقع پر بسم اللہ کہنے سے یہ ہوتی ہے ادخل باسم اللہ اور کل باسم اللہ
 جیسے کتابوں اور رسائل کے شروع میں بسم اللہ کے ساتھ ابتدا و اصف تنقید میں
 پس اس وجہ دلیل اور ذیل فتوے سے لازم آتا ہے کہ تمام جہان کا فرض جائے
 خاص کر اہل علم اور صاحب تصنیف جو اپنی کتب اور رسائل کے عنوان میں تقدیم

۱۷۱

۱۷۲

بسم اللہ لکھتے رہے ہیں وہ سب کا فرمودہ بین العیاض باللہ جس نے گہر میں آنے
 والے کو پٹے پر چڑھنے والے یا دسترخوان آگے جھک کر کہانے والے کو کہا بسم
 تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام لیکر اندر آجایا کو پٹے پر چڑھ جایا کہانا شروع
 کر دے اُس نے تہرگا و تعظیما اللہ کا نام لیا آپ فرماتے ہیں کا فرمودہ کیا اس
 فتویٰ میں فقہا سے بھی دس قدم آگے بڑھ گئے انہوں نے کتاب اللہ کی بے با
 سے منع کیا تھا آپ نے تعظیما نام لینے سے ہی منع کر دیا **معالطہ ۸۰** ہز
 کہتا ہوں کہ فقہا نے لکھا ہے ملا علی قاری خاہ غصے ہوں یا راضی کیا ہوا کلمہ کفر کا
 جہان میں مستقل ہو جائے تو جائز ہو جاتا ہے لغو ذالہ من ذلک **ہدایہ**
 ملا صاحب گہر ایسے نہیں ملا علی کی خطا اور تقصیر بتلائیے کیا انہوں نے کسی آیت
 سے انکار کیا یا حدیث سے سر بہرہ ہے یا آپ اس قدر ناخوش ہیں اور کمال کرامت
 طبع سے انکو زمرہ فقہا سے لجنکے سرگروہ آپ ہیں اور کے دیکر باہر نکلتے ہیں۔ اگر
 صرف مسئلہ تکفیر کی مخالفت کے سبب آپ ناراض ہیں تو اس میں ملا علی کا کچھ قصور
 نہیں۔ اس مسئلہ پر کوئی دلیل شرعی نہ تھی ملا علی نے بے دلیل بات جانکر رد
 کر دیا۔ آپ کے پاس کوئی سند ہو تو لائیے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ متفق ہو کر علی قاری
 کو ملامت کریں گے۔ اور اگر کتاب و سنت سے سند نہیں ملتی اور صرف صاحب
 تتمۃ الفتاویٰ اور امثال ذلک کا قول ہے تو ملا علی نے کچھ گناہ نہیں کیا۔ تمام اہل
 تحقیق بے سند مسئلوں سے انکار کرتے چلے آئے ہیں انہوں نے بھی انکار
 کر دیا بلکہ ملا علی کا قول ان سے ہزار درجہ بڑھ کر معتبر ہے۔ تعجب ہے ابھی آپ فقہا کو
 گرداب ضلالت کے حوالے کرتے تھے اور ابھی انکے خلاف پر ملا علی کو ڈالنے
 لگے۔ گویا فقہا انبیاء ہیں انکی مخالفت جائز نہیں **معالطہ ۸۱** انزل کا
 مرجع خود پیغمبر خدا ہی ہیں صلعم اور ہم کا مرجع قوم ہے **ہدایہ** ہیئت

گفتی چه کفار عذاب الہی پر دلیری کرتے تھے اللہ نے یہم آیت انکے حق میں
 نازل فرمائی ماقبل اس آیتہ شریفہ کا اس طرح ہے افبعذابنا لیسعیجون
 فاذا نزل لیساحتیم فناء صیاح المندمرین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس ہمارا عذاب
 یہم جلد ہی پہنچے گا۔ پس یہ وقت وہ (عذاب) آئے گا تو لپکاؤ۔ انکے میدان میں پس
 ہر ہی درگی سیج ٹورائے گئے لوگوں کی۔ نزل کا کافعال عذاب ہے اور ہم
 کی ضمیر اہل مکہ کی طرف ہے ہر ہی ہے۔ سیاق قصہ کے مخالف اور
 تمام مفسرین کے خلاف آپسہ یہم معنی بناسے ہیں اب
 سہم پور کیجین یا آپسہ اس تفسیر کو۔ اللہ اکبر
 خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ توہ

فناء صیاح المندمرین

والحمد لله رب العالمین

یا رب غفر ان طقت اقلادنا	یا رب معذرتو من الطغیان
محبوۃ وجھک خیر و مسئلہ	و بنور وجھک یا عظیم الشان
و یک المعاذ ولا ملا فساوک ان	ف غیات کل ملد و لہفان
و لک الحمد کلھا حمد اکما	یوضیک لا لغنی علی الا زمان
و علی رسولک افضل الصلوٰۃ	التسلیم منک و اکمل الرضوان
و علی صیابتہ جمیعاً و الا ولی	تعبوہم من لعباک الایمان

جناب سیدنا مولانا
 محمد حسین صاحب
 وفات امام الہدی
 علیہ السلام
 بغیر ذلک امام
 امامت و خست
 است و آہ کعبہ
 فانی اللہ
 ثنائی
 تحقیق
 سنہ
 کفر
 مرقوم
 ابن کلام
 نوشتہ
 سپری
 کبر
 گذشتہ
 رسدہ
 و جماعت
 ملاقات
 و در سراج
 سپری
 طے کردہ
 تمام و
 سپرانی
 موافق
 بر سر
 اروطاعت
 خدا
 و عبادت
 معنی
 غیر اہل

وجوب الزكاة في اموال التجارة

و. وعليّ سؤال من بعض الآتية هل في اموال التجارة زكاة ام لا فقلت في جوابه الاحاديث الآتية واكتفيت بها وما زدت عليها من تلقاء نفسي ولا من اقوال العلماء حسره فادع الله -
 عن ابي ذر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في الابل صدقتها وفي البقر صدقتها وفي الغنم صدقتها وفي البز صدقتها رواه الدارقطني والحاكم وصححه وقال الحافظ ابن حجر اسادة لاباس به وعن سمرة بن جندب كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا ان نخرج الزكاة مما ليد للبيع رواه الدارقطني والبو داود والبيهقي وعنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يامرنا ان نخرج الزكاة من الرقيق الذي ليد للبيع رواه الدارقطني والبيهقي وعن زياد بن حدير قال بعثني عمر صدقا فامرني ان اخذ من المسلمين من اموالهم اذا اختلفوا بها للتجارة ربع العشر ومن اموال اهل الذمة نصف العشر ومن اموال اهل الحرب العشر اخرج ابو عبيد وعبد الرزاق ورواه الطبراني في الاوسط طريفا وسكت عليه الحافظ ابن حجر في التلخيص مع شدة فحسه في تصحيح الاحاديث وتفنيد من ذلك الكتاب وعن حماد بن عمار قال مررت على بن الخطاب وعلي غنق او قم احلبها فقال الا تودى ذلك امك يا حماد فقلت مالي غير هذا وانك في القرض قال ذاك مال فضع فوضعتها بين يدي فغلبها فوجدته قد وجب فيها الزكاة فاخذ منها الزكاة رواه الشافعي واحمد وابن ابي شيبة وعبد الرزاق وسعيد بن منصور والدارقطني وعن زرارة بن جهم ان عمر بن عبد العزيز كتب اليه ان انظر من مركب من المسلمين فخذ ما ظهر من اموالهم من التجارات من كل اربعين دينار او رواه مالك في الموطأ والشافعي -

ودروى البيهقي عن طريق احمد بن حنبل ثنا حفص بن غياث ثنا عبيد الله بن عمر بن نافع عن ابن عمر قال ليس في العروض زكاة الا ما كان للتجارة وعن ابن عمر في كل

قال السيوطي ومثله في نوم الحديث ان من يكون هذا الصفته اذ وجد شامدا ومثالي
 حكم الحديث بالضعف وقال الشيخ هذا كرم في احوال النظر قد يكون كل من المتأخرين والمتأخرين
 لا اعتما وعليه فيما بينهم خمس القوة نهي وقد شك الشوكاني في السنين والسنين وغيره
 في غير ما في مواضع كثيرة بالاراء الضعيفة مستدلين بهذه القواعد وفي اعلم الشافعي
 ودون الضعيفة وبه مراتب كثيرة وتحسن الشواهد وتصحيحه بحججهم ما لم يكسر ضعفه في العلمين
 انتهى على رواية من لا يابس به حجة عند ابن معين وعبد الرحمن بن ابي عمير قال ابو ذر الرقي
 عبد الرحمن ما تقول في علي بن خنوش قال لا يابس به قال قلت ولم لا تقول ثقة قال
 قد قلت لك انه ثقة كذا في الامعان وكفى بها امانين بما من واما الخطيب وضع البر في
 رواية المتبرك فتصيف من بعض الروايات كما صرح به النووي في تهذيب الاسماء واللغات والحديث الثاني وان ضعفه
 جبران قال في اسناده جهالة لكن جنة غيره كما قال الشوكاني وصرح ابن عبد البر بان اسناده حسن ولا يخفى ان
 حسنة عنده علم برواياته وصرح الجبالته عدم علم بحال الرواية ومن له علم مقدم على من ليس
 له علم وقول المتعرض في اسناده جعفر بن سعد وموليس بالقوي فخرج مبهم لا يتقبل حتى
 يبين سببه كما قال الخافض المخرج مقدم على التديل ان صدر مبين من عارف باسبابه
 لانه الكان غير مفسر لم يقبح فيمن ثبت عدالة انتهى وقد علمت من قول الشوكاني ان بند
 الحديث حسن عند العلماء سوى الخافض والمخرج المبهم للمخافض في مقابلة تحسين العلماء غير مقبول
 قال ابو داود كلما سككت عليه في كتابي هذا فهو صالح للاحتجاج وهذا من الاحاديث التي
 سككت عليها ابو داود ولجده ابن المنذر وسكوتهما دليل على حسنة عندهما وبها جواب
 من الحديث الثالث على ان الحديث الضعيف اذا كان معمولا به في القرون المشتهرة
 بالغير مقبول عند الامم كحديث العينان وكذا الحديث المأثور لا ينجح شيء الا ما
 غلب على رجمه او طعمه او لونه وحديث لا وصية لوارث وامثالها كثيرة وقد تفقت الامم على
 ان النوم ناقض ودليلهم الاحاديث الضعيفة نهي مروودة من حيث الاسناد ومقبولة

من حيث المعاني قال الحافظ في التلخيص لعقب ابن عبد البر على صحيح من حديث الجهر
 هو الطهور ما به ثم حكم مع ذلك بصحة تعلق العلماء به بالقبول فورد من حيث الاستناد وقبله
 من حيث المعنى انتهى لمخصا قال النووي اتفق العلماء على تضعيف حديث الامام غلب على وجه
 او طعمه قلت ومع ذلك اجمع العلماء على ان الماء الثقيل والكثير اذا وقعت فيه نجاسة
 فغيرت لونا او ريحا او طعما فهو نجس كما قاله ابن المنذر وقال الشافعي وهو قول العامة لا علم
 بينهم خلافا فيه قال الشوكاني وقد اتفق اهل الحديث على ضعف هذه الزيادة لكنه قد وقع
 الاجماع على مضمونها كما نقله ابن المنذر وابن الملقن فمن كان يقول بحجية الاجماع كان
 الدليل عنده على ما افادته تلك الزيادة هو الاجماع ومن كان لا يقول بحجية الاجماع كان
 منه الاجماع مفيدا لصحة تلك الزيادة لكونها قد صارت ما اجمع على معناها وتلقى بالقبول
 فلا استدلال بها بالاجماع انتهى - قال السخاوي في شرح الالفية اذا تلتقت الامة الضعيف
 بالقبول لعل به على الصحيح حتى انه ينزل منزلة التواتر في انه ينيخ المقتطوع به ولهذا قال الشافعي
 رحمه الله في حديث لا وصية لوارث انه لا يشبهه اهل الحديث لكن العامة تلقى بالقبول وعلموا
 حتى جعلوه ناسخا لآية الوصية وقال العلامة القبلي في ارواح النوافل شرح العلم الشارح فالحق
 المعمول به يشتمل الزاعمان الضعيف وقد ذكره ابن حجر في مواضع كتبه في البدل واليزيد كذلك غيره فيحفظ فانه مهم كثر
 غلط الناس اليوم فما قد يقول في الحديث ان ليس بصحيح او هو ضعيف فيقوم غير المعمول به مطلقا ولم يشترط في المعمول به كونه صحيحا
 باصطلاح متأخرين الحديثين الاجنادي وهو قول العبد المذنب دابة بل قيل خلافه الاولون والآخرون لساغ انتهى وقد
 اجمعت سلف الامة على العمل بحديث زكاة اموال التجارة قال الحافظ ابن حجر في النسخ
 زكاة التجارة ثابتة بالاجماع كما نقله ابن المنذر وغيره فيخص به عموم منه الحديث انتهى
 وكذا انقل الاجماع على ذلك الشوكاني في التلخيص وغيره في غيره وقد اخذوا التحليفه الثاني واصر
 عماله باخذها فما انكر عليها احد من الصحابة قال الطحاوي لا نعلم احدا من الصحابة خالف عمر
 رضي الله عنه في هذه المسئلة ولا عبرة بما لفت من خالف اجماع سلف الامة من الظاهرية

وغيره ما دلوكا لواء اعداء الشغور والبرء ولولم يكن في هذه المسئلة الا قول الله عز وجل الفتوة
 من طيبات ما كتبتم وقوله جل ذكره خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكهم بها لثم الاستدلال
 لان لفظ الاموال وما كتبتم عام شامل لجميع اصناف افعال فلا يخفى منها شيئا الا ان
 من الشارع او الاجماع الثابت فكيف من هذه الاحاديث المذكورة ^{مُحْط} وقوله صلى الله عليه
 وسلم ان الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من اغنياهم فقروا على فقرهم متفق عليه
 فكل من كان عنده مال فقد اكان او غيره فهو الغني وحد الغني في هذا الحديث النصاب
 المقرر من الشارع وهو ما تاورهم او قيمتها فتخصيص بعض الاغنيا ومن بعض شحكم
^{محط} وقوله صلى الله عليه وسلم واما خالد فانكم تطلبون خالدا فانه قد احتبس ادراعه واعتده
 في سبيل الله متفق عليه فان الصحابة رضي الله عنهم طلبوا منه زكاة ادراعه واعتده
 حثا منهم انها للتجارة فنبع فشكوا اليه صلى الله عليه وسلم فقال انه قد اوقف امواله في
 سبيل الله فليس عليه فيها زكاة فطلبكم منه ظلم وهذا المعنى هو المبتدأ من الحديث و
 خلافه لا تشبه له العبارة ولا تحكم له الدلالة فلو لم يتمكن في اموال التجارة زكاة لما شلب
 الصحابة من خالد زكاة اجناسه ولمنعهم صلى الله عليه وسلم عن اخذ زكاة اموال التجارة
 واما الاحاديث الباقية فاعلم حكم الله انما برآ من اصل اصل على خلاف الحديث
 النبوي واعداء القاعدة است على شقاق الاثر المصطفوي قال رسول ربنا صلى الله
 عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين متكم اباها وعرضوا عليها بالنواخذ و
 قال اقتدوا بالذين يبعثني ابو بكر وعمر وقال اوصيكم بالصالحين ثم الذين يلونهم ثم الذين
 يلونهم ثم يفتشوا الكذب فما ثبت من الخلفاء الراشدين وسلف عليه غير القرون فتمسك
 به وعرض عليه بالنواخذ واياك والاصول التي اصلت على شفا جرف دار التي لا يسر
 ولا يفتنى من جوع اللهم كيف لا يكون قولهم حجة مع ان رسول ربنا امرنا بما تباهم ووعد
 خالقنا رضاه باقتفاءهم فواجبا لعلم هذا الاصل ثمرة وعقل هذه القاعدة قطعه والحق

مناسب اليه بهذه القاعدة وهو يري منها هو الذي اخرج لئلا نقل السيو على في الاكليل
 ان الشافعي رحمه الله قال مرة بكتة سلوني عما شئتم اخبركم عنه من كتاب الله فقيل له ما تقول
 في المحرم يقتل الزنور فقال بسم الله الرحمن الرحيم قال الله تعالى وما اتاكم الرسول فخذوه
 وما نهاكم عنه فانتهوا وحدثنا سفيان بن عيينة عن عبد الملك بن عمير عن الربيع بن خراش عن
 حذيفة بن اليمان عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال اقتوا بالذين من لجرى البوكر وعمر
 وحدثنا سفيان عن مسعر بن كرام عن قيس بن المسلم عن طارق بن شهاب عن عمر
 بن الخطاب انه امر بقتل المحرم الزنور انتهى قال الحافظ ابن القيم وان لم يخالف الصحابة
 صحابي آخر فاما ان يشتهر قوله في الصحابة اولي الشبهة فان اشتهر فالذي عليه جماهير الطوائف
 من الفقهاء انه اجماع وحجة وقالت طائفة منهم هو حجة وليس باجماع وقال شروته من يتكلم
 وبعض الفقهاء المتأخرين لا يكون اجماعا ولا حجة وان لم يشتهر قوله اولم يعلم بل اشتهر
 ام لا فاختلف الناس هل يكون بحجة ام لا فالذي عليه جماهير الامم انه حجة هذا قول جمهور
 المنقبة صرح به محمد بن الحسن وذكره عن ابي حنيفة نصا وهذا ذهب مالك واصحابه وتصرفه
 في موطنه دليل عليه وهو قول اسحق بن راهويه وابي عبيد وهو منصوص الامام احمد في غير
 موضع واختاره جمهور اصحابه وهو منصوص الشافعي في القديم والجديد فاما القديم فاصحابه
 مقرون به واما الجديد فكثير منهم حكى عنه انه ليس بحجة وفي هذه الحكاية عنه نظر ظاهر جدا فانه
 لا يحفظ له في الجديد حرف واحد ان قول الصحابة ليس بحجة وغايته ما تعلق به من نقل ذلك
 انه يحكى اقوال الصحابة في الجديد ثم يخالفها وهذا تعلق ضعيف جدا فان مخالفة المجتهد
 المعين لما هو اقوى في نظره لا يدل على انه لا يراه دليلا من حيث الجملة بل خالف دليلا
 له ليل ارجع عنده منه انتهى بهذا اقول العلماء في قول مطلق الصحابي فما ظنك بالخلفاء والرؤساء
 الذين هم ناس من رسول ربنا صلوات الله وسلامه عليه باتباعهم وحضنتا باقتدارهم وحكم علينا
 بعض النواحي على سنتهم ولو لبطننا الكلام على هذه المسئلة لسبق كرايس لكن اقتصرنا

على ذلك القدر لما فيه كفاية لمن اتبع الحق واراوا لالنصاف وترك التعصب عتسا
وقد نشأت في عصرنا فرقة تدعى اتباع الحديث وهم يهزل منه يروون الاحاديث المعولة
عند سلف الامة وخلقها بادي قبح خفيف وجرح ضعیف ويطرحون اقوال الصحابة وافعالهم
باصول خيف وقول كسيف ويقدمون عليها آراءهم الركيكة وافكارهم العليمة ويسيئون انفسهم
المتحققين كماله هم الذين يبدمون منار الشريعة النبوية ويدرسون قواعد الملة الحنيفة
ويعفون آثار السنة المصطفوية تركوا الاحاديث المرفوعة ونهوا الآثار المسندة وتحيلوا قلوبهم
حيلا لا ينشرح لها صدر موقن ولا يرفع لها راس مؤمن ولست عتقة الانامل على ان اتوال
الصحابة وعلمهم والاحاديث التي فيها من تقابل الاحاديث الصحيحة بل اقول اذالم يوجد
في الباب حديث يبلغ على مرتبة الصحيح ووجد خلافه وان كان فيه نوع وسهين وعلمان سلف
الامة وخلقهم اوجهمورهم فهو صالح للاحتجاج واجب الاتباع وهذا هو الذي عليه الاولون و
الاخرون كما نقلته عن العلامة المقبله ولولا ملت كتب الحديث من الصحاح الستة وغير
وتفكرت في تراجم الابواب والاستدلالات لها بهذا النصف من الاحاديث ونظرت
الى تعامل سلف الامة وخلقها عليها العرف ان هذا هو الحق الصراح والصدق البواح
ولودونا هذا النصف من الادلة لتعطلت ثلث الشريعة بل نصفه ولا يغيرك قول
بعض المتأخرين ان هذا النوع من الادلة ليس بحجة لكونه مخالفا عن منهج السلف فكم
من احاديث ضعات وآثار موقوفة جرى عليها تعامل سلف الامة وخلقها كما نقلت
ذلك من قبل فانه ياخذ بيدتي ويدك يا محمد ^{عليه السلام} يقول هادي وهاك والحمد لله رب العالمين ولا

قطعة تاريخ از نتایج فکر سعید حافظ عبدالرشید حسین

زبده ای مولوی عبدجبار به اهل دین نمودی بزرگوار رساله چون نوشتی ره نمودی
ره حق را به اهل کذب و بطلان چنان الهام و بعیت کردی تا
چنان بر کرده مصباح تحقیق که حاسد را از دود گشته بنوا
بماند بر تو و ایم فضل یزدان رشیدی را چون فکر سال آمد
تصویر این یاد دود دل آن

سلف الامة وخلقهم اوجهمورهم فهو صالح للاحتجاج واجب الاتباع وهذا هو الذي عليه الاولون و

الاحاديث

المتأخرين

من الاحاديث

الضعات

آثار موقوفة

جرى عليها

تعامل سلف

الامة وخلقها

كما نقلت

ذلك من قبل

تبیان واجب الایمان

آنچه را قلم الحروف درین رساله برات زمره صوفیه و اتباع ائمه اربعه از لحن طاعنین
و تشنجه مشنغین ننوده مقصود از زمره صوفیه آن فرقه است که اشتغال و افکار و وظایف
ایشان موافق کتاب الهی و سنت نبوی باشند و غلط و نصائح ایشان ترویج توحید و
سنت و روشکر و بدعت و تعلیم ایشان اسما و آئیه و ادویه قرآنی و وظائف ماثوره و
سجده ایشان بر توبه از شرک و معاصی و ثبات بر کتاب و سنت مصطفوی است و ما
احسن ما قال الحافظ ابن قیم صوفیه گنینه نبویه پدلیس و اولی شلخ و لاندیان که نه
تزکیه و برات آن طائفه که خود را باسم صوفیه سسمی ننوده و مذہب ایشان حلول و اتحاد است
و قائل وجود مطلق و اتصال و انفصال و طرفه ایشان اباحت محرمان و ترک فرائض و اوار
و وظائف ایشان الفاظ شرکیه و کلمات مهمل و اسماء شائخ و سبب ایشان بر امور بدعیه
و طرق غیر مشرعه و مواعظ و نصائح ایشان ترغیب به عبادت و تعظیم قبور و تصور تشنجه و عرس
پیران و اعمال ایشان اختلاط با زمان نامحرم مثل اختلاط با مردان و رفع حجاب از نسوان
و مسافات محرمات با غیر محرمات و محبت اطفال و خبر و بیان و غیر ذلک من الفواحش
و اذواق و حالات ایشان از غنا و مزامیر و معارف و رقص که این همه از محرمات شرعی
است اگر چه مصنف تحقیق الکلام قائل اباحت است مگر ما از این صوفیه بنیراری و
برات است و بغض و عداوت و درین زمان همین فرقه ملاحظه و طائفه طاعیه خود
بنام صوفیه سسمی ننوده عالمی را از ضراط مستقیم به راه ضلالت کشیده اند و جهان را در تاریکی
ملاکت انداخته مومن صاف و مسلمان پاک را لازم است که تلاش صوفیه سسمیه نبویه که در
عصر ما عنقا صفت گشته اند بکنند و از محالست و صحبت فرقه آخره که حیا گمیشده اجتناب
نمایند و نعم با قیل و قال بسا الملبس آدم روی هست بد پس بهر دست نماید و اوست
و هر دو از اتباع ائمه اند که در قواعد اصولیه و مسائل قیاسیه مذہب امامی که فکر ایشان

راجح آمده اختیار نموده و در سائل منصوصیه اتباع امام الایمه رسول البریه محمد صلعم بر فرد لازم گرفته و همین است طائفه اکثری از فقهاء و محدثین در ویش جمهور می از متقدمین و متاخرین در تزکیه و منقبت مقلدین متعصبین که قول امام را مثل وحی سماوی و فرمان نبوی میدانند و نصوص شرعی را در مقابل قول اندزم پس پشت می اندازند و این سبب طریقه بعضی جمله از اتباع ائمه در ویش بعضی تلامذۀ باهوشان شیخ و اساتذۀ اعا و ناله منعم که دین و مذهب بر ایشان ملتبس شده فرق در دین و مذهب نمی توانند - اتباع نصوص دین سبب و ترک نصوص در مقابل قول امام اعراض است از دین و تقلید امامی در قواعد اصولیه و سائیک قیاسیه مذهب است یتقال فلان علی دین محمد و مذهب فلان پس دین و مذهب را واحد دانستن و در میانش تمیز نمودن بعین حق و جهالت است و محض نادانی و سفاقت چنانچه باین مضامین درین رساله جایجا اشاره زغمته -

فهرست بعضی افلاط فاحش مولوی غلام علی صاحب در تحقیق الکلام و اجوبه آن

۴۳	اعراضات بر دل الله	۴۴	انکار از نیابت و ربوبیت	۴	انکار از تحقیق مذاهب اربعه
۵۱	مانعت گفتن پیر و مرید	۴۵	دلیل فاعده کاف خطا	۵	انکار از صحیح اهل الله
۵۳	دعوی نسخ نبوت با جماعه	۴۸	در کتب حدیث باب نبوت	۸	انکار بامیری و مبری در قرآن
	تناقض کلام و	۴۹ تا ۵۴	بیان افلاط در مسئله نسخ	۱۰	انکار بر تجدید ایمان و در کلام طبعیه و سوره فاحش
۵۴	انقراض نبوت	۵۸	انکار کرامت	۱۳	انکار بر ترغیب به نماز و روزه و حج
۵۵	انقراض مسلم	۵۹	حل راگ	۱۷	انکار از سنت فعلی و فقهی
۵۹ تا ۶۲	انکار از ثبوت نبوت انوار	۶۰	عدم مطابقت مثال مثل	۱۸	انکار از سنت قولی -
۵۸	شان نزول مانده است		لهو تناقض در کلام	۱۹	انکار از ثبوت نبوت در قرآن

جواز سبب زمان باز دانی	۵۹	افتر بر رسول اللہ	۹۰	بیان اغلاط فاحشہ و بحث	۱۵۸ تا ۱۵۹
نہ با دیگران		عدم مطابقت دلیل ہوا	۹۳	تحمی و اعجاز قرآن	
از لفظ مؤمنانہ مراد خارج شد	۶۰	جہانت و نقل عبارت	۱۰۵ تا ۱۰۶	خواندن التحیات حکایت	۱۶۱ تا ۱۶۲
بہرہ از تحریف مزدنی جہت	۶۰	جان و مال بر اہل اللہ قربا	۱۰۵	بیان اغلاط فاحشہ قصیدہ	۱۶۵ تا ۱۶۶
مصحح خبر بہت مجاشع	۶۵ تا ۶۳	نمودن شرک است عیان و آقا		یہ علیا -	
جواب از حدیث کعب	۶۹ تا ۶۵	بیان اغلاط در مسئلہ خال	۱۱۲ تا ۱۱۶	تقصیل اہل اللہ سبب از حدیث غیر صحیح	۱۶۳
جہانت و نقل عبارت	۷۰	جہانت و نقل آیت کریمہ	۱۱۱	بیان اغلاط فاحشہ و	۱۶۳ تا ۱۶۵
الکفار از مسند نشینی	۷۵	جواز اعتراض بر رسول اللہ	۱۳۱ تا ۱۳۳	مسئلہ نصیحت و آفتاب	
الکفار از توبہ کشیدن بر خود	۷۶	سعا ذالہ من ذلک		گفتن بسبب سبب امر کریم	۱۶۳
سبب از حدیث نبی صحت ثابت	۸۱	سہام الحوا رسول اللہ	۱۳۱	انکار سبب بر تاملی قادی	۱۶۳
کوہ بر دست کسی بود	۸۲	نیت استغفر اللہ من ذلک		غلطی و تفسیر آیت کریمہ	۱۶۳
گنہگار از لفظ مالہ اطلاق است		بیان اغلاط در مسئلہ لہا	۱۳۳ تا ۱۳۴		
سہار و عید وادکار توفیق نادر	۹۶ تا ۹۳	انکار لہا ہم آیات قرآنیہ	۱۳۴ تا ۱۳۵		

اختلافات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱۳	نور کے	اپنے نور کے	۹	۵	خرقہ	خرقہ کو
۶	۱	ناز	خاڑ کو	۱۲	۱۲	تکے	تکے
۷	۲	بناز	ناز کو	۱۴	۱۴	نوا	نوا
۸	۶	کا	کے	۱۸	۱۸	دیکھو جو	دیکھو
۹	۱۲	لینا	لینے کو	۲	۱۳	وہ	وہ
۱۰	۱۵	کئی بہن	کیا ہے	۱۴	۱۴	جاننا ہے	جاننے بہن
				۹	۹	بندی	بندی کے
				۱۵	۱۵	تی	تتا